ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ

تفسیر

بَیَانُ السُّبحان

کا

پارہ نمبر ۵

وَالْمُحْصَنٰتُ

فاضلِ اجل حضرت مولانا سیّد عبدالدائم جلالی

toobaafoundation.com

عطاء الرحمن صدیقی مالک وسیم بکڈپو دیوبند

آزاد پرنٹنگ پریس دیوبند (یو-پی)

پانچواں پارہ

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

اور خاوند والی　عورتیں بھی　حرام ہیں　ہاں جو باندیاں　تمہاری مملوک　ہوں یہ تمہارے لئے اللہ کا تحریر کردہ حکم ہے۔

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ط

ان کے علاوہ تمہارے لئے　تمام عورتیں حلال ہیں　کہ اپنے مال کے عوض ان کی طلب کرو　مگر عفت حاصل کرنے کے لئے　نہ کہ شہوت رانی کے لئے

تفسیر وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اس آیت کا ارتباط ماقبل کی آیت سے ہے۔ یعنی اُن عورتوں سے بھی نکاح کرنا حرام ہے جو شوہر والیاں ہوں۔ اُن کے شوہر زندہ ہوں اور ان کو طلاق نہ دی گئی ہو خواہ یہ عورتیں مسلمان ہوں یا یہودی یا عیسائی ہاں جو عورتیں جہاد میں گرفتار ہو کر آئیں اور اُن کے شوہر ان کے ساتھ گرفتار ہو کر نہ آئیں اور وہ مسلمانوں کی باندیاں ہو جائیں تو جس کے حصے میں وہ باندی آ جائے اُس کو بغیر نکاح کے صرف ایک حیض کی مدت ختم کرنے کے بعد اس سے قربت حلال ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ اوطاس کی گرفتار کردہ عورتوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی (رواہ احمد والترمذی والنسائی وابن ماجہ ومسلم وعبدالرزاق وابو داؤد) حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت جہادِ خیبر کی قیدی عورتوں کے حق میں نازل ہوئی۔ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ یعنی یہ حکمِ الٰہی ہے۔ خدا نے تم پر نہایت تاکید کے ساتھ فرض کیا ہے اور پندرہ اقسام کی عورتوں کو تم پر حرام کر دیا ہے۔ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اور مذکورہ اقسام کے علاوہ دیگر عورتیں تمہارے لئے حلال کر دی گئی ہیں۔ تمہارے لئے جائز ہے کہ ان کے علاوہ اوروں سے نکاح کرو۔ یہ آیت اگرچہ عام ہے۔ مگر علمائے شریعت کے نزدیک از روئے حدیث دو اور بعض قسم کی عورتیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ خالہ اور پھوپھی پر اس کی بھانجی بھتیجی سے نکاح کرنا یا بھانجی بھتیجی پر اس کی خالہ پھوپھی سے نکاح کرنا اس کو ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ چار عورتیں ہوں تو پانچویں سے نکاح حرام ہے۔ اگر مرد و عورت میں لعان ہو، اور لعان کے بعد بحکم حاکم جدا کر دیئے گئے تو پھر اس عورت سے اس مرد کا نکاح قطعاً کبھی جائز نہیں۔ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ یہ کلام سابق کا تتمہ ہے پہلی آیت میں بیان کیا گیا تھا کہ محرمات کے علاوہ اور عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔ اب اس نکاح کی شرطیں بیان کی جاتی ہیں۔ جو تمدن و معاشرت کی اصلاح کے لئے نہایت ضروری ہیں پہلی شرط تو یہ ہے کہ کچھ مال صرف کر کے عورتوں کو حاصل کرو۔ مہر ادا کرو تاکہ مرد کی خواہش اور بیوی کے اعزاز کا اظہار ہو جائے۔ لوگوں کو نکتہ چینی کا موقع نہ ملے خفیہ سازش اور در پردہ یارانہ معلوم نہ ہو۔ مرد کو بیوی کے خاندان سے ایک خاص تعلق اور ارتباط پیدا ہو جائے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ط اس نکاح سے مقصود پاکدامنی اور عصمت کوشی ہو شہوت رانی اور قضائے مستی غرض نہ ہو۔ یہ شرط ہر قسم کی عیش پسندی خرید عصمت اور جذباتِ بہیمیت کی بندگی سے روکتی ہے۔ اس میں بالکل واضح کر دیا گیا ہے کہ مرد و عورت کے تعلق محض جذباتِ بہیمیت کا مقتضا پورا کرنا اور فوری جوشِ نفسانی کا بجھانا مقصود نہ ہو بلکہ تمدن و معاشرت کا استحکام و اصلاح اور اخلاق و شرافت کی استقامت اصل غرض ہونی چاہیئے۔ عورت کو پابند بنانا اور خود پاک دامن بننا مدعائے اصلی ہونا لازمی ہے۔

مقصودِ بیان نکاح کے لئے مہر لازم ہے۔ بغیر مہر نکاح نہیں ہوتا۔ نکاح سے مقصود محض دواعی نفسانی کی خواہش پوری کرنی نہ ہونا چاہیئے باہم یارانہ گانٹھنا اور در پردہ خفیہ سازش کر کے تعلقات پیدا کر لینا اور ناموس و عزت کو تباہ کرنا تعلیم اسلامی کے خلاف عصمت کوشی، عفت مآبی اور تحفظِ نفس مسلمانوں کا فرضِ اوّلین ہے۔

toobaafoundation.com

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ

پھر جن عورتوں سے تم نے لُطفِ صحبت اُٹھایا ہو اُن کو اُن کا مقرر کردہ مہر دے دو اور اگر مہر ٹھہرانے

عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا

کے بعد تم باہم رضامندی سے مہر میں کچھ کمی بیشی کرلو تو کوئی ہرج نہیں ہے بلاشبہ اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

تفسیر فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ یعنی نکاح کرنے اور تمتع صنفی حاصل کرنے کے بعد تم عورتوں کا مہر مقررہ ادا کردو۔ کیونکہ درحقیقت مہر قربتِ صنفی کا معاوضہ ہے (حسن، مجاہد، ابن عباس، ابن عمر وغیرہ) بعض مفسرین اور تابعین نے اس آیت سے جواز متعہ پر استدلال کیا ہے۔ لیکن عام مفسرین و صحابہ کے نزدیک اس آیت میں تمتع سے نکاح کے بعد انتفاع صنفی اور قربت و وصل مراد ہے۔ ابن کثیر نے بھی یہی معنی مراد لئے ہیں اور اگر متعہ بھی مراد لیا جائے تو اس آیت کو منسوخ ماننا پڑے گا۔ حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ کی روایات صحاح ستہ اور دیگر سنن و مسانید میں موجود ہیں جن سے متعہ کا صریحی نسخ ظاہر ہوتا ہے

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مہر کی مقدار بجانب قلت تو معین ہے اور بجانب کثرت معین نہیں اور امام شافعیؒ کے مسلک پر قلت و کثرت دونوں زوجین کے اختیار میں ہیں۔ شرعاً مہر کی کوئی مقدار مقرر نہیں۔ حاصل اختلاف یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دس درم سے کم مہر نہ ہونا چاہیئے۔ باقی زیادتی کی کوئی حد مقرر نہیں۔ خواہ ہزار دو ہزار لاکھ دو لاکھ کتنی ہی رقم ہو سب جائز ہے۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک مہر کی کمی بھی محدود نہیں۔ ایک درم، آدھا درم جو کچھ تراضی زوجین سے طے ہو جائے صحیح ہے۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ یہ خطاب عام ہے۔ تمام مرد و عورتیں اس میں عموماً برابر ہیں۔ حاصل ارشاد یہ ہے کہ اگر مہر مقرر کرکے نکاح کرنے کے بعد مرد و عورت باہم رضامندی سے اپنے حق کو معاف کردیں تو کوئی ہرج نہیں ہے۔ عورت اگر کل مہر معاف کردے یا نصف مہر معاف کردے یا چوتھائی یا کوئی حصہ مرد کو ہبہ کردے یا مرد مقررہ مہر سے زیادہ دیدے تو جائز ہے۔ مگر باہمی رضامندی شرط ہے۔ جبریہ مہر معاف کرانا حرام ہے اور چونکہ زبردستی اور رضامندی کا علم غیروں کو نہیں ہوسکتا اور اس کا تعلق صرف معاشرتِ زوجین سے ہے۔ اس لئے ارشاد ہوتا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا خدا علیم و حکیم ہے۔ تراضی اور جبر سے وہ خوب واقف ہے۔ اگر زبردستی معاف کراؤ گے اور بیوی کی حق تلفی کروگے تو خدا تعالیٰ سزا دے گا اور چونکہ وہ حکیم بھی ہے۔ اس لئے کوئی حکم اُس کا مصلحت سے خالی نہیں۔ اگر شوہر نادار ہے مفلس ہے۔ زرِ مہر کی ادائیگی اُس سے ناممکن ہے تو بیوی کو معاف کردینا چاہیئے۔ معاف کردینا شرعاً جائز اور مبنی برحکمت ہے

مقصودِ بیان مہر انتفاع صنفی کا معاوضہ ہے۔ اگر خلوتِ صحیحہ نہ ہوئی ہو تو کل مہر واجب نہیں ہوتا۔ عورت اور خصوصاً حرہ عورت قابلِ حرمت و عزت ہے۔ اس کے حقوق کی پاسداری اور مہر کی ادائیگی لازم ہے۔ معافی مہر کا قانون مبنی برحکمت ہے۔ اگر معاف کرنا ناجائز ہوتا تو نادار شوہروں کو بڑی دشواریاں برداشت کرنی پڑتیں۔ عورت سے جبریہ مہر معاف کرانا قطعاً ناجائز ہے۔ آیت میں ضمنی اشارہ اس طرف بھی ہے کہ بیوی کے حقوق کو بیدردی سے پامال کرنا اور حقوقِ زوجیت کو ادا نہ کرنا اور حُسنِ معاشرت پہ کاربند نہ ہونا تعلیم اسلامی کے بالکل خلاف ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا

اور تم میں سے جس کو آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کا مقدور نہ ہو تو مملوک مسلمان

toobaafoundation.com

مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم مِّن فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ۚ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُم ۚ بَعْضُكُم مِّن

باندیوں سے نکاح کرلے اور اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے تم ایک دوسرے کی

بَعْضٍ ۚ فَانكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ

جنس سے ہو تو ان باندیوں سے اُن کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو اور دستور کے مطابق اُن کے مہر اُن کو دیدو بشرطیکہ وہ قیدِ نکاح

غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ ۚ فَإِذَا أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ

میں لائی جائیں بدکار اور خفیہ آشنائی نہ کریں پھر جب وہ قیدِ نکاح میں آچکیں اور اس کے بعد

بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ

زنا کا ارتکاب کریں تو اُن پر اس سزا کا نصف حصہ لازم ہے جو آزاد بیبیوں پر ہے یہ (نکاح کرنے کا حکم) تم میں سے اُس شخص کے

ع ۳ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنكُمْ ۚ وَأَن تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○

١ کے لئے ہے جس کو زنا میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو اور اگر صبر رکھو تو تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اور اللہ غفور رحیم ہے

تفسیر

مذکورہ بالا آیت میں آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کا بیان تھا اور چونکہ آزاد عورتوں سے نکاح کرنے میں مصارف زیادہ ہوتے ہیں اور مہر بھی زائد دینا پڑتا ہے۔ اس لئے ہر شخص کے واسطے آزاد عورتوں سے نکاح کرنا آسان نہیں اور مجرد رہنا بھی مصلحت کے خلاف ہے خطرے سے خالی نہیں۔ بنا بریں اس آیت میں پاکدامن لونڈیوں سے نکاح کا حکم دیا جاتا ہے۔

آیت مذکورہ میں طَوْل کے معنی مالداری اور تونگری کے ہیں۔ ابن عباس، مجاہد، سدی، سعید بن جبیرؓ اور عموماً جمہور علماء کا یہی قول ہے۔ البتہ قتادہ، نخعی اور بعض دیگر اکابر کے نزدیک صبر مراد ہے۔ ہم قول جمہور کے موافق تفسیری معنی بیان کرتے ہیں۔ حاصل ارشاد یہ ہے کہ:۔

وَمَن لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنكُمْ طَوْلًا أَن يَنكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم مِّن فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ

جس شخص کو آزاد ایماندار عفت مآب عورتوں سے نکاح کرنے کی مالی استطاعت نہ ہو اس کے واسطے ایک سہل ترکیب یہ ہے کہ کسی باندی سے بشرطیکہ وہ ایماندار ہو نکاح کرلے۔ اس صورت میں مہر بھی کم ادا کرنا ہوگا اور مصارف میں بھی زیادتی نہ ہوگی۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُم ۚ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ گزشتہ آیت میں باندی سے نکاح کرنے کی یہ شرط لگائی تھی کہ باندی مسلمان ہو۔ اس آیت میں انسانی مساوات کو ظاہر کرتے ہوئے ایمان کو وجہ ترجیح قرار دیا ہے۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ تمہارے ایمان سے خوب واقف ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ انسانی تفوق وامتیاز صرف ایمان واسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ آزاد ہو یا مملوک اس ترجیح ایمانی میں سب شریک ہیں۔ مومن ہونے کے بعد کسی کو کسی پر فوقیت و برتری نہیں ہے۔ سب آدمی ہیں۔ نسلی امتیاز ہیچ ہے۔ کل انسان بنی آدم ہیں اور آزاد و مملوک ہونا خارجی بات ہے۔ مملوک ہونے سے انسانیت میں کوئی کمی نہیں پیدا ہوجاتی لہٰذا فَانكِحُوهُنَّ تمہارے لئے مناسب ہے کہ لونڈیوں سے نکاح کرلو لیکن اس کے واسطے تین شرائط ہیں۔ پہلی شرط تو یہ ہے کہ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ باندیوں سے نکاح اُن کے مالکوں کی اجازت سے کیا جائے جب تک ان کی اجازت نہ ہو نکاح نہ کیا جائے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ جو کچھ مہر وغیرہ مقرر ہو دستور کے موافق بحُسنِ معاشرت اُن کو دے دیا جائے اور جو مصارف لازمی ہوں اُن کو پورا کیا جائے۔

toobaafoundation.com

مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ

باندیوں سے نکاح کرلے اور اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے تم ایک دوسرے کی

بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ

جنس سے ہو تو ان باندیوں سے اُن کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو اور دستور کے مطابق اُن کے مہر اُن کو دیدو بشرطیکہ وہ قیدِ نکاح

غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ

میں لائی جائیں بدکار اور خفیہ آشنائی نہ کرلیں پھر جب وہ قیدِ نکاح میں آچکیں اور اس کے بعد

بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ

زنا کا ارتکاب کریں تو اُن پر اس سزا کا نصف حصہ لازم ہے جو آزاد بیبیوں پر ہے یہ (نکاح کرنے کا حکم) تم میں سے اُس شخص کے

خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

ع ۱

لئے ہے جس کو زنا میں پڑجانے کا اندیشہ ہو اور اگر صبر رکھو تو تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اور اللہ غفور رحیم ہے

تفسیر مذکورہ بالا آیت میں آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کا بیان تھا اور چونکہ آزاد عورتوں سے نکاح کرنے میں مصارف زیادہ ہوتے ہیں اور مہر بھی زائد دینا پڑتا ہے۔ اس لئے ہر شخص کے واسطے آزاد عورتوں سے نکاح کرنا آسان نہیں اور مجرد رہنا بھی مصلحت کے خلاف ہے خطرے سے خالی نہیں۔ بنا بریں اس آیت میں پاکدامن لونڈیوں سے نکاح کا حکم دیا جاتا ہے۔

آیت مذکورہ میں طَوْل کے معنی مالداری اور تونگری کے ہیں۔ ابن عباس، مجاہد، سدی، سعید بن جبیرؓ اور عموماً جمہور علماء کا یہی قول ہے البتہ قتادہ، نخعی اور بعض دیگر اکابر کے نزدیک صبر مراد ہے۔ ہم قول جمہور کے موافق تفسیری معنی بیان کرتے ہیں۔ حاصل ارشاد یہ ہے کہ:۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ

جس شخص کو آزاد ایماندار عفت مآب عورتوں سے نکاح کرنے کی مالی استطاعت نہ ہو اس کے واسطے ایک سہل ترکیب یہ ہے کہ کسی باندی سے بشرطیکہ وہ ایماندار ہو نکاح کرلے۔ اس صورت میں مہر بھی کم ادا کرنا ہوگا اور مصارف میں بھی زیادتی نہ ہوگی۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ گزشتہ آیت میں باندی سے نکاح کرنے کی یہ شرط لگائی تھی کہ باندی مسلمان ہو اس آیت میں انسانی مساوات کو ظاہر کرتے ہوئے ایمان کو وجہ ترجیح قرار دیا ہے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ تمہارے ایمان سے خوب واقف ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ انسانی تفوق و امتیاز صرف ایمان و اسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ آزاد ہو یا مملوک اس ترجیح ایمانی میں سب شریک ہیں۔ مومن ہونے کے بعد کسی کو کسی پر فوقیت و برتری نہیں ہے۔ سب آدمی ہیں۔ نسلی امتیاز ہیچ ہے۔ کل انسان بنی آدم ہیں اور آزاد و مملوک ہونا خارجی بات ہے۔ مملوک ہونے سے انسانیت میں کوئی کمی نہیں پیدا ہوجاتی لہٰذا فَانْكِحُوْهُنَّ تمہارے لئے مناسب ہے کہ لونڈیوں سے نکاح کرلو لیکن اس کے واسطے تین شرائط ہیں۔ پہلی شرط تو یہ ہے کہ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ باندیوں سے نکاح اُن کے مالکوں کی اجازت سے کیا جائے جب تک ان کی اجازت نہ ہو نکاح نہ کیا جائے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ جو کچھ مہر وغیرہ مقرر ہو دستور کے موافق بحُسنِ معاشرت اُن کو دے دیا جائے اور جو مصارف لازمی ہوں اُن کو پورا کیا جائے۔

toobaafoundation.com

تیسری شرط یہ ہے کہ مُحْصَنٰتٍ غَیْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ لونڈیاں پاکدامن عفت کوش ہوں۔ علی الاعلان عصمت فروشی کرنے والیاں نہ ہوں اور نہ درپردہ خانہ نشین ہوکر آشنائی کرنے والیاں ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ شرافت و ناموس اور عزت وعفت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اُن سے نکاح کیا جائے۔ کوئی ایسی بات جو خلافِ شرافت وعفت ہو نہ کی جائے۔

فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ اب نکاح ہوجانے کے بعد (ابن عباس، ابوداؤد، مجاہد، عکرمہ، طاؤس، حسن، قتادہ وغیرہ) یا اسلام وعفت کے بعد (ابن مسعود، ابن عمر، انس، فاروق اعظم، اسود بن یزید، سعید بن جبیر، عطاء خراسانی، ابراہیم نخعی، شعبی، سدی وغیرہ) اگر لونڈیاں زنا کا ارتکاب کریں تو جتنی سزا اور شرعی حد دوشیزہ آزاد عورتوں کے واسطے زنا کی مقرر ہے اُس سے نصف ان باندیوں کو دینا چاہیے۔ آزاد دوشیزہ کو سَو دُرّے لگائے جاتے ہیں تو باندی کو پچاس کوڑے مارے جائیں۔

ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ باندیوں سے نکاح کرنے کا جواز صرف اُن لوگوں کے لیے ہے جن کو حرام کاری میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو اور اپنے نفس پر قابو نہ ہوسکے ورنہ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ صبر کرنا اور باندی سے نکاح نہ کرنا ہی افضل ہے (بہت سے فوائد اس کے اندر پوشیدہ ہیں۔ مثلاً حرّہ کی اولاد میں غلامی کی خو بو نہیں ہوتی اور باندی کی اولاد میں بطور توارث کے اپنی ماں کے اخلاق و اوصاف منتقل ہوکر آتے ہیں۔ حرّہ جس طرح اپنی اولاد کو تربیت کرسکتی ہے۔ باندی نہیں کرسکتی۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ خدا غفور رحیم ہے۔ اس نے اپنی رحمت سے انتہائی مجبوری کے وقت باندی سے نکاح کرنے کو جائز کردیا۔ نسلِ انسانی کے تفوق و امتیاز کو توڑ کر معیارِ برتری ایمان واسلام کو قرار دیا۔

مقصودِ بیان نسلی امتیاز، قومی وجاہت اور خلافِ اسلام رسم ورواج کو نہایت بلند آہنگی سے مخالفت، مساواتِ انسانی کا اظہار، اسلام واتقاء پہ برتری و تفوق کا دار مدار، عفت کوشی اور حفظِ ناموس کی نہایت بلیغ تعلیم، حقوقِ زوجیت ادا کرنے کا ضمنی حکم، بغیر مالک کی اجازت کے باندی کا نکاح نہ ہونے کی صراحت، آزاد دوشیزہ سے شادی شدہ باندی کے لیے زنا کی سزا میں تنصیف، حریت و تربیتِ اولاد کی طرف نازک ترین پیرایہ میں ایماء، ترغیب وغیرہ۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ

اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے سامنے کھول کر بیان کردے اور ان لوگوں کے راستہ پر تم کو چلائے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور تم پر توجہ فرمائے

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ قف وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ

اور اللہ باخبر و باحکمت ہے اور اللہ تم پہ توجہ کرنی چاہتا ہے اور جو لوگ خواہشات کے پیچھے پڑے

يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ۝ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ

ہوئے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم (راہِ راست سے) بہت دور جاپڑو اللہ تم سے بوجھ ہلکا کرنا چاہتا

عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ۝

ہے اور انسان کمزور ہی پیدا کیا گیا ہے

تفسیر يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ یعنی خدا تعالیٰ نے جو یہ احکام اور قوانین تمہارے لئے بیان کئے ہیں۔ یہ درحقیقت تمہارے ہی فائدہ کے لئے ہیں خدا چاہتا ہے کہ جو احکام تمہارے واسطے سودمند ہیں۔

toobaafoundation.com

اُن کو کھول کر بیان کر دے اور سلفِ صالحین کو جس طرح ہدایت کی تھی اسی طریقِ ہدایت کی تم کو بھی تعلیم دے اور تم کو منزلِ مقصود تک پہنچا دے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ اب اگر اشیاء کی تحلیل تحریم اور اوامر و نواہی میں تم کو شیطانی شکوک واقع ہوں اور احکام کی مصلحت ، حکمت تمہاری سمجھ میں نہ آئے تو تم کو سمجھ لینا چاہیئے کہ خدا علیم حکیم ہے۔ ہر چیز کے فوائد اور ہر حکم کے مصالح سے وہ بخوبی واقف ہے۔ اس کا کوئی فعل اور کوئی حکم مصلحت و حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ خواہ اس کی خوبی تمہاری سمجھ میں آئے یا اغوائے شیطانی کی وجہ سے تم اس کے فوائد کو نہ سمجھ سکو۔

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ شہوت پرست مجوسی اپنے خیالاتِ فاسدہ مسلمانوں میں پھیلاتے تھے اور کہتے تھے کہ شریعتِ اسلامی بھی عجیب شریعت ہے خالہ اور پھوپھی کی بیٹیوں سے تو نکاح حلال کر دیا اور بھانجی بھتیجی کو حرام قرار دے دیا حالانکہ اصول کے اعتبار سے سب کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ نہ خالہ پھوپھی سے جائز ہے۔ بہن سے پھر یہ تفریق کیوں ہے (روح المعانی) کمالین میں ہے کہ یہودیوں کے نزدیک بھانجی بھتیجی اور علاتی بہن سے نکاح درست تھا اور بندگانِ نفس بھانجیوں، بھتیجیوں اور بہنوں کو بھی شہوت رانی کا آلہ بنا لیتے تھے۔ اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ اس مکمل آیت میں اسلام کا معتدل راستہ صاف ظاہر کر دیا گیا ہے اور دیگر مذاہب کی افراط و تفریط کی تردید کی طرف نہایت واضح اشارات کر دیئے گئے ہیں۔ اسلام کے راہِ مستقیم کی طرف تو آیت مذکورہ کے بالا ٹکڑے میں اشارہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ:۔ خدا چاہتا ہے کہ تم پر مہربانی کرے اور تمہارے حال پر توجہ فرمائے۔ یعنی افراط و تفریط کو چھوڑ کر سیدھا راستہ تم بتا دے۔ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا اور پرستارانِ شہوت چاہتے ہیں کہ تم سیدھے راستہ سے بالکل دور جا پڑو (یعنی ماں، بہن، بھانجی، بھتیجی وغیرہ کو شہوت رانی کا ذریعہ بنا لو اور راہِ راست سے بھٹک جاؤ اور بالکل شتر بے مہار بن جاؤ۔ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ اور خدا چاہتا ہے کہ تمہارے لئے احکام میں سہولت و تخفیف کر دے نہ یہ کہ تم شتر بے مہار بن جاؤ اور نہ یہ کہ احکام میں تنگی اختیار کرو۔ انتہائی تنگ خیال اور تنگ عقیدہ بن جاؤ کیونکہ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا انسان فطرتاً کمزور پیدا ہوا ہے۔ سخت احکام کو برداشت نہیں کر سکتا۔ قوتِ شہوانیہ کو بالکل دبا نہیں سکتا۔ نفس و خیالات کو مٹا نہیں سکتا اور عورتوں سے قطع تعلق پر صبر نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اس کے لئے صحیح اور معتدل راستہ ہونا چاہیئے تاکہ اس پر چل کر مقتضائے فطرت کو بغیر زیادتی کمی کے پورا کر سکے۔

مقصودِ بیان قانونِ ہدایت خدا تعالیٰ نے تمام عالم کے لئے ایک ہی بنایا ہے۔ صرف جزئیات اور دفعات کا فرق ہے۔ اسلام افراط و تفریط کے درمیان راہِ مستقیم کا نام ہے۔ دیگر مذاہب نے کج مج پگڈنڈیاں اختیار کیں اور سیدھا راستہ چھوڑ دیا۔ قوتِ شہوانیہ کو مردہ کر لینا اور تارک الدنیا سادھو بن جانا فطرتِ انسانی کے خلاف ہے۔ اسلام شہوت پرستی سے روکتا ہے اور جائز طور پر مقتضائے طبعی پورا کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ وغیرہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً

مسلمانو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناجائز طور پر مت کھاؤ ہاں اگر تمہاری آپس کی رضامندی سے

عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۣ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ وَمَنْ

خرید و فروخت ہو تو کوئی ہرج نہیں ہے اور خودکشی نہ کرو بلاشبہ اللہ تم پر مہربان ہے جو شخص

يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ

بے جا طور پر اور زیادتی کر کے ایسا کرے گا ہم عنقریب اس کو دوزخ میں داخل کر دیں گے اور ۳۰ اللہ

toobaafoundation.com

عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝

پر　سہل　ہے

تفسیر گزشتہ آیات میں حقوقِ نسوانی کی ادائیگی اور معاشرت زوجی کو بطریقِ احسن انجام دینے کی تعلیم دی گئی تھی۔ اب عام معاشرت اقتصاد اور اخلاق کی اصلاح کا حکم دیا جاتا ہے اور بعض اخلاقی معاشرتی جرائم کی ممانعت کی جاتی ہے۔ حاصل آیت کا یہ ہے کہ:۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ۔ مسلمانو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر نہ کھاؤ یعنی غصب، چوری، ڈاکہ، خیانت، رشوت، دغا بازی اور سود خواری وغیرہ کے ذریعہ سے حصولِ مال کی کوشش نہ کرو۔ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ہاں اگر باہمی رضامندی سے خرید و فروخت کر کے مال حاصل کرو تو اس کا کھانا مضرت رساں نہیں ہے۔ مگر رضامندی ضروری ہے خواہ قولی ہو یا فعلی یا دونوں۔ خلاصہ یہ کہ ناجائز ذرائع سے پرایا مال نہ حاصل کرو۔ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اور باہم خونریزی بھی نہ کرو۔ آپس میں ایک دوسرے کو ناحق قتل بھی نہ کرو کیونکہ تم سب ایک ہی ہو۔ کل بنی آدم بھائی بھائی ہیں۔ خصوصًا اسلام نے تو رشتہ اخوت اور مضبوط کر دیا ہے تو جس طرح خودکشی کرنا حرام ہے اسی طرح دوسرے کو بلا وجہ قتل کرنا بھی حرام ہے۔ حاصل مطلب یہ نکلا کہ پرائی جان مال کا احترام کرو۔ نہ کسی کی بلا قصور جان لینے کی کوشش کرو، نہ کسی کا مال دھوکا فریب سود اور جبر و ظلم سے حاصل کرو۔ کیونکہ تم سب ایک ہو۔ ایک کا مال ویسے ہی دوسرے کی نظر میں محترم ہونا چاہیے جس طرح اپنا مال ہوتا ہے اور دوسرے کی جان بھی ایسی ہی پیاری ہونی چاہیے جیسے اپنی ہوتی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ واقعہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ تم پر بڑا مہربان ہے۔ مال جان کا احترام تم پر اس نے واجب کر دیا۔ بنی اسرائیل کی طرح توبہ کے لئے قتلِ نفس کو ضروری کیا جائز بھی قرار نہ دیا۔ تم مظہر اسرارِ رحمانی ہو۔ خدا تعالیٰ کی صفتِ رحمت تمہارے شاملِ حال ہے۔ لہٰذا تم خود بھی دوسرے کی جان و مال کا احترام کرو۔ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۔ اب جو شخص کسی کے جان و مال پر چیرہ دستی کرے گا اور ناحق کسی کا مال مارے گا یا جان لے گا تو ہم اس کو دوزخ میں داخل کریں گے (وہاں کسی کی دولت جمع کیا ہوا مال ناجائز حاصل کی ہوئی عزت و حکومت اور کوہ شکن طاقت کام نہ آئے گی) کیونکہ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝ یہ بات خدا کے واسطے بہت آسان ہے۔ دوزخ میں داخل کرنا اور بداعمالیوں کی سزا دینا اُس کے نزدیک کچھ دشوار نہیں ہے۔

مقصودِ بیان پرائے مال میں تصرف ناحق قطعًا حرام ہے۔ چوری، ڈاکہ، غبن، خیانت، فریب، دغا، رشوت، غصب اور دیگر اقسام کے تمام ناجائز ذرائع سے مال حاصل کرنا کسی طرح جائز نہیں۔ تجارت سے منافع حاصل کرنے جائز ہیں۔ تجارت بغیر تراضی طرفین کے نہیں ہوتی۔ کسی کو مجبور کر کے خرید یا فروخت کا اقرار کرنا شرعی تجارت کے لئے ناکافی ہے۔ خرید فروخت کے لئے لفظی ایجاب و قبول ہی ضرور نہیں۔ بلکہ رسمی اور رواجی اشارات جو ایجاب و قبول کا اظہار کرتے ہوں کافی ہیں۔ قتل نفس چیرہ دستی اور ظلم کسی کے ساتھ ناجائز ہے۔ اس میں ایک لطیف اشارہ اس طرف ہے کہ قصاص لینا بشرطیکہ عدالتِ شرعی نے فیصلہ کر دیا ہو ناجائز نہیں ہے۔ انسان اسرارِ رحمانی کا مظہر ہے۔ آیت میں نازک ترین ایما اس طرف ہے کہ تمام بنی آدم بھائی بھائی ہیں اور تمام مسلمانوں کا مجموعہ تو مثل ایک جسم کے ہے اور ہر مسلمان مثل عضو کے ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ دوسرے کی جان و مال کا احترام اپنی جان و مال کی طرح کرے۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ

اگر تم ممنوعہ کبیرہ　گناہوں سے بچے رہو گے　تو چھوٹے گناہ　ہم تم سے　ساقط کر دیں گے　اور تم کو عزت کے

مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ۝

مقام میں　داخل　کریں گے

toobaafoundation.com

تفسیر یہ آیت گزشتہ آیت کا تکملہ ہے۔ اس میں توبہ کی ترغیب دی گئی ہے اور نیک اعمال کی طرف خاص توجہ دلائی گئی ہے۔ گویا پہلی آیت میں معاشرتی اخلاقی اور اقتصادی محرمات کی اصلاحی ہدایت تھی اور اس آیت میں ہدایت سے قبل کے گناہوں کی معافی کا اعلان ہے۔

حاصلِ ارشاد یہ ہے کہ:- اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچوگے جن کی شریعت میں ممانعت کردی گئی ہے نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ تو ہم چھوٹے چھوٹے گناہ ویسے ہی معاف کردیں گے اور اپنی رحمت و مغفرت سے صغیرہ گناہوں کی سزا دیئے بغیر جنت میں داخل کردیں گے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کبیرہ گناہ سات سو کے قریب ہیں۔ بعض علماء نے ستر کی تعداد بیان کی ہے۔ مختلف حدیثوں سے مختلف تعداد معلوم ہوتی ہے۔ علمائے اہلِ سنت کا صحیح فیصلہ یہ ہے کہ کبیرہ وہ گناہ ہے جس کے کرنے پر شرع میں وعید آئی ہے خواہ اس کی کوئی دنیوی سزا اور حد مقرر کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو۔ مثل قتل، زنا، چوری، جھوٹی گواہی، والدین کی نافرمانی وغیرہ۔ درحقیقت ہر گناہ اپنے سے بالاتر گناہ کی بہ نسبت صغیرہ ہے اور زیریں گناہ کا لحاظ کرتے ہوئے کبیرہ ہے۔ اس لئے کبیرہ اور صغیرہ کا معیار تعین صرف یہ ہو سکتا ہے کہ جس گناہ پر شرعًا وعید ہے وہ کبیرہ ہے ورنہ صغیرہ۔

مقصودِ بیان کبیرہ گناہوں سے اجتناب رکھنے کے بعد بغیر توبہ کے ہی صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں (اور توبہ کرنے سے کبیرہ گناہ بھی معاف کردیئے جاتے ہیں) آیت میں توبہ کی ترغیب، ترکِ کبائر کی ہدایت اور مطلق گناہ سے عمومی بازداشت ہے۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا

اور تم ایسے امر کی ہوس نہ کرو جس میں اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا کی ہے مردوں کے لئے اُن کے اعمال کا خصوصی

اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ

حصہ ہے اور عورتوں کے لئے اُن کے اعمال کا خصوصی حصہ ہے اور اللہ سے اس کا فضل مانگتے رہو بلاشبہ

اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝

اللہ ہر چیز سے خبردار ہے

تفسیر ایک عورت نے حضور والا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! عورتوں کو میراث میں مردوں سے نصف حصہ ملتا ہے تو کیا نیک اعمال کا بھی ان کو نصف اجر ہی ملے گا؟ اُس وقت یہ آیت اُتری۔ بعض روایات میں مذکور ہے کہ اُمّ المومنین حضرت ام سلمہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکورہ بالا سوال کیا تھا۔ حاصلِ ارشاد یہ ہے کہ:-

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ واقعی خدا نے اپنی مصلحت و حکمت کی بنا پر عورتوں کا حصہ میراث میں مردوں سے نصف رکھا ہے اور اس استحقاقِ میراث میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے مگر تم کو باہم ایک دوسرے پر رشک و حسد نہ کرنا چاہئے (کیونکہ ان بعض احکام میں تفریق تو مصلحت پر مبنی ہے باقی لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ اخروی اجر کے اعتبار سے سب برابر ہیں۔ عورتیں ہوں یا مرد سب کو اپنے اپنے اعمال کا پورا پورا اجر ملے گا۔ لہٰذا مناسب ہے کہ ایک دوسرے پر رشک و حسد نہ کرو کیونکہ اس کا کیا قصور ہے۔ خداداد فضیلت و برتری اسی کو حاصل ہے بلکہ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ خدا سے اپنی حاجت کا سوال کرو اور اسی سے فضل کے طالب ہو۔

آیت مذکورہ کی تفسیر میں سدی کا قول مروی ہے کہ چند مردوں نے خواہش کی تھی کہ جس طرح ہمارا حصہ میراث میں عورتوں کے حصے سے دوچند

toobaafoundation.com

ہے اسی طرح ہمارا اجر بھی دو چند ہونا چاہیئے۔ اس کے علاوہ عورتوں نے بھی تمنا کی تھی کہ ہم کو شہیدوں کا ثواب ملنا چاہیئے۔ کیونکہ اگر ہم پر جہاد فرض کیا جاتا تو ہم ضرور راہِ خدا میں لڑتیں ان دونوں تمناؤں سے اس آیت میں منع کر دیا گیا اور فرما دیا گیا کہ ایسی تمنا نہ کرو مرد و عورت کے لئے علیحدہ علیحدہ مخصوص اجر ہے۔ بہر حال آیتِ مذکورہ نے حسد و رشک کی بیخ کنی کر دی۔ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا گزشتہ حکم کی یہ لطیف ترین توجیہ ہے یعنی باہم ایک دوسرے کی خداداد فضیلت و برتری دیکھ کر رشک نہ کرو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ہر چیز ہر حکم اور ہر مصلحت و حکمت سے خوب واقف ہے۔ ہر صنفِ انسانی کی قابلیت کے موافق اس نے فضیلت عطا کی ہے اور ہر شخص کی صلاحیت و استعداد کے مطابق وہ سرفراز فرماتا ہے۔ اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا ہے۔

مقصودِ بیان خدا تعالیٰ نے ہر صنفِ انسانی کو بعض اوصاف میں دوسری صنف سے امتیاز عطا کیا ہے۔ خداداد فضل پر رشک و حسد کرنا حرام ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہر شخص کو اس کی قابلیت اور اپنی حکمت و مصلحت کے موافق نعمت سے سرفراز فرمایا ہے۔ عورت و مرد بلکہ ہر شخص کا مخصوص اجر علیحدہ علیحدہ ہے۔ ہر صنف کا اور ہر فرد کو اس کے اعمال کا مخصوص اجر ملے گا ہر کشائش و نعمت و عافیت کا سوال خدا ہی سے کیا جائے۔

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ۚ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ

اور ہر ایک کے لئے ہم نے اس مال میں وارث مقرر کر دیئے ہیں جو والدین اور رشتہ دار چھوڑ کر مر جائیں اور جن سے تم نے عہد باندھا

أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ع

ہو ان کو ان کا حصہ دے دو بلاشبہ اللہ ہر چیز پر مطلع ہے

تفسیر اس آیت کے شانِ نزول میں اختلاف ہے (۱) بعض مفسرین کا قول ہے کہ مہاجرین میں سے اکثر لوگوں کے اقرباء کافر تھے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو مسلمانوں کو باہم بھائی بھائی بنا دیا تھا وہی ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے لیکن جب ان کے اقرباء مسلمان ہو گئے تو یہ آیت نازل ہوئی اور حکم ہو گیا کہ میراث اہلِ قرابت ہی کے لئے ہے اور منہ بولے بھائیوں سے زندگی میں جو کچھ سلوک کیا جائے یا مرتے وقت ان کے واسطے وصیت کر دی جائے۔ بس اس کے سوا ان کو ترکہ میں اور کوئی استحقاق نہیں۔

(۲) بعض روایتوں میں ہے کہ چونکہ حضرت ابوبکر رضؓ کا بیٹا مسلمان نہ ہوا تھا۔ اس لئے صدیق اکبر رضؓ نے قسم کھائی تھی کہ میں اپنی میراث سے اس کو محروم رکھوں گا۔ بعد میں وہ مسلمان ہو گئے تو ان کے وارث بننے اور حصہ ملنے کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

(۳) امام بخاری نے بروایت ابن عباسؓ بیان کیا ہے کہ جب مہاجرین ہجرت کر کے مدینہ میں آئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات کرا دی اور برادری کا معاہدہ کرا دیا۔ اگر انصاری مرتا تو اس کا مہاجر بھائی اس کے مال کا وارث ہوتا اور اہلِ قرابت محروم رہتے۔ لیکن جب اسلام کو قوت ہو گئی تو یہ آیت نازل ہوئی اور حکم سابق منسوخ ہو گیا۔ میراث کے مستحق صرف اہلِ قرابت قرار پائے اور منہ بولے بھائی کے لئے صرف وصیت کا حکم باقی رہ گیا۔ اس کے علاوہ اور اقوال بھی آیتِ مذکورہ کے شانِ نزول کے ذیل میں مختلف مفسرین نے بیان کئے ہیں جن کو ہم بخوفِ طوالت ترک کرتے ہیں۔

حاصلِ ارشاد یہ ہے کہ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ۔ والدین اور قریبی رشتہ داروں کے ترکہ کے وارث ہم نے مقرر کر دیئے ہیں۔ وہی مالِ میراث کے مستحق ہیں اور انہیں کا ترکہ میں حصہ متعین ہے۔ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ باقی جن لوگوں سے تم نے عہد و پیمان کر لیا ہو اور مواخات قائم کر لی ہو تو ان کے حق میں وصیت کر جاؤ اور وصیتِ شرعی کے موافق جو ان کا حصہ ہو وہ دے دو میراث سے ان کا

toobaafoundation.com

کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس آیت کا یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ والدین اور اقرباء کے ترکہ کا وارث ہم نے اقرباء کو مقرر کردیا۔ مگر منہ بولے بھائیوں کو بھی ان کا مقررہ حصہ دے دو اور میراث میں جو چھٹا حصہ ان کا مقرر ہے۔ وہ ضرور ان کو پہنچا دو۔ اس تفسیر کی تقدیر پر آیت میراث اس آیت کی ناسخ ہوگی۔

ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اہلِ قرابت کو تو خدا نے ترکہ کا مستحق قرار دیا ہی ہے۔ لیکن اگر اہلِ قرابت نہ ہوں تو منہ بولے بھائیوں کو کل میراث دے دو۔ تینوں معنی صحیح ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدًا۔ یہ گزشتہ سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ یعنی حکم مذکورہ بالا میں کوئی تصرف و تغیر اپنی طرف سے نہ کرو اور رسم و رواج کو احکام الٰہی میں دخل نہ دو۔ ورنہ خوب سمجھ لو کہ خدا ہر چیز سے بخوبی واقف ہے اور ہر چیز اس کے سامنے حاضر ہے۔ کوئی ذرہ اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ احکام شریعت کی خلاف ورزی کرنے والوں کو وہ سزا دے گا۔

مقصود بیان

اسلام نے رشتۂ قرابت کے لحاظ کے علاوہ رشتۂ اتحاد و دوستی کے احترام کی بھی خصوصی تعلیم دی ہے۔ یہاں تک کہ مرنے کے بعد بھی دوست کے مال میں سے دوسرے دوست کو کچھ نہ کچھ دینے کی ہدایت کی ہے۔ اس سے دو مقصود ہیں۔ اول یہ کہ تفریق خاندانی سے اسلامی اتحاد میں تفرقہ نہ ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ فقراء و مساکین کی ہمدردی اور دستگیری بھی ایک حد تک ہو جائے۔ وغیرہ

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَہُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا

مرد عورتوں پر حاکم ہیں کیونکہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا کی ہے اور اس لئے کہ مرد اپنے مال

مِنْ اَمْوَالِہِمْ ۭ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ ۭ

خرچ کرتے ہیں پس نیک بیبیاں تو کہنا مانتی ہیں اور بحفظ خدا پیٹھ پیچھے حفاظت رکھتی ہیں۔

تفسیر

حضرت سعد بن ربیع انصاری نے ایک بار اپنی بیوی کے منہ پر کسی ناراضی کی وجہ سے طمانچہ مارا وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور اظہارِ واقعہ کرنے کے بعد داد خواہ ہوئیں۔ حضورؐ نے فرمایا عوض ضروری ہے بدلہ لینا چاہیے۔ اس وقت آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

حاصلِ ارشاد یہ ہے کہ:۔ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ خدا نے مردوں کو بالا دست بنا دیا ہے۔ عورتوں کی حفاظت اور سرپرستی انہی سے وابستہ ہے۔ مرد عورتوں کو کجروی سے روک سکتے ہیں اور مصالح و ضروریات کا لحاظ کرکے عورتوں کی اصلاح کے وہی ذمہ دار ہیں۔ وہ راعی ہیں اور عورتیں رعایا ہیں۔ اور اس کی دو وجہیں ہیں۔ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَہُمْ عَلٰی بَعْضٍ اول وجہ تو خداداد ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کی ایک صنف کو دوسری صنف پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ مرد کو عورت سے افضل بنایا ہے۔ علم و دانش، معاملہ فہمی، سیاست و انتظام، درستگی اسباب، کسب معاش، کمالِ عقل اور جسمانی ساخت کی قوت کے لحاظ سے مرد عورت سے بالاتر ہے۔ قوتِ فکریہ مرد کی روشن ہے۔ انتظام ملکی اور اصلاحِ دینی میں عموماً مرد عورتوں سے افضل ہیں۔ محنت و مشقت اور جفا داری کے کام جو مرد انجام دے سکتا ہے عورت ان کی تکمیل سے قاصر ہے۔ عورت فطرۃً نازک اندام ضعیف القویٰ اور نازک اعضاء واقع ہوئی ہے۔ لہٰذا مرد راعی اور عورت رعیت، مرد محافظ اور عورت محروس قرار پائی۔ وَبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِہِمْ دوسری وجہ رواجی ہے۔ مرد عورت کے تمام ضروریاتِ حیات کی فراہمی کا ذمہ دار ہے۔ اپنا مال عورت کی دلجوئی اور نگہداشت میں صرف کرتا ہے۔ کمائی کرتا ہے اور عورت کی خاطرداری میں اس کو خرچ کرتا ہے۔ عورت مایۂ نازِ ملک حسنِ لطیف اور ملکۂ نزاکت ہے۔ خود کمائی کرنے سے اکثر قاصر ہے۔ مرد کی دست نگر ہے۔ اپنی ضروریاتِ زندگی اور لوازمِ زندگی کی فراہمی میں مرد کی محتاج ہے۔ لامحالہ مربی تربیت یافتہ سے افضل اور محتاج الیہ محتاج سے برتر ہونا چاہیے اور موخر الذکر کو مقدم الذکر کی اطاعت فرماں پذیری اور ضروریاتِ زندگی و مصالحِ دینی میں عموماً (باستثناء بعض) اطاعت شعار رہنا چاہیے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ اگر صنف اعلیٰ صنف ادنیٰ کو کسی دینی یا دنیوی مصلحت

toobaafoundation.com

کی بنا پر بہت معمولی تنبیہ کرے تو صنفِ ضعیف مقابلہ کے لئے تیار ہو جائے اور احمقانہ معاوضہ کی خواستگار بنے ۔ اس کلام کا نتیجہ یہ نکلا کہ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ نیک بیبیاں حکمِ الٰہی کے موافق اور احکامِ شریعت کا اتباع کرتے ہوئے اپنے شوہروں کی جائز امور میں فرماں پذیری اور اطاعت گزاری کریں (تاکہ انتظام عالم میں خلل نہ واقع ہو) یہ اس صورت میں جبکہ شوہر سامنے موجود ہوں اور حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ ۔ اگر شوہر سامنے موجود نہ ہوں کہیں کاروبار میں مشغول ہوں یا سفر میں ہوں تو اُن کی غیبت میں ناموس و عزت اور اُن کے مال کی حفاظت و نگہداشت رکھیں ۔ کیونکہ آخر بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ خدا نے بھی تو عورتوں کی نگہداشت کی ہے اور شوہروں کو حکم دیا ہے کہ بیویوں کے حقوق کی پاسداری کریں اور اُن کے ساتھ حسنِ سلوک اور نرم کلامی سے پیش آئیں ۔ اپنا دست رنج اور کمایا ہوا مال اُن کی آسائش ، دلجوئی اور ضروریاتِ زندگی کی فراہمی میں صرف کریں اور ہر وقت ان کو خوش رکھیں ۔

مقصود بیان مرد عورت سے فطرتاً بھی افضل ہے اور رواجاً بھی ۔ مرد و عورت کے فرائضِ زندگی جدا جدا ہیں ۔ مرد کی ساخت قوی اور عورت کی ساخت کمزور ہے ۔ مرد کی عقل تیز اور سیاستِ ملکی و ملی کا سلیقہ کامل ہے اور عورت مرد کی بہ نسبت ان امور سے قاصر ہے مرد کو عورت کی آسائش ، دلجوئی اور خوشی منظور نظر ہونی چاہیئے تو عورت کو مرد کی عزت و ناموس قائم رکھنی اور مال کی نگہداشت کرنی اور امورِ شرعیہ میں اطاعت شعاری کرنی لازم ہے ۔ مرد کا کام کمانا اور عورت کا کام کفایت شعاری اور سلیقہ سے صرف کرنا ہے ۔ مرد عورت کے مصارف کا ذمہ دار ہے ۔ اور عورت انتظامِ خانگی اور مرد کی اندرونی آسائش کی کفیل ہے ۔ آیت مذکورہ میں ان تمام امور کو صراحۃً اور اشارۃً بیان کیا گیا ہے ۔ وغیرہ

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ

اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تم کو اندیشہ ہو اُن کو سمجھاؤ اور خواب گاہوں میں ان کو تنہا چھوڑ دو اور اُن کو مارو

فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ۝ وَاِنْ

اس کے بعد اگر وہ تمہارا کہنا ماننے لگیں تو پھر الزام کی راہ اُن پر دھرنے کی تلاش نہ کرو بلاشبہ اللہ عالی شان اور عظیم المرتبہ ہے اور اگر

خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ

تم کو میاں بیوی کی باہمی مخالفت کا اندیشہ ہو تو ایک پنچ مرد کے کنبہ میں سے اور ایک پنچ عورت کے کنبہ میں سے بھیجو

اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ۝

اگر یہ دونوں صلح کرا دینی چاہیں گے تو اللہ ان دونوں میں ملاپ کر دے گا بلاشبہ اللہ واقف کار خبردار ہے

تفسیر سابق آیات میں مردوں کی بالادستی اور فطری و شرعی و رواجی فضیلت و برتری کا اظہار تھا اور عورتوں کو شوہروں کی اطاعت گزاری اور فرماں پذیری کی ہدایت تھی ۔ اس آیت میں سرکش اور نافرمان عورتوں کی اصلاحی تدابیر کا ذکر ہے ۔ حاصلِ ارشاد یہ ہے کہ :-

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ اگر مرد کو عورت کی سرتابی و نافرمانی کا یقین ہو گردن کشی اور سربلندی کی علامات پیدا ہو گئی ہوں ۔ عورت کو شوہر سے ظاہری نفرت پیدا ہو جائے ۔ زبان درازی اور جواب دہی کرنے لگے ، کہنا نہ مانے اور طور طریق سے معلوم ہو جائے کہ اس نے مخالفت اور گردن کشی شروع کر دی ہے تو ایسی عورت کی اصلاح کی تین تدبیریں ہیں ۔ فَعِظُوْهُنَّ اول تو یہ کہ اس کو نصیحت کرو ، خدا کا خوف دلاؤ ، نرم کلامی سے سمجھاؤ ، نہایت آہستگی اور خوش کلامی سے فہمائش کرو تاکہ وہ اپنی بیجا حرکات اور سرکشی چھوڑ دے ۔ اگر اس پر بھی نہ مانے تو وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ اس کے ساتھ شب باشی اور ہم کنی چھوڑ دو ۔ قربت صنفی سے کنارہ کش ہو جاؤ تاکہ اس پر تمہاری ناراضگی ظاہر ہو جائے اور وہ اندرونی محبت سے مجبور ہو کر تم کو رضامند کر لے کہ

تمہاری مخالفت اور جبرہ دستی اور تند خوئی سے باز آجائے۔ اگر اب بھی نہ مانے تو وَاضْرِبُوْهُنَّ بطور تنبیہ کے کسی قدر مارو۔ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ عورت کو تکلیف دہ صورت سے مارنا ناجائز ہے۔ یعنی کسی قدر طمانچہ وغیرہ مارو کہ بدن پر نشان بھی نہ ہو، زخم بھی نہ آئے، ہڈی پسلی بھی نہ ٹوٹے (ابن عباس و حسن بصری) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر بدرجہ مجبوری عورت کو خفیف طور پر مارنے کی اجازت قرآن میں موجود ہے، مگر نہ مارنا اولیٰ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی امہات المومنین کو زدو کوب نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ عورتوں کی دلجوئی اُن سے نرم کلامی کرنے اور حسنِ سلوک سے پیش آنے کی نصیحت فرمائی۔ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۝ مذکورہ بالا تدبیروں سے اگر عورت کی اصلاح ہوجائے اور تمہارا کہنا ماننے لگے اور مخالفت چھوڑ دے تو پھر خواہ مخواہ تم خوردہ گیری اور نکتہ چینی کرکے اس کو پریشان نہ کرو اور بلاوجہ زیادتی کرنے کا راستہ نہ ڈھونڈھو اور یہ خیال نہ کرو کہ ہم عورت کے حاکم مطلق اور مختارِ کل ہیں۔ ہم کو ہر طرح جا بیجا گرفت کرنے اور پریشان کرنے کا حق ہے۔ کیونکہ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ۝ خدا تعالیٰ سب سے بڑا اور بالادست ہے۔ تم حاکم مطلق نہیں ہو۔ خدا حاکم مطلق ہے جب وہ تمہاری عیب پوشی کرتا ہے اور نکتہ گیری نہیں کرتا تو تم کو بھی اپنے ماتحت ضعیف مخلوق کے ساتھ یہی معاملہ کرنا چاہیئے۔ اگر مذکورہ بالا تمام تدابیر اصلاح کے لئے ناکافی ہوں اور خود بخود معاملہ کے سلجھنے کی کوئی صورت نظر نہ آئے۔ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا اور زوجین کے درمیان نفاق و خلاف کی خلیج بالکل نمایاں ہوجائے اور یقین ہوجائے کہ خود بخود صلح نہیں ہوسکتی۔ شوہر چشم پوشی نہ کرتا ہو نہ طلاق دیتا ہو۔ عورت حقوقِ شوہری کو نہ ادا کرتی ہو اور دونوں طرف سے ناجائز حرکات سرزد ہوتی ہوں اور ہر شخص اپنے کو حق بجانب سمجھتا ہو تو ایسی صورت میں فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا حاکمِ وقت پر لازم ہے کہ ایک پنچ شوہر کے طرفداروں میں سے اور ایک پنچ عورت کے طرفداروں میں سے مقرر کرے اور یہ دونوں ہر شخص کی تفصیلی حالت معلوم کرکے فیصلہ کریں اور کسی ایک خیال پر جمع ہوجائیں۔ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اب اگر زوجین یا دونوں پنچ اصلاح کی نیت رکھیں گے اور خلوصِ نیت سے معاملہ کو سلجھانا چاہیں گے تو انجام بخیر ہوگا کام بن جائے گا۔ اور خدا تعالیٰ اصلاح کی کوئی صورت نکال دے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ۝ خدا تعالیٰ علیم اور واقف ہے۔ وہ ہر شخص کی نیت کو جانتا ہے۔ اس لئے پنچوں کا فرض ہے کہ نیک نیتی سے کام کریں۔ کسی کی جنبہ داری نہ کریں۔ اور جہاں تک ممکن ہو اصلاح کی کوشش کریں۔

اگر پنچ امام المسلمین نے زوجین کے طرفداروں میں سے انتخاب کرکے مقرر کئے ہوں تو بالاتفاق پنچوں کو تفریقِ زوجین کا بھی حق ہے اور وہ بغیر شوہر کی رضامندی کے طلاق دلاسکتے ہیں اور اگر حاکمِ وقت نے پنچوں کو طلاق دلانے کا اختیار نہ دیا ہو تو حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور اوزاعیؒ وغیرہ کے نزدیک پنچوں کو طلاق دلانے کا حق ہے اور عطاء خراسانیؒ، حسن بصریؒ اور امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کے نزدیک تفریق کا استحقاق پنچوں کو نہیں ہے۔

مقصودِ بیان سرکش اور نافرمان عورت کو سمجھانے اور راہِ راست پر لانے کی کوشش اٹھا نہ رکھنی چاہیئے۔ نسوانی طبائع کی تین قسمیں ہیں کسی کو نرمی سے سمجھانا مفید ہوتا ہے۔ کسی کو شوہر کی چشم نمائی اور روگردانی شاق گزرتی ہے اور وہ محبتِ صنفی سے مجبور ہوکر راہِ راست پر آجاتی ہے۔ کوئی زیادہ بیہودہ اور احمق ہوتی ہے تو اُس کو خفیف تنبیہ کافی ہوتی ہے۔ عورت کی خوردہ گیری اور عیب چینی ناجائز ہے۔ آیت میں لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ مرد مطلق العنان حاکم نہیں ہے بلکہ مربی اور راعی ہے اور عورت نہایت معزز اور محترم مخلوق ہے۔ افتراق و طلاق نہایت مکروہ فعل ہے۔ جہاں تک ممکن ہو معاملہ کو سلجھانے کی کوشش کی جائے اور نظامِ خانگی کو برہم نہ کیا جائے۔ پنچوں کا فیصلہ قابلِ قبول ہے۔ بلکہ اگر حاکم وقت نے مقرر کئے ہوں تو ان کے فیصلہ پر عمل کرنا واجب ہے۔ حاکم قاضی یا پنچوں کو فریقین معاملہ کے حالات سے بخوبی واقف ہونا چاہیئے۔ اور حتی الامکان اہلِ معاملہ کے ہی قوم کا ہونا چاہیئے۔ وغیرہ۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى

اور اللہ کی عبادت کرو اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ سے اور رشتہ داروں سے

toobaafoundation.com

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ

اور یتیموں سے اور محتاجوں سے اور پاس والے پڑوسیوں سے اور دور والے پڑوسیوں سے اور ہم نشیں رفیقوں سے

وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ

اور مسافروں سے اور غلام باندیوں سے جو تمہارے مملوک ہوں اچھا سلوک کرو اللہ اترانے اور شیخی مارنے والوں کو

مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ

پسند نہیں کرتا

تفسیر گذشتہ آیات میں صرف معاشرت زوجی اور زندگی خانگی کی اصلاحی تدابیر کا بیان تھا۔ ان آیات میں اصلاح نفس اور ترقی تمدن اور تہذیب اخلاق اور درستگی معاشرت عامہ کے وہ اصول بیان کئے جاتے ہیں جن پر انسان کی علمی و عملی قوتوں کی شائستگی موقوف ہے اور جن کو مجاطور پر نجاتِ انسانی اور امنِ عالم کا علمبردار کہنا مناسب ہے۔ چونکہ اسلام نام ہے ادائیگی حقوق کا اور انسان کے ساتھ فطرۃً مختلف حقوق وابستہ ہیں۔ حقِ خدا، حق والدین، حق اقرباء، حقِ یتیم، حقِ مسکین، حقِ ہمسائیگان، حقِ اجنبی، حقِ رفقاء، حقِ مہمانان، حقِ غلام و خادم اور پھر ان سب کے حقوق کے علاوہ جانوروں اور بے زبان حیوانوں کے حقوق بھی ہیں جن کی رعایت و نگہداشت بالا دست انسان کا فرض ہے۔ لہٰذا ان سب فرائض کی سرانجام دہی اور تمام حقوق کی ادائیگی کو مفصلاً بیان کیا جاتا ہے اور جن امور پر نظری و عملی قوتوں کی تکمیل موقوف ہے۔ ان سب کو ایک ایک کر کے ظاہر کیا جاتا ہے سب سے پہلے عقیدہ کی اصلاح اور قوتِ نظریہ کی تکمیل اور حقِ الٰہی کی ادائیگی کا بیان ہے اور اس کے بعد دیگر فرائض کی انجام دہی اور قوتِ عملیہ کی تکمیل کی توضیح ہے۔ حاصل ارشاد یہ ہے کہ:۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا خدائے قدوس کو وحدہٗ لاشریک سمجھو۔ اس کی توحید پر ایمان لاؤ۔ کسی چیز کو اس کی ذات اور صفات میں شریک نہ کرو۔ غیر اللہ کی پرستش نہ کرو۔ بت پرستی، پیر و پرستی، فرشتہ پرستی، ستارہ پرستی، عزت پرستی، حکومت پرستی، شہوت پرستی اور نفس پرستی سے قطعاً پرہیز رکھو۔ خلاصہ یہ کہ خدائے واحد قدوس کو منفرد و یگانہ سب سے جدا اور معبود مطلق سمجھو (ابن کثیر وغیرہ) اور شرکِ جلی و خفی سے افعال و عقائد اور دماغ کو بالکل پاک رکھو (بیضاوی)

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اور والدین کے ساتھ کامل حسن سلوک کرو، اُن کی خدمت گزاری کرو۔ اگر ان کو ضرورت ہو تو دنیوی حوائج اور معاشی ضروریات کی سرانجام دہی کی کوشش کرو۔ اُن سے نرم کلامی کرو۔ تند خوئی اور درشت مزاجی سے پیش نہ آؤ اور امر شرعی کے موافق جو کچھ وہ حکم دیں، اُس کی تعمیل کرو۔

وَبِذِى الْقُرْبٰى اور اقرباء کے حقوق کی نگہداشت کرو۔ بقدر وسعت اُن کی خبرگیری اور پرورش کرو۔ ان سے قطع تعلق نہ کرو۔ اکڑ پن اور غرور اُن کے ساتھ نہ کرو۔ غریب رشتہ داروں کو ذلیل نہ جانو۔ اگر بیمار ہو جائیں تو اُن کی عیادت کرو۔ خلاصہ یہ کہ حتی الامکان درمے قدمے اُن کی مدد کرو۔

وَالْيَتٰمٰى اور یتیموں کی بھی پاسداری کرو۔ ننھے بچے جو درِ پدر اور کابِ مادر سے محروم ہو گئے ہیں۔ اُن پر پدرانہ شفقت کا سایہ نہ رہا ہو تم ان کی تسلی تشفی، خبرگیری، پرورش اور تربیت کرو۔ نرمی اور خوش خلقی سے پیش آؤ۔

وَالْمَسٰكِيْنِ اور مسکینوں کی پرورش اور تربیت کرو، اُن پر احسان کرو۔ خاک نشین، ضعیف اور قابلِ رحم زبردست طبقہ تمہارا دستِ نگر ہے اُن سے جہاں تک ممکن ہو سلوک کرو، غرور نہ جتاؤ، اُن کی دل شکنی نہ کرو۔ لاوارث بیوگان اور خاکسار انسانوں پر رحم کرو اور ہر قسم کی امکانی امداد سے اُن کو محروم نہ رکھو۔

toobaafoundation.com

وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی ابن عباسؓ کے نزدیک اس سے وہ ہمسائے مراد ہیں جو رشتہ دار بھی ہوں اور مجاہد کے قول کے موافق پاس کے رہنے والے پڑوسی مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تم اُن ہمسایوں کی بھی خبر گیری، بیمار پُرسی اور مالی امداد کرو جو رشتہ اور سکونت کے اعتبار سے تمہارے قریبی ہمسائے ہوں اور تمہارے زیرِ سایہ ہوں۔ وَالْجَارِ الْجُنُبِ اور دور کے پڑوسیوں سے بھی احسان کرو۔ اہلِ محلّہ سے سلوک کرو۔ شادی غمی میں اُن کی شرکت کرو۔ ضرورت کے وقت اُن کے کام آؤ۔ کسی کی دل آزاری نہ کرو۔ ابن کثیر نے اس کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ جو شخص نسب اور سکونت کے اعتبار سے تجھ سے دور ہو اس کا مکان تیرے مکان سے بالکل متصل نہ ہو اُس کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کرو۔ بیضاوی اور محی السنۃ کے قول کے موافق اس سے مراد اجنبی لوگ ہیں۔

جار کا حکم کہاں تک ہے۔ اس کے متعلق علماء کا اختلاف ہے۔ اوزاعی، حسن بصری اور زہری سے مروی ہے کہ چاروں طرف چالیس گھر تک ہمسائگی کا حکم ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ جہاں تک اقامتِ نماز کی آواز پہنچے اُس دائرہ کے اندر رہنے والے سب ہمسائے ہیں۔ بعض لوگ صرف اہلِ محلہ کو ہمسائگی کے حکم میں داخل کرتے ہیں۔ بہرحال حدیث میں ہمسایہ کے حقوق کی نگہداشت کی سخت تاکید آئی ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل مجھ کو برابر پڑوسی کے حق کے متعلق نصیحت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ شاید وہ پڑوسی کو وارث بنا دیں گے۔ دارمی کی روایت ہے کہ جس قوم میں پڑوسی بھوکا پڑا رہے اور لوگ خود کھانا کھالیں وہاں غضبِ الٰہی کے نازل ہونے کا خوف ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے حضور والا نے ارشاد فرمایا۔ پڑوسی تین قسم کے ہیں۔ ایک پڑوسی وہ ہے جس کا ایک حق ہے۔ دوسرا وہ جس کے دو حق ہیں۔ تیسرا وہ ہے جس کے تین حق ہیں۔ جو ہمسایہ مشرک ہو اور اس سے رشتہ داری نہ ہو اس کا ایک حق ہے اور جو ہمسایہ مسلمان ہو اور رشتہ دار نہ ہو اس کے دو حق ہیں۔ ایک ہمسائگی کا اور دوسرا اسلام کا۔ اور جو ہمسایہ مسلمان ہو اور رشتہ دار بھی ہو اس کے تین حق ہیں ہمسائگی کا، اسلام کا اور قرابت کا (رواہ البزار)

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ۔ ابن عباس، مجاہد، سعید بن جبیر، عکرمہ اور ضحاک سے مروی ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو سفر میں ساتھی ہو یا کسی صنعت، حرفت، تجارت میں شریک ہو یا شاگرد ہو یا مرید ہو۔ حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ اس سے مراد بیوی ہے (ابن حاتم و ابن جریر، ابن جنتع اور ابن الزبیر کہتے ہیں۔ اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جو ساتھی ہو اور اُس کی اُمیدیں دوسرے رفیق سے وابستہ ہوں۔ زید بن اسلم کی روایت ان سب معانی کو عام ہے۔ یعنی آیت کے حکم میں بیوی، شاگرد، مرید، ہم پیشہ، ساتھی، رفیقِ سفر، رفیقِ تجارت، ہم نشین اور دیگر شناسا دوست داخل ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے رفیقِ حیات، رفیقِ صحبت، رفیقِ معاشرت اور رفیقِ مروّت سے حسنِ سلوک کرو اور جہاں تک ہو سکے ان کے خوش کرنے کی دائرۂ شریعت کے اندر رہ کر کوشش کرو۔

وَابْنِ السَّبِیْلِ۔ ابن عباسؓ وغیرہ کے نزدیک اس سے مہمان مراد ہے خواہ کوئی ہو۔ اور مجاہد و امام باقر و حسن و ضحاک و مقاتل کا قول ہے کہ اس سے مسافر مراد ہے۔ حاصلِ کلام یہ کہ راہگیروں سے، مسافروں سے اور مہمانوں سے سلوک کرو۔ جس قدر ہو سکے ان کی امداد سے دریغ نہ کرو۔ اُن کو ذلیل نہ سمجھو، اُن سے درشت مزاجی نہ کرو۔ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص خدا اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہو اس کو اپنے مہمان کی عزت اور خاطر تواضع کرنی چاہیئے۔ مہمان کا حق لازم ایک شبانہ روز ہے اور تین روز ضیافت ہے اور اس کے بعد مہمانی صدقہ ہے۔

وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ۔ یہ فقرہ تمام غلاموں، لونڈیوں، خادموں اور زیردست جانوروں کو شامل ہے۔ یعنی اپنے باندی، غلاموں اور نوکروں کے ساتھ احسان کرو۔ اُن کے کھانے پینے کی نگرانی رکھو۔ جو خود کھاؤ اُن کو بھی کھلاؤ۔ جو لباس خود پہنو اُن کو بھی پہناؤ۔ ناقابلِ برداشت کام سرانجام دینے پر اُن کو مجبور نہ کرو۔ حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے۔ حضور والا نے ارشاد فرمایا۔ مملوک تمہارے بھائی اور خادم ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اُن کو تمہارا زیردست کر دیا ہے۔ لہٰذا جس شخص کے زیردست اس کا بھائی ہو اس کو چاہیئے کہ جو کھانا خود کھائے اُس میں سے بھائی کو کھلائے اور جو لباس خود پہنے اس میں سے بھائی کو بھی پہنائے۔ اپنے مملوک کو ایسے کام کی انجام دہی پر مجبور نہ کرو جو اُن کی طاقت سے زائد ہو۔ اگر ایسا کام پڑ جائے تو خود بھی ان کے ساتھ مل کر مدد کرو (بخاری و مسلم)۔ زیرِ دست جانور تو اُن کے ساتھ حُسنِ سلوک یہ ہے کہ کافی طور پر اُن کے کھانے پینے کی نگرانی کی جائے۔ ناقابلِ تحمل خدمت یا سواری اُن سے نہ لی جائے۔ گرمی سردی کا لحاظ بھی رکھا جائے۔ بیدردی سے نہ مارا جائے۔ خواہ مخواہ ان کو تکلیف نہ دی جائے۔ تفریحِ طبع کے لئے اُن کو لڑایا نہ جائے۔ وغیرہ

toobaafoundation.com

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا . آیاتِ مذکورہ کی پوری تعلیم کا یہ خلاصہ ہے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ غرور نہ کرو۔ اپنے نفس کو دوسروں سے بڑا اور محترم نہ سمجھو۔ جو چیز اپنے واسطے پسند کرتے ہو وہی دوسرے کے واسطے پسند کرو اور جو شے خود ناپسند کرتے ہو وہ دوسروں کے لئے بھی پسند نہ کرو۔ کیوں کہ خدا تعالیٰ شیخی خورے، متکبر اور اترانے والے آدمی کو اچھا نہیں جانتا ہے۔ نتیجہ تعلیم یہ نکلا کہ تمام بنی نوع انسان بلکہ دیگر جانداروں کے حقوق کا خاص طور پر لحاظ رکھو۔

مقصودِ بیان مساواتِ انسانی کا بہترین مظاہرہ، تفریقِ نسلی، وجاہتِ خاندانی، امتیازِ حاکمانہ اور غرورِ دولت و عزت کو نہایت بلیغ اور جامع الفاظ میں بیخ کنی، تہذیبِ اخلاق، اصلاحِ معاشرت، ترقی تمدن اور تکمیلِ انسانیت کی بہت زیادہ واضح تعلیم، امنِ عام اور نظامِ عالم کی درستگی کے اسباب فراہم کرنے کی طرف لطیف ترین اشارات۔ عام بنی نوع اور کل ذی حیات مخلوق سے ہمدردی کرنے اور ان پر رحم کھانے کی تلقین، عقائد و اعمال کے صحیح رکھنے کی ہدایت، کل فرائضِ انسانی ادا کرنے اور علمی عملی قوتوں کو افراط تفریط کی کدورت سے پاک صاف رکھ کر اعتدال کی روشنی سے منور کرنے کی ضمنی تبلیغ۔ وغیرہ

الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللّٰهُ

جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کرنے کا مشورہ دیتے ہیں اور اللہ نے جو مال اُن کو عنایت کیا ہے

مِنْ فَضْلِهِ ۗ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ۝ وَالَّذِينَ يُنْفِقُونَ

اُس کو چھپاتے ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ اپنا مال دکھاوٹے

أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ ۗ وَمَنْ

کے لئے خرچ کرتے ہیں اور اللہ پر اور روزِ قیامت پر یقین نہیں رکھتے (اُن کا بھی یہی حکم ہے) اور جس

يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا ۝

کسی کا شیطان مصاحب ہو تو وہ برا مصاحب ہے

تفسیر یہ آیت سابق آیت کے مضمون کا تکملہ اور اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ کرم بن زید، حیی بن اخطب، رفاعہ بن زید، اسامہ بن حبیب، نافع ابن ابی نافع اور بعض دوسرے یہودی انصار کو گمراہ کرنا چاہتے تھے۔ چونکہ ان کا انصار سے میل جول اور اختلاط تھا اس لئے کہا کرتے تھے کہ بھائیو! اپنا مال خرچ کرنے میں عجلت نہ کیا کرو، بے سوچے سمجھے خیرات بھی نہ کرو۔ ورنہ مفلس قلاش ہو جاؤ گے اور فقر و فاقہ تک نوبت پہنچ جائے گی۔ پھر نادار ہونے کے بعد کوئی پیسہ بھی نہ دے گا اور پاس بھی کھڑا نہ ہونے دے گا۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی (ابن عباس و مجاہد) محی السنۃ نے معالم میں بھی یہی شانِ نزول بیان کیا ہے۔ گذشتہ آیات میں معاشرتی، تمدنی اور اخلاقی اصلاح کی ہدایت تھی۔ تمام بداخلاقیوں اور خرابیوں کی جڑ مالی محبت ہے۔ عموماً انسان محبتِ مال کی وجہ سے ہی والدین، اقرباء، اولاد، بیوی، احباب اور اجانب سے بدسلوکی کرتا ہے اور ایثار کے بعد اکثر سخاوتِ نفس، انکسارِ مزاج اور تواضع و خوشی اخلاقی انسان میں پیدا ہو جاتی ہے۔ انہی اغراض کو مدنظر رکھ کر یہ آیت بیان کی گئی۔ حاصلِ ارشاد یہ ہے کہ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ مغرور اور اکڑنے والے وہ لوگ ہیں جو واجبی حقوقِ مالیہ ادا کرنے میں بخل کرتے ہیں۔ غریبوں کی ہمدردی اور ضرورتمندوں کی حاجت روائی نہیں کرتے۔ فرض زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔

toobaafoundation.com

(اور اسی وجہ سے اُن کے دلوں میں بے رحمی، قساوت، بدخلقی اور طرح طرح کی گناہگاریاں پیدا ہوتی ہیں) خود بھی کنجوسی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بہکاتے ہیں۔ حقوقِ لازمہ ادا کرنے سے روکتے ہیں بخل کی ترغیب دیتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو علم و مال اُن کو عطا کر رکھا ہے اُس سے لوگوں کو فائدہ نہیں پہنچاتے۔ ہر طرح مخفی رکھتے ہیں۔ یہ لوگ نعمتِ الٰہی کا انکار کرنے والے اور کافر النعام ہیں۔

وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا اور ہم نے کافروں کے لئے رسوا کن اور ذلت آفریں عذاب مہیا کر رکھا ہے۔ لہٰذا یہ لوگ بھی دونوں ہی، کافر ہیں، نعمتِ الٰہی سے لوگوں کو فائدہ پہنچانا نہیں چاہتے اور نہ خود شکر گزاری کرتے ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ دو خصلتیں کسی مومن میں جمع نہیں ہوتیں۔ بخل اور بداخلاقی (رواہ الترمذی) دوسری حدیث میں آیا ہے کہ بخل سے بدتر کونسی بیماری ہوسکتی ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ گزشتہ آیت میں بخل و کنجوسی کی ممانعت تھی جو فضیلتِ خلقی کا ایک تفریطی پہلو ہے۔ اُس کے خلاف ایک اور نفسانی مرض ہے۔ وہ یہ کہ خواہ مخواہ مال کو تباہ کیا جائے۔ فضول خرچی اور اسراف کر کے ہستی کو برباد کر دیا جائے یا گناہ و کفر کی حمایت میں مال خرچ کیا جائے۔ یہ فضیلتِ خلقی کا افراطی پہلو ہے اور چونکہ اسلام اعتدال اور میانہ روی سکھاتا ہے اس لئے اس کی بھی آیتِ مذکورہ میں مذمت کی گئی ہے۔ حاصل ارشاد یہ ہے کہ جو لوگ صرف نام آوری، شہرت اور دکھاوٹ کے لئے مال خرچ کرتے ہیں اور ان کا مقصود محض اس سے یہ ہوتا ہے کہ لوگ ان کو سخی کہیں۔ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ واقع میں یہ لوگ ایماندار ہوتے نہیں ہیں۔ نہ ان کا ایمان خدا پر ہوتا ہے، نہ روزِ قیامت پر، نہ اُن کو خدا سے ثواب کی امید ہوتی ہے اور نہ روزِ قیامت کے عذاب کا خوف۔ اس لئے سوائے دنیوی شہرت کے خوشنودیٔ خدا ان کے پیشِ نظر نہیں ہوتی تو یہ لوگ شیطان کے ساتھی اور شیطان ان کا رفیق ہے۔

وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا اور جس کا رفیق شیطان ہی جائے تو یقیناً اس سے جس قدر بُرائیاں سرزد ہوں کم ہیں۔ کیونکہ شیطان بہت بُرا رفیق ہے۔ شیطان کی رفاقت میں سوائے تباہی اور خباثتِ نفس کے اور کیا حاصل ہوسکتا ہے۔

مقصودِ بیان بخل نہایت مذموم ہے اور بخل کا خوگر ہوجانا اور کنجوسی کو اچھا سمجھنا کفر ہے۔ اسراف بھی تباہ کن فعل ہے اور اس کو بہتر سمجھنا بھی کفر ہے۔ نہ تو بخل کرے نہ اسراف، اعتدال قائم رہنا چاہیئے۔

شہرت اور ناموری کے حصول کے لئے مال خرچ کرنا فضول خرچی میں داخل ہے۔ اسلام کا مطمحِ نظر اعتدال ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ مالی حقوق ادا کئے جائیں۔ اور محض خدا کی خوشنودی پیشِ نظر رکھی جائے۔

بخیل کافرِ نعمت اور ناشکر بندہ ہے۔ خدادادِ نعمت سے مخلوق کو فائدہ پہنچانا لازمی ہے۔ وغیرہ

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَكَانَ

اُن کا کیا بگڑ جاتا اگر یہ اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان لاتے اور عطیۂ خدا میں سے کچھ خرچ کر دیتے اللہ اُن کو

اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً

خوب جانتا ہے اللہ ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر ذرہ برابر نیکی ہوتی ہے تو

يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝

اُس کو دوگنا کردیتا ہے اور اپنے پاس سے اجرِ عظیم عطا فرماتا ہے۔

toobaafoundation.com

تفسیر وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ - یہ سابق آیت کا تتمہ ہے۔ اس کلام میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ لوگ باوجود اہل عقل ہونے کے جاہل ہیں کہ نفع نقصان میں ان کو امتیاز نہیں۔ مفید کو مضر اور مضرت رساں چیز کو سودمند خیال کرتے ہیں۔ ان کو اپنے منافع اور حقیقی فوائد پر غور کر کے اپنی جہالت اور کور باطنی کو دور کرنا لازم ہے۔ کیونکہ دانشمند وہی شخص ہوتا ہے جو بے ضرر چیز کو قبول کرے اور نقصان دہ چیز سے پرہیز رکھے اور جس ہدایت میں عدم ضرر کے علاوہ فوائد اور منافع موجود ہوں پھر اس کو قبول کرنے میں کوئی صاحب بصیرت انکار کر سکتا ہے۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان لے آتے خدا کے ثواب وعذاب اور روزِ قیامت کے حساب کتاب کو صحیح مان لیتے۔ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ اور خدا داد نعمت میں سے کچھ راہِ خدا میں بخلوصِ نیت صرف کرتے تو ان کا کیا بگڑ جاتا؟ جب ایمان اور سخاوت میں کوئی خرابی نہیں ہے بلکہ ثواب ہی کی امید ہے یا کم از کم ثواب اور جزائے خیر کا احتمال ہے تو پھر مال سے ناجائز محبت کرنی اور جوہر انسانیت یعنی سخاوت کو ضائع کرنا عقلمند انسان کا کام نہیں۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا حَكِيْمًا - یہ سابق آیت کا تاکیدی ثبوت ہے۔ ممکن تھا کوئی شخص خیال کرتا کہ خدا پر ایمان لانا یا نہ لانا قیامت اور حساب کتاب کو صحیح ماننا یا نہ ماننا اور سخاوت و بخل کرنا ہمارا فعل ہے اور ہو سکتا ہے کہ ہمارا یہ فعل لاحاصل اور بے نتیجہ ثابت ہو۔ اس دماغی وسوسہ کا ازالہ مذکورہ آیت میں کر دیا گیا کہ خدا تعالیٰ ان کے تمام افعال، اعمال، عقائد اور دماغی کیفیات سے بخوبی واقف ہے۔ کوئی ذرہ اس سے مخفی نہیں۔ ہر شخص کو اس کے کردار کی سزا جزا دے گا۔ نیک و بد اور خیر و شر کا اختیار کرنا ہر شخص کے قبضہ میں ہے۔ کسی کا کوئی فعل بیکار نہیں جا سکتا۔ پھر اس کا مزید ثبوت آئندہ آیت میں پیش کیا گیا ہے ارشاد ہوتا ہے:-

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ - یعنی کسی کی کوئی نیکی ضائع نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ خدا ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا۔ جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ اگر خوشنودیٔ خدا کے کام کئے جائیں گے ان کی بھرپور جزا ملے گی۔ اور ناراضی کے کام کئے جائیں گے ان کی سزا ملے گی ہاں وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا - اگر کسی طرح کی بہت ہی چھوٹی نیکی ہو گی تو خدا تعالیٰ اس کے اجر کو بہت زیادہ کر دے گا۔ (یعنی دس گنا سے سو گنا تک) اور پھر مضاعف بالائے مضاعف سے بڑھ کر یہ کہ وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا اپنی طرف سے اور محض اپنے فضل سے بہت بڑا ثواب اور عطیہ عنایت فرمائے گا جس کی مقدار اور عظمت کا اندازہ کوئی شخص نہیں کر سکتا۔ حاصل کلام یہ کہ جب کسی قسم کی نیکی اور ہر طرح کا کارِ خیر رائیگاں اور لاحاصل نہیں ہو سکتا تو ایسے اہم اور مہتم بالشان کارہائے خیر جن کو ایمان اور خیرات فی سبیل اللہ سے تعبیر کیا ہے کس طرح بیکار جا سکتے ہیں۔

مقصود بیان خدا کی ذات، صفات اور قیامت کے حساب و کتاب و ثواب و عذاب پر ایمان لانے کی ترغیب۔ سخاوت کرنے کی طرف نہایت بلیغ انداز عبارت میں لوگوں کی طبائع کو مائل کرنا، ایمان و سخا اور ہر نیکی کے مفید ہونے کا ثبوت نہایت لطیف پیرائے میں۔ خداوند تعالیٰ کے ظالم نہ ہونے کی صراحت۔ اس بات پر ایک نازک تنبیہ کہ عقلمند اور بصیرت کوش دماغ رکھنے والے انسان کبھی توحید خدا پرستی اور دیگر خصائلِ حمیدہ سے اعراض نہیں کرتے۔ کیونکہ کوئی نیکی لاحاصل نہیں ہو سکتی۔ وغیرہ

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝

اس وقت کیا حال ہو گا جب ہر امت میں سے ہم ایک گواہ لائیں گے اور ان سب پر (اے محمد) تم کو گواہ بنا کر پیش کریں گے

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَ

اس روز کفر کرنے والے اور رسول کی نافرمانی کرنے والے آرزو کریں گے کہ کاش زمین ان کو اپنے اندر سما کر ہموار ہو جائے اور

لَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ۝ ع

وہ اللہ سے کوئی بات نہ چھپا سکیں گے

toobaafoundation.com

تفسیر یہ گزشتہ سلسلۂ آیات کی ایک کڑی ہے اور نہایت بلیغ انداز میں وعید کی تنبیہ ہے۔ اول ہم آیت کا مطلب بیان کرتے ہیں۔ پھر متعلقات آیت کی توضیح کریں گے۔

حاصلِ ارشاد یہ ہے کہ:- فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝ وہ وقت نہایت حسرت آفریں اور تعجب انگیز ہوگا کہ جب قیامت کے دن ہر پیغمبر اپنی امت کی بداعمالیاں خدا تعالیٰ کے سامنے ظاہر کرے گا اور اس امت کے حق پوش کفر شعار نفاق انگیز اور بداطوار اشخاص کی زشت کرداریاں آپ خدا تعالیٰ کے سامنے طشت از بام کریں گے اور بالکل کھول کر بیان کردیں گے کہ میں نے پیامِ الٰہی حرف بحرف پہنچا دیا تھا مگر انھوں نے نہ مانا۔ اصل واقعہ اس طرح ہوگا کہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ بدکار کفر شعار اور سرکش انسانوں کو جمع کرکے فرمائے گا کہ تم نے یہ سرتابی انکارِ توحید اور اعمالِ صالحہ سے اعراض کیوں کیا؟ وہ عرض کریں گے کہ ہم سے یہ تمام کفر و شرک۔ اور بدعنوانیاں ناواقفی سے سرزد ہوئیں۔ ہم کو تیرا حقیقی فرمان اور اصلی قانون معلوم نہ تھا۔ خیر و شر اور حق و باطل میں امتیاز کا کوئی روشن معیار ہمارے پاس موجود نہ تھا۔ اس وقت ان منکرینِ حق کو قائل کرنے کے لئے ہر اُمت کے پیغمبر کو طلب کیا جائے گا اور پیغمبر علی الاعلان آکر اظہارِ حقیقت کردے گا اور بیان کردے گا کہ میں نے ان کو پیامِ الٰہی پہنچا دیا تھا۔ مکمل قانونِ الٰہی کی تبلیغ کردی تھی۔ مگر انھوں نے نہ مانا سرکشی کی۔ اب نادانی اور جہالت کا عذر پیش کرنا دروغ بافی ہے۔ اسی طرح جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی باری آئے گی اور اس اُمت کے کافر مشرک گناہگار اور بداطوار طبقہ کے اعمال کی توضیح ہوگی اور تمام بدافعالیوں کی بازپرس ہوگی تو یہ لوگ بھی تبلیغ قانون سے انکار کردیں گے۔ اُس وقت رسولِ گرامی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو طلب کیا جائے گا اور حضور والا شہادت دیں گے کہ میں نے تمام احکامِ الٰہی کی تبلیغ کردی تھی۔ پورا قانونِ شریعت ان لوگوں کے سامنے پیش کردیا تھا مگر انھوں نے انکار کیا، سرکشی کی۔ ہر چند ان کو اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ حسنہ اختیار کرنے کی مگر سوائے زشتیت عناد اور انکار کے انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں۔ مجھ سے حضور والا نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ مجھے قرآن سناؤ۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! حضور ہی پر تو قرآن نازل ہوا اور پھر میں حضور ہی کو پڑھ کر سناؤں؟ فرمایا ہاں دوسرے سے سننا مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے جسب الحکم میں نے سورۂ نساء پڑھنی شروع کی۔ جب آیۃ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا الخ پر پہنچا تو حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا بس۔ میں نے جو نظر اٹھا کر دیکھا تو رسولِ پاکؐ کے آنسو جاری تھے (بخاری و مسلم)

اب رہا یہ امر کہ حضور والاؐ اس پوری اُمت پر کس طرح گواہی دیں گے۔ کیونکہ گواہی تو صرف دیکھی ہوئی چیز پر ہو سکتی ہے۔ کُل اُمتِ محمدیہ حضورؐ کے زمانہ میں حاضر نہ تھی پھر شہادت کے کیا معنی؟ تو اس شبہ کا ازالہ بقول محی السنۃ اس طرح ہو سکتا ہے کہ قرطبی نے سعید بن مسیب تابعی کی ایک روایت نقل کی ہے کہ روزانہ صبح و شام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نام بنام تمام امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور اسی علم کے موافق قیامت کے دن گواہی دیں گے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ حضورؐ کو علم بالمشاہدہ عطا فرمادے۔ لیکن سب سے بہتر جواب یہ ہے کہ هٰٓؤُلَآءِ سے خاص لوگ مراد ہیں۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے کافر مشرک منافق اور دیگر گناہگار۔ انہی کے متعلق حضور والا قیامت کے دن شہادت دیں گے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے۔ حضور والا نے اس آیت کے سننے کے وقت فرمایا۔ الٰہی جب تک میں ان میں موجود رہا شاہد رہا جب مرگیا تو ان کا نگراں تو ہی رہا۔ ابن جریر اور ابن کثیر نے اسی جواب کو پسند کیا ہے۔

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ط یعنی قیامت کے دن جب پیغمبروں کی شہادت ہو جائے گی اور گناہگار نافرمان جھٹلے قرار پائیں گے اور جرم ثابت ہو جائے گا اور عذاب سے رہائی کی کوئی شکل ممکن نہ ہوگی تو وہ لوگ جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار اور فرمان کی خلاف ورزی کی تھی آرزو کریں گے کہ کاش ہم پر زمین برابر ہو جاتی ہم خاک کے ساتھ خاک ہو جاتے اور ہم سے اعمال و ایمان کی کوئی باز پرس نہ ہوتی۔

وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ۔ یعنی کفار و مشرکین (اگرچہ شروع میں ثبوتِ جرم سے انکار کریں گے اور کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ پروردگار کی قسم ہم مشرک نہ تھے مگر بالآخر) خدا تعالیٰ سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے۔ اُن کے اعضاء خود اُن کے گناہوں کے شاہد بن جائیں گے اور مجبوراً اُن کو اپنے جرائم کا اظہار کرنا پڑے گا۔

toobaafoundation.com

مقصود بیان ترہیب و انذار، اثباتِ جرم کے لئے انبیاء کا قولی ثبوت، قیامت کے دن کفار کی حسرت و افسوس کا بیان، اس امر کی طرف ضمنی اشارہ کہ حضورِ اقدس تمام کمالاتِ انبیاء کے جامع تھے۔ جو مراتب مشاہدہ تمام پیغمبروں کو حاصل تھے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا

مسلمانو! نشہ کی حالت میں نماز کے پاس بھی نہ جاؤ تاوقتیکہ جو کچھ کہتے ہو اس کو نہ سمجھنے

تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى

لگو اور نہ بغیر غسل کئے جنابت کی حالت میں سوائے سفر کی حالت کے اور اگر تم بیمار ہو

اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ

یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی پاخانہ سے آئے یا عورتوں سے تم نے قربت کی ہو اور پانی میسّر

تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ

نہ آئے تو پاک مٹی سے تیمم کرو یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں سے مل لو

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝

اللہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے

تفسیر يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ۔ اس آیت کے شانِ نزول میں چند روایات منقول ہیں:۔

(۱) ایک بار حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے مہاجرین و انصار کی دعوت کی۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد شراب کا دور ہوا۔ کیونکہ اس وقت تک شراب کی حرمت نہ ہوئی تھی۔ اسی اثناء میں مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا۔ کانوں میں اذان کی آواز آئی تو حضرت عبدالرحمٰن یا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امامت کی۔ دیگر صحابہ مقتدی ہوئے۔ امام نے سورۂ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھی اور ہر جگہ سے حرف لَا حذف کر دیا یعنی اس طرح پڑھا۔ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَاَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ وَاَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ الخ۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی (عبد بن حمید، ابو داؤد، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، حاکم، ترمذی)۔

(۲) صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ یہ آیت حضرت سعد کے حق میں نازل ہوئی۔

(۳) ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حرمتِ شراب سے قبل بعض لوگ نماز میں بحالتِ مستی شریک ہوتے تھے اس وقت حکم مذکور نازل ہوا (مجاہد و ابو رزین وغیرہ)

حاصل خطاب یہ ہے کہ مسلمانو! جب تک تم کو علم نہ ہو کہ ہم منہ سے کیا کہہ رہے ہیں اس وقت تک نماز کے قریب بھی نہ جاؤ۔ مطلب یہ کہ نماز اگرچہ ضروری فریضہ ہے۔ مگر نشہ کی حالت میں نماز بھی نہ پڑھو۔ معلوم نہیں منہ سے کیا پڑھ جاؤ۔ غرض یہ کہ شراب بالکل نہ پیو۔ گویا اس سے شراب کی ممانعت کا حکم دینا مقصود ہے

toobaafoundation.com

وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا - یزید بن حبیب سے مروی ہے کہ چند انصاریوں کے دروازے مسجد کے اندر تھے - جب یہ لوگ جنب ہوتے اور نہانے کی ضرورت ہوتی اور پانی پاس موجود نہ ہوتا اور مسجد کے سوا کوئی راستہ اور گذرگاہ نہ ہوتا تو مجبوراً مسجد میں ہو کر گذرتے اس وقت آیتِ مذکورہ نازل ہوئی - مطلب یہ ہے کہ مسجد میں بحالتِ جنابت نہ جاؤ - ہاں صرف رواداری کے طور پر اگر جانے پر مجبور ہو تو کوئی ہرج نہیں ہے یعنی اگر کوئی اور راستہ ممکن نہ ہو تو مسجد میں ہو کر گذر سکتے ہو - ابن عباسؓ نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ رواداری کے ساتھ مسجد میں سے گذر سکتے ہو بیٹھنا جائز نہیں - اسی قول کو ابن مسعود، انس، ابو عبیدہ، سعید بن مسیب، ضحاک، عطاء، مجاہد، مسروق، ابراہیم، زید بن اسلم، ابو مالک، عمرو بن دینار، عکرمہ، حسن بصری، یحییٰ، زہری، قتادہ وغیرہ نے اختیار کیا ہے -

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا - مجاہد کہتے ہیں کہ ایک انصاری اس قدر بیمار تھے کہ اٹھ کر وضو نہ کر سکتے تھے اور کوئی خادم بھی اُن کے پاس نہ تھا کہ وضو کرا سکے - حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے انھوں نے اپنی مجبوری ظاہر کی تو یہ آیت نازل ہوئی بعض روایات میں ہے کہ اسلع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے - سواری کسنے کی خدمت سپرد تھی - ایک بار حضور اقدسؐ نے حکم دیا کہ اسلع اٹھو سواری کس دو - اسلع نے عرض کیا - حضور میں جنب ہو گیا ہوں - سرکارِ عالی نے یہ سن کر سکوت فرمایا - اتنے میں حضرت جبرئیلؑ مذکورۂ بالا حکم لے کر نازل ہوئے - امام بخاری، مسلم اور بعض دیگر مفسرین نے اس آیت کے شانِ نزول میں حضرت عائشہؓ کے ہار کے گم ہو جانے اور اہلِ لشکر کو پانی نہ ملنے کا قصہ بیان کیا ہے - بہر حال خلاصہ مطلب یہ ہے کہ مسلمانو! اگر تم بیمار ہو اور پانی سے غسل یا وضو کرنے سے مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو یا مسافر ہو اور غسل و وضو کی ضرورت ہو اور پانی نہ ملے یا پاخانہ پیشاب سے فارغ ہو کر آؤ اور اس وجہ سے وضو جاتا رہے یا عورتوں کے ساتھ قربت کرنے سے غسل کی ضرورت ہو جائے اور تفتیش و جستجو کے بعد بھی پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لو جس کی صورت یہ ہونی چاہئے کہ مٹی پر ایک بار دونوں ہاتھ مار کر چہروں پر مسح کرو - پھر دوسری مرتبہ ہاتھ مار کر کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں پر مسح کرو - خدا تعالیٰ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے جس لئے اس نے تم پر اپنا فضل کیا اور تیمم کی اجازت دیدی -

مقصودِ بیان

سرمستی کی حالت میں نماز درست نہیں - بیہوش کر دینے والا نشہ حرام ہے - بحالتِ جنابت مسجد کے اندر سے عبور کرنا جائز ہے رُکنا اور توقف کرنا ناجائز ہے - اگر بیمار ہو اور مرض کی ترقی یا ہلاکت کا اندیشہ ہو تو پانی کا استعمال نہ کرنا جائز ہے تیمم کافی ہے - مسافر کو پانی نہ ملے تو تیمم جائز ہے - حالتِ قیام میں بھی اگر بقدرِ کفایت وضو یا غسل کے لئے پانی نہ ملے تو تیمم جائز ہے - تیمم کے واسطے پاک مٹی ضروری ہے - آیت میں تیمم کی ترکیب بھی بتائی گئی ہے اور لطیف ترین اشارہ اس طرف بھی کیا ہے کہ خدا تعالیٰ کسی کو تکلیف دینا اور خواہ مخواہ مصیبت میں ڈالنا نہیں چاہتا - احکامِ اسلام میں اس نے سہولت اور آسانی کر دی ہے تاکہ شریعت کی پابندی میں کسی کو دشواری نہ ہو - وغیرہ (تیمم کے اسباب جواز اور شرائط اور اختلافی مسائل مفصل فقہ میں مذکور ہیں - یہاں ان کا ذکر موجبِ طوالت ہے) -

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ

کیا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب کا ایک حصہ ملا ہے کہ وہ گمراہی مول لیتے ہیں اور چاہتے ہیں

اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ۝ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى

کہ تم بھی راستہ بھٹک جاؤ اور خدا تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اللہ ہی حمایتی کافی ہے اور وہی

بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ۝ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ

مددگار بس کرتا ہے یہودیوں میں سے بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو الفاظ کو ان کی جگہ سے پھیر دیتے ہیں اور اپنی زبانیں

toobaafoundation.com

سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي

گھما گھما کر اور دین میں طعنہ زنی کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ ہم نے سُن تو لیا مگر مانیں گے نہیں اور اِسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ کہتے ہیں [1]

الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ

اور اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا اور اِسْمَعْ اور اُنْظُرْنَا تو اُن کے حق میں بہتر اور درست ہوتا

وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

مگر بات یہ ہے کہ اُن کے کفر کی وجہ سے اللہ اُن کو اپنی رحمت سے دور کر چکا ہے اس لئے وہ باستثنا ء قلیل ایمان نہیں لائیں گے

تفسیر رفاعہ بن زید یہودی ایک بار خدمتِ مبارک میں حاضر ہوا اور مذہبِ اسلام پر کچھ نکتہ چینی اور خوردہ گیری ناجائز طور پر کی تو آیت مذکورہ مکمل نازل ہوئی۔ حاصل ارشاد یہ ہے :-

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ دیکھو یہودیوں کو جو کتاب الٰہی یعنی توریت کے علم کا کچھ حصہ عطا کیا گیا ہے کہ ظاہری عبارت سے بحث کرتے رہتے ہیں اور دل میں کوئی اثر نہیں پیدا ہوتا۔ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ یہ لوگ فطری اور ربانی ہدایت کو چھوڑ کر شیطانی اور نفسانی گمراہی کو اختیار کرتے ہیں اور صرف اپنی گم کردہ راہی پر ہی بس نہیں کرتے بلکہ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ چاہتے ہیں کہ تم بھی راہِ حق گم کر دو اور ان کی طرح گمراہ ہو جاؤ اور اسلامی احکام کی صحت و حقانیت میں شک کرنے لگو۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ اور خدا تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے (یہ بظاہر دوست بنے ہوئے ہیں اور خیر خواہ نظر آتے ہیں اور باطن میں تمہارے دشمن اور بدخواہ ہیں) اسلامی احکام و عقائد کی طرف سے تم کو بدگمان کرنا چاہتے ہیں۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ۝ مگر خدا تمہارا محافظ اور مددگار کافی ہے۔ (اُن کی دھوکہ بازی اور فریب دہی تم کو مضرت نہیں پہنچا سکتی۔ تم ان کا کہنا نہ مانو اور حکمِ شریعت پر پختگی کے ساتھ قائم رہو)

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ - یہ گذشتہ آیت کا بیان ہے۔ پہلی آیت میں بتایا گیا تھا کہ اہلِ کتاب خود بھی گمراہ ہیں اور تم کو بھی گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس آیت میں یہودیوں کی گمراہی کی تفصیل اور وجہ ضلالت بتلانا مقصود ہے۔ اول گمراہی تو یہ کہ بعض یہودی کلامِ الٰہی میں تغیر تبدل کرتے تھے یعنی وہ الفاظ جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تائید اور دینِ اسلام کا ثبوت نکلتا تھا۔ ان کو بدل کر دوسرے الفاظ ان کی بجائے درج کر دیتے تھے۔ اس کے علاوہ جس حکم سے اُن کے مالی اور شخصی مفاد یا ذاتی امتیاز کو تعلق تھا اس کو قائم رکھتے تھے اور جو حکم ان کی ذاتی وجاہت قومی ریاست اور مالی منافع کے خلاف تھا اُس کو بدل ڈالتے تھے اور جان بوجھ کر افترا پردازی اور دروغ بافی کرتے تھے۔ حافظ ابن القیم نے اغاثۃ اللہفان میں لکھا ہے۔ علماء کا اختلاف ہے کہ جو توریت یہودیوں کے پاس موجود تھی کیا وہ بدلی ہوئی تھی یا نہیں۔ ایک فرقہ قائل ہے کہ کل یا اکثر تورات تبدیل شدہ اور تحریف کردہ تھی۔ اکثر اہلِ کلام محدثین اور علمائے فقہ قائل ہیں کہ یہودیوں نے تبدیل صرف تفسیرِ کلام اور تاویلِ معانی میں کی تھی۔ الفاظ تنزیل بدستور باقی تھے۔ تیسرا گروہ کہتا ہے کہ بہت خفیف تبدیلی ہوئی تھی۔ صرف چند احکام متغیر کئے گئے تھے مگر اس زمانہ کے اکثر محققین کی رائے ہے کہ یہودیوں نے توریت میں بہت زیادہ تغیر و تصرف کیا تھا اور جس مسئلہ میں اپنا ذاتی مالی یا قومی فائدہ دیکھا اُس کو مندرج کر دیا۔

وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا - دوسری گمراہی اور فتنہ پردازی ان کی یہ ہے کہ زبان سے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے آپ کا کلام سُن لیا مگر

[1] تفسیری بیان میں اس کے معنی بیان کئے گئے ہیں۔

toobaafoundation.com

آپ کا حکم نہیں مانیں گے۔ یہ معنی مجاہد اور ابن زید نے بیان کئے ہیں۔ گویا جان بوجھ کر کفر و عناد کرتے تھے اور دیدہ و دانستہ حق سے روگردانی کرتے تھے۔
بعض مفسرین نے آیت کا یہ مطلب لکھا ہے کہ یہودی بظاہر زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہاں ہم نے سن لیا ٹھیک ہے اور در پردہ اپنے دل میں کہتے ہیں کہ ہم اس کو نہیں مانیں گے اور آپ کے حکم کی خلاف ورزی کریں گے۔ گویا یہ اُن کی انتہائی نفاق پردازی تھی کہ ظاہر باطن کے خلاف تھا۔ وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ یہ یہودیوں کی تیسری ضلالت و فتنہ پردازی کا بیان ہے۔ یہودی ایک لفظ بولتے تھے جس کے دو معنی ہو سکتے تھے اور اُن کے مقصد کے موافق دوسرا اُن کی غرض کے خلاف۔ بظاہر مسلمانوں کے دکھانے کو ایسا لفظ بول کر اپنی تہذیب و شائستگی کا ثبوت دینا چاہتے تھے اور در واقع میں اپنے اندرونی عناد و حسد کو بُجھانے کے خواستگار تھے۔ چنانچہ کہتے تھے اِسْمَعْ یعنی سُنیئے۔ یہاں تک تو ٹھیک تھا۔ اس کے بعد کہتے تھے غَيْرَ مُسْمَعٍ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ خدا آپ کو کوئی ناگوار بات نہ سنوائے۔ دوسرے یہ کہ خدا آپ کو بہرا کر دے۔ بظاہر یہ لفظ بطور دُعا کے کہتے تھے اور در پردہ بد دعا دیتے تھے۔
وَرَاعِنَا یہ یہودیوں کی چوتھی خیانت کا بیان ہے۔ یعنی حضورؐ والا سے آکر کہتے تھے کہ رَاعِنَا یعنی ذرا ٹھہریئے توقف کیجئے ہم کو سمجھنے کا موقع دیجئے ہمارا لحاظ کیجئے۔ اور در حقیقت اس لفظ سے اُن کی مراد دوسرے معنی سے ہوتی تھی یعنی بے وقوف احمق۔ یہ الفاظ کیوں کہتے تھے صرف لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ اپنی زبانوں کو ایسے الفاظ کی طرف موڑنے کے لئے جو گالی اور بدگوئی سے مشابہ ہیں۔ یعنی یہودیوں کا مقصود اس سے صرف بد زبانی، یاوہ گوئی اور زبان درازی ہوتی تھی۔ دوسرے یہ کہ وَطَعْنًا فِي الدِّينِ دین اسلام میں نکتہ چینی اور رسولِ اقدسؐ کی رسالت میں خوردہ گیری کرنا چاہتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ یہودی اپنی شرارت اور فتنہ انگیزی سے باز نہ آتے تھے اور حضورؐ کی شان میں بھی گستاخیاں کرتے تھے۔ اول سمعنا و عصینا کہتے تھے جس سے اُن کی نفاق انگیزی کا ثبوت ظاہر ہوتا تھا۔ دوسرے اِسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ کہتے تھے جس سے اُن کے اندرونی حسد اور باطنی عناد کا مظاہرہ ہوتا تھا۔ تیسرے رَاعِنَا کہتے تھے جس سے اُن کی دریدہ دہنی اور یاوہ گوئی کا اظہار ہوتا تھا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا۔ اگر یہ لوگ سمعنا و عصینا نہ کہتے بلکہ سمعنا واطعنا کہتے یعنی ہم نے آپ کا حکم سُن لیا اور ہم اس کو دل سے مانتے ہیں اور بسر و چشم قبول کرتے ہیں۔ وَاسْمَعْ اور صرف لفظ اِسْمَعْ کہتے (یعنی ہمارا قول بھی سُنیئے) اور غَيْرَ مُسْمَعٍ نہ کہتے (جس سے ان کی تیرہ باطنی اور حسد کا پتہ چلتا ہے۔ وَانْظُرْنَا اور بجائے راعنا کے انظرنا کہتے۔ کیونکہ انظرنا دو معنی لفظ نہیں ہے۔ انظرنا کے صرف یہ معنی ہیں کہ ہماری طرف نظر فرمائیے۔ ہماری بھی رعایت کیجئے۔ ہم ناسمجھ ہیں۔ ذرا آہستہ آہستہ ہدایت فرمائیے تاکہ ہم سمجھ سکیں۔ (اور راعنا کے معنی اس معنی کے علاوہ بیوقوف کے بھی ہیں جو اُن کی اصلی غرض تھی) خلاصہ یہ کہ اگر وہ ایسے الفاظ استعمال نہ کرتے جن سے ان کی تیرہ درونی حسد قلبی اور نفاقِ باطنی کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ بلکہ دل و جان سے احکامِ رسالت کی تعمیل کرتے اور ظاہر و باطن شائستگی و تہذیب کو اختیار کرتے۔ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَقْوَمَ تو ان کے لئے بہتر ہوتا اور سیدھی سادی بات ہوتی۔ کجراہی اور گمراہی نہ ہوتی۔ وَلَكِنْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ مگر یہ لوگ ازلی گمراہ ہیں۔ نورِ ہدایت سے فطرتاً محروم ہیں۔ ان کی کفر شعاری اور استمرارِ شرک کی وجہ سے خدا نے بھی ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے اس لئے فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ سوائے چند آدمیوں کے ان میں سے اور کوئی ایمان ہی نہ لائے گا۔ تم کو ان کی ہدایت کی اُمید نہ رکھنی چاہیئے۔

مقصود بیان یہودیوں کی گمراہی، کجروی، ضلالت انگیزی، فتنہ پردازی اور نفاق شعاری کا بیان۔ خلوص ایمان، طاعت و فرماں پذیری، استقامت و شائستگی اختیار کرنے کی ضمنی ہدایت۔ احکام الٰہی میں تغیر و تبدل اور قرآن کے الفاظ و معانی میں تحریف اور غلط تاویل کرنے کی مخفی ممانعت۔ احکامِ شریعت میں نکتہ چینی اور خوردہ گیری کرنے کی تعریضاً بازداشت۔ اس امر کی صراحت کہ عموماً کفار اور خصوصاً یہودی مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ حق سے گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ جس طرح خود نورِ فطری کھو بیٹھے ہیں اسی طرح مسلمانوں کے دلوں سے بھی ہدایتِ ربانی کی روشنی بجھانا چاہتے ہیں مگر ان کی کوشش بے سود ہے۔ مسلمانوں کا خدا حافظ اور حامی ہے۔ اس بات کی طرف بھی ایک لطیف اشارہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اہل غیر مذاہب والوں سے دینی اختلاط نہ کریں اور ان کو اپنا اندرونی دشمن خیال کریں اور ان کی فتنہ پردازیوں کو گہری نظر سے دیکھیں۔ آیت ہم کو ضمناً یہ بھی بتاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بد تہذیبی کرنی یا حضورؐ کی شان میں گستاخی کا کوئی لفظ کہنا یا توہین کرنی کفر ہے۔ ایک امر یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو کسی سے ذاتی خصومت نہیں۔ بلکہ انسان کی گنا ہگاریاں لعنتِ الٰہی کے اسباب بن جاتی ہیں۔ آیت کے آخری ٹکڑے سے اس امر کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ منکرینِ اسلام رحمتِ الٰہی سے محروم ہیں اور دائمی جہنمی ہیں۔

toobaafoundation.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ

اے اہل کتاب اُس قرآن پر ایمان لاؤ جو تمہارے پاس والی کتاب کو سچا بتاتا ہے اس سے پہلے کہ ہم تمہارے

قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ

منہ بگاڑ کر گدی جیسا کردیں یا ہم اُن پر ایسی پھٹکار برسائیں جیسی

اَصْحٰبَ السَّبْتِ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ○

سبت والوں پر برسائی تھی اور اللہ کا امر ہو کر رہا ہے

تفسیر گزشتہ آیات میں یہود و نصاریٰ کی کفر شعاریاں، گناہگاریاں اور سرتابیاں بیان کی گئی تھیں اور ظاہر کیا گیا تھا کہ یہ نفسانی امراض مہلک ہیں اور تمہاری حقیقی زندگی کو تباہ کرنے والے ہیں۔ یہ روحانی بیماریاں موت حقیقی کے اسباب ہیں۔ اُن کے ازالہ کی فکر لازم ہے۔ ان آیات میں اصول علاج کو بیان کیا گیا اور اہل کتاب کے اندرونی امراض کو جو دوا دور کرنے والی ہے اور جس چیز سے اُن کو روحانی صحت اور ابدی نجات مل سکتی ہے اس کو بہترین واضح طرز میں ظاہر کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ - اے یہودیو اور عیسائیو تم کو آسمانی کتابیں عطا کی گئیں (تمہارا فرض ہے کہ اُن الہامی کتابوں کے احکام پر ایمان لاؤ اور دل وجان سے ان کی تعمیل میں سرگرم ہوجاؤ۔ تم سے اُن کتابوں کے احکام کا مواخذہ ہوگا اور خلاف ورزی کی گرفت ہوگی تم پر لازم ہے کہ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ - قرآن مجید پر ایمان لاؤ۔ ہم نے اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے۔ یکدم نازل نہیں کیا (اس لئے اُس کے احکام پر کاربند ہونے میں کوئی دشواری نہیں) پھر یہ قرآن کوئی نئی کتاب بھی نہیں ہے۔ اخبار، بشارات، قصص، دعوتِ توحید، عدل بین الناس، امر بالمعروف نہی عن المنکر اور اصولِ دینی کے لحاظ سے توریت وانجیل کی تائید کرتا ہے۔ اصولِ توحید تمہاری کتابوں میں بھی وہی مذکور ہیں جو اس قرآن میں موجود ہیں (رہا فروعی اختلاف تو یہ قابلِ اعتبار نہیں۔ ہر زمانہ کے مصالح جدا ہوتے ہیں۔ فروعی احکام کے اختلافات سے اصولی مغائرت لازم نہیں) اور نہ دینِ الٰہی میں مغایرت ہونی ممکن ہے ورنہ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَا تمہارے دین دنیا برباد ہوجائیں گے۔ تم کو ذلت وخواری، بداقبالی، غلامی اور اسیری میں مبتلا کردیں گے۔ آیت کے یہ معنی بھی ہوسکتے کہ اے اہلِ کتاب قرآن پر اس وقت کے آنے سے پیشتر ایمان لے آؤ جبکہ ہم منکرین پر عذاب نازل کریں گے اور ان کے چہروں کو بگاڑ کر بالکل سپاٹ کر دینگے۔ آنکھ، ناک، کان وغیرہ مٹا کر بالکل پشت کی طرح بنا دیں گے۔ قتادہ اور ابن عباسؓ کے نزدیک اس سے مراد اندھا کر دینا ہے۔

بہرحال مطلب یہ کہ ہم انکار کرنے والے اہلِ کتاب کی صورتیں بگاڑ دیں گے۔ بجائے عزت وحکومت کے اُن کو ذلت وخواری اور غلامی نصیب ہوگی۔ وطن چھوڑنا پڑے گا۔ اسیری اور شقاوت کی تباہی سے دنیا برباد ہوجائے گی۔ اس لئے بہتر ہے کہ اس عذاب میں مبتلا ہونے سے قبل تم قرآن پر ایمان لے آؤ۔ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ یہ دینی تباہی کا بیان ہے۔ حاصلِ مطلب یہ ہے کہ اگر ایمان لاؤگے تو دین دنیا برباد ہوجائیں گے۔ دنیا میں تو ذلت، غلامی، جلا وطنی اور اسیری نصیب ہوگی اور آخرت میں رحمتِ الٰہی سے اس طرح محروم ہوجاؤ گے جس طرح وہ یہودی جو اصحاب السبت کہلاتے تھے رحمتِ خدا سے محروم ہوگئے (سبت سنیچر کے دن کو کہتے ہیں اور سنیچر کے دن مچھلی کا شکار کھیلنا یہودیوں کے لئے ممنوع تھا اور یہودیوں نے اس کی مخالفت کی تھی جس کی پاداش میں ان کی شکل بندروں ایسی بن گئی اور ہمیشہ کے لئے رحمتِ الٰہی سے محروم ہوگئے۔ یہ مفصل قصہ اوپر گذر چکا ہے۔

وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا یہ آیت گزشتہ آیت کے مضمون میں زور پیدا کرنے کے لئے بیان کی گئی ہے۔ یعنی منکرین ومخالفین پر عذاب الٰہی نازل ہونا اور ان کی دنیا ودین تباہ ہوجانا یقینی امر ہے۔ کسی قسم کے شک وشبہ کی اس میں گنجائش نہیں۔ کیونکہ قضائے الٰہی اور فیصلۂ قدر جو کچھ ہوتا تھا

toobaafoundation.com

وہ ہو گیا۔ اس کو کوئی روک نہیں سکتا

مقصودِ بیان قرآن الہامی کتاب ہے۔ دنیا میں قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا گیا ہے۔ قرآن کے اصول نئے نہیں ہیں۔ بلکہ اصول اور بنیادی مسائل وہی ہیں جو گزشتہ الہامی کتابوں میں مذکور تھے۔ قرآن کے مقصد اور دیگر الہامی کتابوں کے نظریات میں ہر موڑ فرق نہیں۔ جو شخص قرآن کی صداقت کا معترف ہو اور قرآن کو کتابِ الٰہی مانتا ہو اُس پر گزشتہ الہامی کتابوں کی صداقت کا اعتراف کرنا لازم ہے بلکہ قرآن پر ایمان لانا درحقیقت دیگر آسمانی کتابوں کی تصدیق ہے۔ منکرینِ قرآن اور مخالفینِ اسلام پر عذابِ الٰہی کے نازل ہونے کی طرف لطیف اشارات ہیں اور اس پر ایک مخفی تنبیہ ہے کہ صداقتِ اسلام کا انکار کرنے والے رحمتِ الٰہی سے محروم ہیں۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ

اللہ اس بات کو معاف نہیں کرے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اس کے علاوہ جس کو چاہے گا بخش دے گا جس نے

يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى إِثْمًا عَظِيْمًا ۝

اللہ کا شریک قرار دیا اُس نے بڑی افترا بندی کی

تفسیر تفسیر معالم میں مذکور ہے کہ اس آیت کا نزول حضرت حمزہؓ کے شہید کرنے والے وحشی بن حرب اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں ہوا۔ خلاصہ قصہ یہ ہے کہ وحشی اور اس کے ساتھی جب اپنے افعال پر نادم ہوئے تو اسلام لانے کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن اپنی تسکین کے لئے کہنے لگے کہ آیت وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا اٰخَرَ صاف طور پر نازل ہو گئی اور ہم لوگوں نے شرک، قتل، زنا وغیرہ سب کچھ کیا ہے پھر ہم کو اسلام لانے کے بعد نجات کی کیا اُمید ہو سکتی ہے۔ ورنہ ہم اسلام لانے کے لئے بالکل تیار ہیں۔ اُس وقت آیت إِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا نازل ہوئی۔ آیت مذکورہ کو سن کر کہنے لگے یہ کس طرح یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ آئندہ نیک اعمال ہم سے صادر ہوں گے اور آیت میں ایمان کے ساتھ عمل صالح کی بھی قید لگائی ہے۔ اس وقت آیت إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ نازل ہوئی۔ حاصلِ مطلب یہ ہے کہ شرکِ جلی ہرگز معاف نہیں ہو سکتا۔ شرک فعلی، قولی اور اعتقادی ناقابلِ عفو ہے۔ خدائے قدوس اس کو بغیر توبہ کے ہرگز معاف نہیں فرمائے گا۔ ہاں شرک کے علاوہ دیگر گناہ، خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے بغیر توبہ کے بھی معاف کر دینا اس کے اختیار میں ہے۔ اگر کوئی شخص مشرک ہو اور بغیر توبہ کے مر جائے تو اُس کی معافی مشیتِ الٰہی پر موقوف ہے۔ خدا چاہے گا تو بغیر عذاب کے اس کو معاف کر دے گا یا خفیف عذاب دے کر نجات عطا فرمائے گا۔ یا پورا عذاب دینے کے بعد دوزخ سے نکالے گا۔ سیاق کلام کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب شرک توبہ سے معاف ہو سکتا ہے تو دیگر گناہوں کی معافی توبہ کے بعد بدرجۂ اولیٰ یقینی ہے بلکہ دیگر گناہ تو خدا تعالیٰ بغیر توبہ کے بھی معاف کر سکتا ہے۔

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى إِثْمًا عَظِيْمًا۔ یہ سابق آیت کی علت اور اس کا تتمہ ہے یعنی خدا تعالیٰ شرک کو بغیر توبہ کے معاف نہیں فرمائے گا۔ کیونکہ درحقیقت خدا تعالیٰ خالق ہے۔ تمام عالم کا مالک مختار قادر اور علیم و حکیم ہے۔ تمام عیوب سے پاک اور کل صفاتِ نقصان سے بری ہے۔ یگانہ دیکتا فرد و صمد لم یلد و لم یولد ہے۔ اب اگر کسی امر میں کوئی شخص کسی مخلوق کو اس کا شریک کرے یا کہے یا سمجھے تو وہ بڑا افترا پرداز دروغ باف اور بہتان تراش ہے۔ ایسے شخص کی مغفرت کس طرح ہو سکتی ہے۔

مقصودِ بیان شرکِ جلی خواہ اعتقادی ہو یا قولی یا فعلی بہرحال ناقابلِ عفو ہے۔ اس کی معافی بغیر توبہ کے ناممکن ہے۔ شرک کے علاوہ دیگر گناہ بغیر توبہ کے بھی معاف ہو سکتے ہیں۔ اُن کی سزاؤں میں تخفیف بھی ہو سکتی ہے اور اُن کی سزا سے بالکل سبکدوش بھی کیا جا سکتا ہے۔ گناہ چھوٹے ہوں یا بڑے، زنا ہو یا سرقہ یا قتل یا کوئی گناہ۔ ہاں اگر بغیر توبہ کئے مر جائے گا تو گناہوں کی معافی مشیتِ الٰہی پر موقوف ہے

toobaafoundation.com

وہ چاہے معاف کر دے چاہے مواخذہ کرے۔ شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔ مشرک شعار مفتری کذاب اور بہتان تراش ہے۔ آیت میں اس بات کی طرف بھی لطیف اشارہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی رحمت سے کسی کو محروم کرنا نہیں چاہتا۔ ہاں انسان کو اپنی شرک انگیزیاں اس کو رحمت الٰہی سے محروم کرتی ہیں۔ وغیرہ

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُزَكُّونَ أَنفُسَهُم ۚ بَلِ اللَّهُ يُزَكِّي مَن يَشَاءُ وَلَا يُظْلَمُونَ

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو مقدس کہتے ہیں۔ یہ غلط ہے اللہ جس کو چاہتا ہے مقدس بناتا ہے۔ اُن پر تاگے برابر بھی ظلم

فَتِيلًا ۝ انظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۖ وَكَفَىٰ بِهِ إِثْمًا مُّبِينًا ۝ ع ۸

نہیں کیا جائے گا۔ دیکھو اللہ پر کیسی جھوٹی تہمت باندھتے ہیں اور صریح گناہ ہونے کے لئے اتنی ہی بات کافی ہے

تفسیر بالاتفاق مفسرین یہ آیت کافر عیسائیوں اور یہودیوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ لیکن اس امر میں اختلاف ہے کہ کافر اہلِ کتاب کس طرح اپنے نفوس کو پاک دامن خیال کرتے تھے اور کیونکر اپنے کو معصوم جانتے تھے اور کس قسم کے تزکیہ کا دعویٰ کرتے تھے۔

شیخ ابن کثیر نے بروایت حسن و قتادہ بیان کیا ہے کہ کافر اہلِ کتاب کہا کرتے تھے کہ ہم خدا کے بیٹے اور دوست ہیں۔ جنت میں ہمارے علاوہ کوئی داخل نہ ہوگا۔ مجاہد کی روایت ہے کہ یہودی اپنے لڑکوں کو نماز و دعا میں آگے بڑھاتے اور امام بناتے تھے اور کہتے تھے یہ پاکدامن ہیں، معصوم ہیں بےگناہ ہیں۔ عکرمہ، ابو مالک اور ابن جریر کا بھی یہی قول ہے۔ ابن عباس کی روایت ہے کہ یہودی کہتے تھے کہ جو بچے ہمارے مر جاتے ہیں وہ ہمارے لئے باعث قربت اور سبب شفاعت ہیں اور ہماری پاکدامنی کا ذریعہ ہیں۔ اس پر خدا تعالیٰ نے آیتِ مذکورہ نازل فرمائی۔ ضحاک کا قول ہے یہودی کہتے تھے ہم بےگناہ ہیں جس طرح ہمارے لڑکے معصوم ہیں۔ بعض یہودی ایک دوسرے کی مدح کرتے اور کہتے تھے کہ تم بالکل معصوم ہو۔ اس خیال کی تردید میں آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

معالم میں بروایت کلبی ذکر کیا گیا ہے کہ چند علماء یہود اپنے لڑکوں کو لے کر حضور پاک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دورانِ گفتگو میں کہنے لگے۔ بھلا ان لڑکوں پر کیا گناہ ہو سکتا ہے۔ یہ بالکل معصوم ہیں اور انہی کی طرح ہم بھی پاکدامن ہیں۔ جو گناہ ہم رات میں کرتے ہیں وہ دن کو معاف ہو جاتے ہیں اور جو قصور ہم سے دن میں ہوتے ہیں وہ رات میں معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اس پر خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

ان تمام روایات کا خلاصہ یہ نکلا کہ عتابِ قرآنی کو یہودی اور عیسائی ناقابلِ التفات سمجھتے تھے اور اپنے تقدس کے مدعی تھے۔ کبھی کہتے تھے کہ ہم فلاں نبی کی اولاد ہیں۔ تقدس ہمارا نسلی حق ہے۔ ہم پر آتشِ دوزخ حرام ہے۔ ہمارے رات کے گناہ صبح تک خود بخود پاک ہو جاتے ہیں اور جو گناہ ہم دن میں کرتے ہیں وہ شام کو محو کر دیئے جاتے ہیں۔ ان تمام بیہودہ خیالات کے ازالہ کے لئے آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُزَكُّونَ أَنفُسَهُمْ۔ یہ لوگ کیوں خود بخود اپنی تعریفیں کرتے اور پاکدامن ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ خود بخود پاکدامنی کا دعویٰ ایسے معصومیت حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ یہ ایک دوسرے کو خود پاکیزہ اور مقدس بنا سکتے ہیں۔ نہ ایک کے کہنے سے دوسرا پاکدامن ہو سکتا ہے

بَلِ اللَّهُ يُزَكِّي مَن يَشَاءُ۔ بلکہ تزکیہ تو صرف خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جس کو خدا تعالیٰ پاکدامنی اور پرہیزگاری کی توفیق عطا فرمائے وہی پاکدامن ہے۔ خدا جس کو چاہتا ہے گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرماتا ہے اور حسب مشیت الٰہی وہ پاکدامن ہو جاتا ہے ورنہ ایک کا دوسرے کو پاکدامن کہنا بے سود ہے۔ پاک وہ ہے جس کو خدا پاک کرے اور پاک کہے۔

وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ۝ قیامت کے دن ان پر ذرہ برابر ظلم نہیں ہوگا۔ گناہ کی سزا اور نیکی کی جزا پوری پوری دی جائے گی۔ خود بخود اپنے منہ میاں مٹھو بننے سے کیا حاصل۔ گناہوں کی سزا لازمی ہے۔ خدا تعالیٰ ظالم نہیں کہ ان کو باوجود گناہ کرنے کے جنت میں داخل کر دے اور باوجود

toobaafoundation.com

شرک انگیزیوں اور کفر شعاریوں کی رحمت سے سرفراز کردے اور دوسری قوموں کو باوجود اطاعت فرماں پذیری اور خلوص ایمان کے محض ظلم سے دوزخ میں ڈال دے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ۔ ذرا دیکھنے کی بات ہے کہ یہ لوگ کس طرح خدا پر افترا پردازی اور بہتان تراشی کرتے ہیں، اپنے کو اولاد خدا کہتے ہیں، مسیح کو اپنے گناہوں کا کفارا قرار دیتے ہیں اور محبان خدا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور باوجود ان افترا بندیوں اپنے مقدس ہونے کے مدعی ہیں۔

وَكَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا۔ ان کی یہ افترا پردازی اور دروغ بافی کیا ان کی کھلی ہوئی گناہ گاری کے ثبوت کے لئے کافی نہیں ہے۔ اس سے زیادہ گناہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ ایک تو خدا پر اتہام لگائیں، گناہ کریں اور پھر گناہ سے انکار کریں اور تقدس کا دعویٰ کریں۔

مقصود بیان اپنے آپ کو خود پاک اور پاک دامن کہنے کی حرمت، دوسرے کو گناہوں سے پاک اور معصوم کہنے اور تزکیہ آمیز القاب سے یاد کرنے کی ضمنی ممانعت، خودستائی کرنی اپنی کمال و صفات پر بغیر ذاتی فضائل کے فخر کرنا اور ایک دوسرے کی غیر واقعی مدح کرنی ناجائز ہے۔ آیت میں اس بات کی بھی صراحت ہے کہ تقدس اور پاک دامنی کی توفیق خدا کی طرف سے عطا کی جاتی ہے کسی کو نہ کوئی پاک بنا سکتا ہے نہ کہہ سکتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا ایک حصہ دیا گیا ہے کہ وہ مورتی اور شیطانوں کو مانتے ہیں

وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا

اور کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ لوگ ایمانداروں سے زیادہ سیدھے راستہ پر ہیں

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۖ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا

انہی پر اللہ کی پھٹکار ہے اور جس پر اللہ پھٹکار برساتا ہے اس کا کوئی مددگار تم کو نہیں ملے گا

تفسیر کعب بن اشرف اور حیی بن اخطب وغیرہ جنگ احد کے بعد ستر سواروں کو لے کر مکہ کو گئے تاکہ قریش کو مسلمانوں سے جنگ کرنے پر آمادہ کریں۔ مکہ پہنچ کر کعب ابوسفیان کے گھر ٹھہرا اور باقی یہودی دیگر کفار قریش کے مکانوں میں فروکش ہوئے۔ قریش نے یہودیوں سے کہا تم بھی اہل کتاب ہو اور محمدؐ کے پاس بھی کتاب ہے۔ ممکن ہے کہ تم ہم سے مکر کر رہے ہو، اس لیے جب تک تم ہمارے دونوں بتوں (جبت اور طاغوت) کو سجدہ نہ کرو اس وقت تک ہم تمہارے ساتھ نہ ہوں گے۔ کعب نے فوراً قریش کے مشورے کی تعمیل کی اور بتوں کو سجدہ کر لیا۔ پھر کہنے لگا اے اہل عرب اے گروہ قریش تم تو اپنا اطمینان کر چکے اب ہم کو تمہاری طرف سے وثوق ہونے کی ضرورت ہے۔ جس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ تیس آدمی ہمارے اور تیس تمہارے کعبہ سے چپٹ کر رب کعبہ کی قسم کھا کر باہم شریک رہنے اور ایک دوسرے کی امداد کرنے کا معاہدہ کریں۔ قریش نے کعب کے قول کی تعمیل کی۔ اثنائے گفتگو میں کفار قریش نے یہودیوں سے پوچھا کہ حق بجانب کون ہے؟ کیا ہم حق پر ہیں، مسلمان باطل پر یا مسلمان حق پر ہیں اور ہم غلطی پر۔ یہودی فوراً عداوت سے بول اٹھے مسلمانوں سے تم ہی لوگ اچھے ہو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (روح المعانی عن عکرمہ وابن اسحاق وغیرہما)

آیت کا مطلب یہ ہے کہ جن اہل کتاب کو علم اور شریعت کا کچھ خفیف سا حصہ عطا کیا گیا ہے دیکھئے وہ جبت اور طاغوت نامی بتوں کی تصدیق کرتے ہیں۔ بتوں کو سجدہ کرتے ہیں اور جب ابوسفیان اور دیگر کفار قریش ان سے کہتے ہیں کہ ہم خانہ کعبہ کے متولی اور خدمت گزار ہیں۔ ہم حاجیوں کو پانی پلاتے اور کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم قیدیوں کو رہا کرتے ہیں اور ہر طرح سے اُن کی امداد کرتے ہیں اور محمدؐ نے اپنے بزرگوں کے دین کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کیا۔

toobaafoundation.com

رشتہ ناطہ سب کچھ کاٹ دیا۔ حرم الٰہی کو چھوڑ کر مدینہ چلے گئے۔ ایسی حالت میں ہم راہ راست پر ہو سکتے ہیں یا مسلمان؟ ہم حق پر ہو سکتے ہیں یا محمدؐ؟ تو اہل کتاب جواب میں کہتے ہیں کہ راہ راست پر درحقیقت تم ہی ہو۔ مسلمان حق کو چھوڑ کر باطل کو اختیار کرنے والے راہ راست ترک کر کے پگڈنڈیوں پر چلنے والے ہیں (یہودیوں نے قریش سے یہ بات کیوں کہی؟ صرف اس وجہ سے کہ قریش کو اپنا ہم خیال بنا کر مدینے پر چڑھا کر لے آئیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اہل عرب پندرہ ہزار سے زائد مدینہ پر چڑھ آئے۔ حضور والاؐ نے مدینے کے آس پاس خندق کھدوا دی)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ۔ ان ملعون یہودیوں پر خدا کی پھٹکار ہے۔ خدا نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔ ان کو آخرت میں نجات اور دنیا میں ترقی و حکومت نہیں ہو سکتی۔ ان کو قریش کی مدد پر بھروسہ نہ کرنا چاہیئے کیونکہ:

وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا۔ جس پر خدا کی پھٹکار ہوتی ہے، جو خدا کی نصرت و رحمت سے دور ہوتا ہے اُس کا کوئی حامی نہیں ہو سکتا نہ دنیا میں کوئی طاقت اُس کی مددگار ہو سکتی ہے نہ آخرت میں انبیاء و اولیاء اس کی سفارش کر سکتے ہیں۔ دنیا میں ذلت، غلامی، محکومی، اسیری اور آخرت میں عذاب سے ہمکنار ہونا پڑے گا۔ خسر الدنیا والآخرۃ۔

مقصود بیان اہلِ حق سے عناد حسد اور کینہ توزی کی ضمنی مخالفت یہودیوں کی فتنہ پردازیوں، کینہ توزیوں اور دین اسلام پر بے جا یورش کرنے کی تدبیروں کا بیان۔ منکرین حق اور جنبہ دارانِ باطل کے ناکام اور نامراد رہنے کی صحیح تنبیہ۔ اس بات کی صراحت کہ جان بوجھ کر حق سے روگردانی کرنے والے، صداقت پر یورش کرنے والے خدا کی پھٹکار میں مبتلا ہیں۔ دنیا اور دین کی کوئی طاقت اُن کی مدد نہیں کر سکتی۔

أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ۝ أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ

کیا ان کا سلطنت میں کوئی حصہ ہے (اگر ہو جائے تو) یہ تل برابر بھی لوگوں کو نہیں دیں گے یا اس بات سے جلے مرتے ہیں کہ اللہ

عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۖ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم

نے اپنے فضل سے لوگوں کو نعمت مرحمت فرمائی (تو مرجائیں) ہم نے تو خاندانِ ابراہیم کو کتاب و علم عطا کیا اور اُن کو بڑی

مُّلْكًا عَظِيمًا ۝ فَمِنْهُم مَّنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُم مَّن صَدَّ عَنْهُ ۚ وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا

بھاری سلطنت دی چنانچہ بعض لوگوں نے تو اُس کتاب کو مان لیا اور کسی نے اس سے رُخ پھیر لیا اور دہکتی ہوئی دوزخ (ان کے لیے) کافی ہے

تفسیر اوپر کی آیت میں یہودیوں کی باطنی شقاوت، فتنہ انگیزی اور خباثت وزنی کا بیان تھا اور پوچھو کہ اس تمام فتنہ انگیزی اور کینہ توزی کا اصل مبدأ ملکی طمع اور عزت کا لالچ تھا، اس لئے اس آیت میں اصلی سبب کا بیان کرنا مقصود ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا۔ یہودی چاہتے ہیں کہ اُن کی عزت گزشتہ واپس مل جائے، جو حکومت و مملکت اُن کے ہاتھ سے نکل چکی ہے وہ پھر قبضہ میں آ جائے۔ لیکن یہ محض خیالی پلاؤ ہیں ان کو حکومت و مملکت کا کوئی حصہ نہیں مل سکتا۔ کیونکہ درحقیقت ان میں نظام ملکی اور درستگی سلطنت کی قابلیت ہی نہیں۔ ان میں بخل و کنجوسی کی صفت بد اس قدر جم گئی ہے کہ اگر ان کو حکومت و سلطنت کا کچھ حصہ نصیب ہو جائے تو لوگوں کو ذرہ برابر کچھ نہ دیں گے۔ پھر انتظام ملکی کس طرح درست رہ سکتا ہے اور کیونکر ان کو سلطنت و حکومت کا استحقاق ہو سکتا ہے۔ أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ۔ اس آیت میں یہودیوں کی اندرونی جلن اور فطری حسد کا اظہار کرنا مقصود ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کی روز افزوں شوکت و ترقی اور حکومت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ نبوت کا بڑھتا ہوا زور دیکھ کر وہ لوگ جلے جاتے تھے اور کہتے تھے نبوت و سلطنت تو ہمارا حصہ تھا ہم اسرائیلی ہیں، ہمارے اسلاف میں ہی تمام انبیاء اور سلاطین گزرے

toobaafoundation.com

ہیں ۔ یہ اسماعیلی نسب کا انسان کیوں نبی ہوگیا اور اس کو یہ روزافزوں طاقت کیوں حاصل ہوگئی ۔ خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ درحقیقت نبوت اور سلطنت وعزت خدا کا فضل ہے ، خدا جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے سرفراز فرماتا ہے ۔ یہ خواہ مخواہ حسد سے جلے جلتے ہیں اور خداداد نبوت ونصرت پر حسد کرتے ہیں ۔

فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا آخر ہم نے انہیں کے اسلاف میں سے اولاد اسرائیل بن اسحاق بن ابراہیم کو بھی تو شریعت اور سلطنت وحکومت عطا کی تھی پھر اگر سلسلہ ابراہیمی میں ہم نے دوسرے خاندان اور اسماعیلی نسل کو نبوت قرآن شوکت اسلامی اور عزت وحکومت عطا کی تو جلنے کی کون سی بات ہے ، مگر حقیقت یہ ہے کہ حسد ان کا فطری مرض اور خواہ مخواہ جلنا ان کا کام ہے ۔

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ یہ گزشتہ آیت کا تکملہ اور ضمیمہ ہے ۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ ہم نے نسل ابراہیم یعنی اولادِ اسرائیل کو ظاہر شریعت اور اسرار ورموز شریعت اور حکومت وسلطنت عطا کی تھی ، لیکن اپنی مذہبی کتاب پر کچھ لوگ تو ایمان لے آئے اور خداپرست ہوگئے اور کچھ لوگوں نے مخالفت وانکار کیا ۔ غرض یہ کہ جب انھوں نے اپنی مذہبی کتاب پر نکتہ چینی کی اور اس مخالفت پر کمربستہ ہوگئے تو کس طرح ممکن ہے کہ قرآن کی تکذیب اور مخالفت اور اسلام پر نکتہ چینی نہ کریں ۔

وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ایسے بدبختوں کو جلانے کے لئے جہنم کافی ہے ۔ آیات اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ الخ کا مفصل شانِ نزول یہ ہے کہ ایک بار رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر مفسد اور حاسد یہودیوں نے کچھ بیجا اعتراض کئے اور کہنے لگے کہ آپ اپنے نفس کو متواضع ظاہر کرتے ہیں حالانکہ آپ کی نو بیبیاں ہیں ۔ یہ تو اچھی خاصی سلطنت ہے ۔ اس اعتراض کا سبب چونکہ محض حسد تھا کیونکہ نو بیبیوں کا بہ اجازت خداوندی نکاح میں ہونا اوّل تو سلطنت نہیں اور ہو بھی تو سلطنت تواضع کے منافی نہیں ، اس لئے کہ تواضع قلب کی اس کیفیت کا نام ہے جس کی وجہ سے آدمی اپنے کمالات کو ہیچ سمجھے اور حق تعالیٰ کی عظمت کو ملحوظ رکھ کر بڑائی اور تکبر کو پاس نہ آنے دے سو ظاہر ہے کہ ہفت اقلیم کی سلطنت بھی کسی کے ہاتھ میں ہو اور وہ دل سے اس نعمت کو خداداد عطیہ سمجھ کر اپنے آپ کو محتاج اور ہیچ سمجھے ہوئے ہے تو اس میں کوئی منافات نہیں ۔

آیاتِ مذکورہ میں حسد کا قبح اور نامعقولیت دو وجہوں میں ظاہر کیا گیا ہے ۔ اوّل یہ کہ اگر حسد اس بات پر ہے کہ سلطنت تم سے لے کر حضور رسول پاک صلعم کو ملی تب تو خدا نے تم کو ٹھکانے پر یہی رکھا کہ سلطنت تم کو نہ ملی ورنہ تم کسی کو کوڑی نہ دیتے اور اگر حسد اس پر ہے کہ گو سلطنت تم سے نہیں ملی ، مگر پھر بھی رسول گرامی صلعم کو کیوں ملی تو اس کا جواب یہ ہے کہ محمد صلعم بھی خاندانِ نبوت اور آلِ ابراہیم میں سے ہیں اور خدا نے نبوت وریاست خاندانِ ابراہیم میں رکھی ہیں ۔ لہٰذا سلطنت نہ اجنبی خاندان کو دی گئی نہ نبوت غیر جگہ اتری ۔

مقصودِ بیان

خداتعالیٰ سلطنت وحکومت اُسی کو عطا کرتا ہے جس میں انتظامی قابلیت ہوتی ہے ۔ بخیل اور کنجوس کو سلطنت نہیں مل سکتی ۔ یہودی فطرتاً بخیل اور حاسد ہیں مسلمانوں کی شوکت ، ترقی اور حکومت ان کو ایک آنکھ نہیں بھاتی ۔ بخل اور حسد الہامی تعلیم کے منافی ہے ۔ کثرتِ نکاح اور سلطنت وحکومت تواضع کے خلاف نہیں ۔ تواضع اور فروتنی حکومت کے ساتھ ساتھ بھی ہو سکتی ہے ۔ ضمنی طور پر بخل وحسد اور رسول صلعم کی ذات گرامی پر نکتہ چینی کرنے کی ممانعت کی گئی ہے ۔ وغیرہ ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ

جن لوگوں نے ہمارے احکام کو نہ مانا عنقریب ہم اُن کو دوزخ میں ڈالیں گے اور جب ان کی کھالیں جل بھن جائیں گی تو اُن کی بجائے

الربع جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ہم دوسری کھالیں بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں بلاشبہ اللہ زبردست اور باحکمت ہے اور جو لوگ ایمان لائے

toobaafoundation.com

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ

اور انھوں نے اچھے کام کئے اُن کو عنقریب ہم ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے اندر نہریں بہتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ

اَبَدًا ۭ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۡ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ۝

رہیں گے وہاں ان کے لئے پاک صاف بیویاں ہوں گی اور ہم ان کو وسیع سائے میں داخل کریں گے

تفسیر اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ط پہلی آیت میں اہلِ کتاب کی بدکاریاں اور جعل سازیاں بیان کی گئی تھیں۔ اس آیت میں تمام کفار کے لئے عمومی طور پر عذاب کا حکم صادر کیا گیا خواہ وہ کافر یہودی ہوں یا عیسائی یا پارسی یا ہندو بہرحال ہر منکرِ حق کے لئے وعید شدید ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جو آیاتِ الٰہی کے منکر ہیں ہم سب کو جہنم کی آگ میں جلائیں گے۔ صرف کچھ دنوں کی مہلت ہے اور یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ ایک مرتبہ جہنم کی آگ میں داخل ہو کر جل بھُن کر مر جائیں گے اور پھر ہمیشہ کے لئے نجات پا جائیں گے۔

کیوں کہ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُھُمْ بَدَّلْنٰھُمْ جُلُوْدًا غَيْرَھَا یہ تکلیف منقطع نہ ہوگی ہمیشہ آگ میں جلیں گے جس طرح دنیا میں آتشِ حسد و عناد میں یہ نیرنگیاں اختیار کئے تھے، اسی طرح آخرت میں ان پر ہمیشہ ہمیشہ نئے نئے رنگ کا عذاب ہوتا رہے گا۔ جب آگ سے اُن کی ایک جلد جل جائے گی تو دوسری جلد جلنے کے لئے اور پیدا ہو جائے گی تاکہ ان کمبختوں کو پورا پورا عذاب چکھنا پڑے اور اس قلق کو کوئی نا ممکن خیال نہ کرے اور نہ حیاتِ اُخروی کو کوئی فانی سمجھے۔ خدا کے قبضہ و اختیار میں سب کچھ ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے کیوں کہ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا خدا تعالیٰ قادرِ مطلق ہے غالب اور زبردست ہے اُس کے قبضہ سے کوئی چیز خارج نہیں اور پھر حکیم بھی ہے۔ کافروں کو عذاب دینے اور اُن کی زندگی کو عذاب میں ہمیشہ قائم رکھنے کی اُس کو سب تدابیر معلوم ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ط قرآن مجید کی نیرنگیِ بیان اور اسلوبِ ادا کا یہ دستور ہے کہ عذاب کے مقابلے میں ثواب۔ اور کافروں کی سزا کے مقابلے میں مومنوں کی جزا کا اظہار کیا جاتا ہے تاکہ نافرمانوں کو عذاب کا خوف اور وعید پیدا ہو اور سزا سے ڈر کر اطاعت شعاری اور فرماں پذیری کے ثواب کا شوق دامن گیر ہو۔ گزشتہ آیت میں کفار کے عذاب کا اظہار کیا گیا تھا اور کفر و نافرمانی کی سزا سے ڈرایا گیا تھا۔ اس آیت میں مومنوں کی نیکو کاریوں اور اطاعت شعاریوں کا ثواب بیان کیا جاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جو خدا اور رسول اور قرآن وغیرہ کی تصدیق کر کے نیک اعمال کرتے ہیں۔ اس کو اس کے ثواب میں قسم قسم کی جنتیں ملیں گی اور یہ ثواب فانی بھی نہ ہوگا بلکہ دائمی ہوگا کبھی منقطع نہ ہوگا۔ جنت میں ہر قسم کی سرسبزی اور شادابی ہوگی۔ نہریں درختوں کے نیچے بہتی ہوں گی اور:۔

لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۔ اس کے لئے عالمِ قدس کی پاک حوریں بیبیاں ہوں گی جو ہر قسم کی جسمانی کثافت اور مادی آلائش سے پاک ہوں گی۔

وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ۝ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خدا تعالیٰ ان کو سایۂ دراز میں داخل کرے گا یعنی اپنی مہربانی اور عنایت عطا فرمائے گا۔ جس کو کبھی فنا نہیں۔ بمشاہدۂ صفات ازلیت اور دیدارِ جلال ذات میسر ہوگا۔ ابدی کفایت اور سرمدی رعایت نصیب ہوگی۔ ربیع بن انس سے مروی ہے کہ ظلِ ظلیل سے مراد وہ سایہ ہے جس میں نہ گرمی ہوگی نہ سردی نہ دُکھ نہ تکلیف۔

مقصودِ بیان ترغیب و ترہیب، انذار و تبشیر، خدا تعالیٰ کے قادرِ مطلق اور حکیم کامل ہونے کی صراحت۔ اس بات کی وضاحت کہ اہلِ جنت کو تمام نعمتیں میسر ہوں گی اور سب سے بڑھ کر رحمتِ الٰہی کا سایہ نصیب ہوگا۔ جنت کی حوریں تمام مادی کثافتوں اور جسمانی آلائشوں سے پاک ہیں۔ عذاب و ثواب سرمدی امور لازوال ہے۔ مومن جنت میں ہمیشہ رہیں گے اور کافر دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ وغیرہ

toobaafoundation.com

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ

اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کو دے دیا کرو اور جب تم لوگوں کا باہمی فیصلہ کرو

أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا

تو انصاف سے کرو اور تم کو بڑی اچھی بات کی نصیحت کرتا ہے بلاشبہ اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

تفسیر اس آیت کی شانِ نزول میں دو روایات ہیں مگر بالاتفاق یہ آیت حضرت عثمان بن طلحہ رضؓ کے متعلق نازل ہوئی جو دورِ جاہلیت میں کعبہ کے کلید بردار اور مجاور تھے۔ بحالتِ اسلام میں بھی انہیں کے پاس کعبہ کی کنجی رہی اور ان کی وفات کے بعد بھی ان کے بھائی شیبہ کو ملی۔

پہلی روایت ابنِ عباس رضؓ کی ہے کہ ابتداء سے خانہ کعبہ کی کنجی عثمان بن طلحہ کے پاس تھی۔ جب حضور والا نے مکہ فتح کیا تو آپ نے کنجی طلب کی۔ عثمان نے فوراً لاکر حاضر کردی۔ حضورِ اقدس صلعم عثمان کے ہاتھ سے کنجی اٹھانے نہ پائے تھے کہ حضرت عباس رضؓ نے حاضر ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت تو میرے سپرد ہی ہے۔ کعبہ کی کلید برداری بھی مجھے تفویض کردیجئے۔ یہ سن کر عثمان نے ہاتھ کھینچ لیا۔ حضور ؐ نے فرمایا عثمان کنجی لاؤ۔ جب دوسری دفعہ عثمان نے پھر کنجی دینے کے لئے ہاتھ بڑھایا، لیکن حضرت عباس رضؓ نے پھر وہی پہلے والے الفاظ ادا کئے تو عثمان نے پھر ہاتھ کھینچ لیا۔ بالآخر حضور گرامیؐ نے فرمایا عثمان اگر تو خدا پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے کنجی مجھے دے دے۔ عثمان نے عرض کیا یا رسول اللہ کنجی تو حاضر ہے، لیکن امانت سمجھ کر دیجئے ہی حوالے کیجئے۔ حضور والا نے کنجی لے کر قفل کھولا۔ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور وہیں آیت مذکورہ نازل ہوئی اور حضور والا نے ضروریات عبادت وغیرہ سے فارغ ہوکر باہر تشریف لاکر عثمان کو کنجی دے دی۔

دوسری روایت ابن اسحاق کی اس طرح ہے کہ حضرت علی رضؓ نے عثمان بن طلحہ کا ہاتھ مروڑ کر کنجی زبردستی لے لی تھی اور کنجی لے کر مسجد میں چلے گئے۔ جب رسول پاک مسجد میں تشریف لائے تو حضرت علی رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت کے علاوہ خانہ کعبہ کی دربانی بھی ہمارے سپرد کر دیجئے، لیکن حضور والا نے ارشاد فرمایا عثمان بن طلحہ کہاں ہے؟ حسب الطلب عثمان حاضر ہوئے اور حضور اقدس نے کنجی ان کے سپرد کردی۔

بہرحال باتفاق مفسرین شانِ نزول اگرچہ خاص ہے، لیکن آیت کا حکم عام ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:- إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا۔ خدا تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ جن کی امانت ہو ان کو ادا کرو، کسی قسم کی خیانت نہ کرو یعنی تم پر جس کسی کا جو حق لازم ہو اس کو بخوشی خاطر بغیر چون و چرا کے ادا کیا کرو۔ خواہ حقوق الٰہی ہوں یا حقوق انبیاء و صلحاء یا حقوق والدین و اقربا یا حقوق زوجین و اولاد یا حقوق ہمسائیگان یا حقوق اہلِ محلہ و اہلِ شہر و اہلِ وطن و بلاد و اہلِ مذہب یا خود اپنے نفس کے ہی حقوق ہوں۔ بہرصورت کسی کی حق تلفی نہ کرو۔ ہر ایک کا حق ادا کرنے میں انصاف سے کام لو خیانت نہ کرو۔

وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ۔ اس جملہ کا ربط پہلی آیت سے ہے، لیکن پہلی آیت میں عمومی حکم ہے اور اس میں بقول محمد بن کعب و زید بن اسلم و اشہر بن حوشب صرف طبقۂ حکام کو خطاب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ لوگوں کے باہمی فیصلے عدل اور انصاف کے ساتھ کیا کرو۔ کسی دباؤ یا لالچ یا شناسائی یا عزیزداری یا سفارش کے اثر سے کسی کی جنبہ داری نہ کیا کرو۔ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلعم کے موافق احکام جاری کرو۔

إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ۗ خدا تعالیٰ تم کو یہ بہترین نصیحت فرماتا ہے کہ خالق و مخلوق کے حقوق واجبہ ادا کرو اور دنیا میں عدل و انصاف سے کام لو اور یاد رکھو صرف ظاہری عدل و انصاف کافی نہیں حقیقی عدالت کی ضرورت ہے، جو ہر قول و فعل میں تمہارے واسطے لازم ہے کیونکہ۔

إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝ خدا تعالیٰ تمہارے ہر قول و فعل سے واقف ہے۔ اس سے کوئی حرکت اور کوئی سکون مخفی نہیں۔

مقصودِ بیان:- اس آیت میں نہایت بلاغت آمیز عبارت میں مذکورۂ ذیل امور کی ضمنی تعلیم دی گئی ہے توحید عبادت شکرگزاری امر بالمعروف

toobaafoundation.com

نہی عن منکر اجتناب از ممنوعات، امانت الٰہی کی ادائیگی، پورا تولنا، راز کو افشا نہ کرنا، کسی مانگی ہوئی چیز کو حسب وعدہ واپس دے دینا، امانت کو بوقت مطالبہ ادا کر دینا، بیوی کو میاں کے مال اور آبرو کی حفاظت کرنی، حکام اور ذی اختیار لوگوں کو اپنے ماتحتوں کے ساتھ خوش خلقی اور نرمی سے پیش آنا، علماء کو مسائلِ دین میں کمی بیشی نہ کرنی، اور بیجا تعصب سے باز رہنا، صاحبِ خانہ کو بیوی بچوں کے حقوق برابر ادا کرنا اُن کی تعلیم و تربیت کی کوشش کرنی، اپنے نفس کو تکلیفات سخت میں مبتلا نہ کرنا، بن باسی اور رہبانیت سے ممانعت، فسق و فجور مطلق العنانی شہوت رانی غضب پرستی اور دیگر حرکاتِ قبیحہ سے اجتناب، بقدر ضرورت آرام و آسائش کا حکم، مال و متاع، لباس و خوراک، سواری اور زینت سے دائرۂ شریعت کے اندر رہ کر استفادہ وغیرہ۔ آیت بالا ہم کو پر زور حکم دیتی ہے کہ کسی دباؤ اور طمع یا دوستی و عزیز داری یا سفارش سے متاثر ہو کر فریقین معاملہ میں سے کسی بیجا طرفداری نہ کریں۔ ایک فریق کی عزت اور دوسرے فریق کی ذلت اپنے کسی قول فعل یا حرکت و سکون سے نہ کریں۔ سماعت مقدمہ کے دوران میں دونوں فریقوں کی طرف توجہ برابر رکھیں۔ رشوت لے کر کسی کی حق تلفی نہ کریں۔ غرض کہ یہ آیات تمام ضروریاتِ دین اور اصلاحاتِ دنیا کی حامل ہیں۔ سمجھنے کے لئے روشن دماغ کی اور عمل کرنے کے لئے مؤمن دل کی ضرورت ہے۔ تاریک دماغ اور کافر دل کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ وغیرہ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ

مسلمانو! اللہ کا حکم مانو اور اس کے رسول کا حکم مانو اور تم میں جو صاحبانِ حکومت ہوں ان کا حکم مانو پھر

تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

اگر کسی معاملہ میں تمہارا باہم اختلاف ہو جائے تو اس میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو اگر تم کو اللہ اور روزِ قیامت کا یقین ہو۔

الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۵۹ ع

یہی بہتر ہے اور اسی کا انجام اچھا ہے

تفسیر ابن جریر نے بسند حضرت سدی بیان کیا ہے کہ ایک بار حضور اقدس صلعم نے فوج کا ایک دستہ بقیادت حضرت خالد بن ولید جہاد پر روانہ کیا۔ فوج میں حضرت عمار بن یاسر بھی تھے، جب یہ لوگ منزلِ مقصود کے قریب پہنچے تو آخری رات میں ایک پڑاؤ پر فروکش ہو گئے اور خیال کیا کہ علی الصباح کفار کی بستی پر حملہ کر دیں گے۔ کسی جاسوس نے کفار سے بھی جا کر یہ اطلاع کر دی۔ وہ لوگ صبح ہونے سے قبل ہی بھاگ گئے اور تمام بستی ویران کر گئے صرف ایک شخص وہاں باقی رہ گیا۔ اول اس نے تمام سفر والوں کا سامان اور اسباب جلوا دیا پھر رات کو ہی مسلمانوں کی فوج میں آ کر حضرت عمار بن یاسر سے ملا اور کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد عرض کیا الوالیقظان میری قوم کو جب تمہاری آمد کی خبر معلوم ہوئی تو سب لوگ بھاگ گئے صرف میں باقی رہ گیا اور اس وقت حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ اگر میرا یہ ایمان کل کو میرے لئے سود مند ہو سکتا ہو تو مجھے اطمینان دلا دیجئے ورنہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں بھاگ جاؤں۔ حضرت عمار رضی نے فرمایا ہاں تمہارا ایمان تمہارے لئے مفید ہوگا تم اطمینان رکھو۔ بالآخر جب صبح ہوئی تو مسلمانوں کے سپہ سالار نے کافروں کی بستی پر یورش کی، لیکن وہاں سوا اسی ایک مرد مسلمان کے اور کوئی موجود نہ تھا۔ حضرت خالد رضی نے اسی کو گرفتار کرا لیا۔ حضرت عمار کو جب یہ خبر پہنچی تو خالد رضی کے پاس جا کر کہنے لگے اس شخص کو چھوڑ دو یہ مسلمان ہو گیا ہے اور میری امان میں ہے۔ خالد بولے تم امان دینے والے کون ہو؟ میں سپہ سالار ہوں۔ الغرض آپس میں کچھ جھگڑا اٹھا اور فریقین کا معاملہ رسول پاک صلعم کی خدمت میں پہنچا۔ حضور والا صلعم نے عمار کی امان دہی کا حکم برقرار رکھا اور فرمایا پھر کبھی کسی امیر کے خلاف امان نہ دینا۔ حضور والا صلعم کے سامنے بھی خالد اور عمار کے درمیان کچھ تکرار ہوئی۔ خالد رضی نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور صلعم اس نکلے غلام کو اجازت دیتے ہیں کہ مجھے گالیاں دیتا ہے۔ حضور صلعم نے فرمایا خالد عمار کو برا نہ کہو، جو عمار کی برائی کرتا ہے خدا اُس کی برائی کرتا ہے جو عمار سے بغض رکھتا ہے خدا اس سے بغض رکھتا ہے، جو عمار پر لعنت کرتا ہے

toobaafoundation.com

خدا اُس پر لعنت کرتا ہے۔ عمار وہاں سے غصہ ہو کر منہ پھیر کر چلے گئے۔ خالد اُن کے پیچھے پیچھے گئے اور بہت عذر معذرت کر کے اُن کو رضا مند کر لیا۔ اُس وقت آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ ابن ابی حاتم نے بھی بروایت سدی یہی شانِ نزول بیان کیا ہے اور ابن عباسؓ کی روایت بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ:۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ۔ مسلمانو! خدا کے احکام کی اطاعت کرو، جو چیز قرآن میں حلال ہے اُس کو حلال سمجھو اور جو چیز حرام ہے اُس کو حرام سمجھو۔ یعنی قرآن کو دستور العمل بنالو (لیکن چونکہ قرآن میں تمام اشیاء کا تفصیلی ذکر نہیں ہے صرف اصول و قواعد ہیں اس میں بے تعداد اور لامحدود عجائبات ہیں اور ہر شخص بقدر فہم و استعداد ان عجائب سے فائدہ اندوز ہوتا ہے اور نبیؐ کی حیات پاک قرآن مجید کی عملی تفسیر ہے نیز قرآن رسول پاکؐ کے ذریعہ سے ہی بندوں تک پہنچایا گیا۔ قرآن کا جو مطلب حضور والا سمجھ سکتے تھے وہ کوئی انسان نہیں سمجھ سکتا تھا) اس لئے وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ رسول اللہؐ کے احکام کی بھی تعمیل کرو۔ جن چیزوں کو رسول پاکؐ نے حرام کر دیا ہے اُن کو حرام جانو اور جن کو حلال کر دیا ہے اُن کو حلال سمجھو۔ ابوداؤد ابن ماجہ وغیرہما کی روایت میں وارد ہے رسول پاکؐ نے فرمایا بعض پیٹ بھرے پلنگ پر لیٹ کر کہنے لگیں گے کہ ہم کو قرآن کافی ہے جو اس میں حلال ہے وہی حلال ہے اور جو حرام ہے وہی حرام ہے۔ حالانکہ رسول اللہؐ نے بھی اللہ کی طرح بہت سی چیزیں حرام بیان کی ہیں، لیکن چونکہ دنیا میں تمام پیدا ہونے والے جھگڑوں کی تفصیل اور عالم کے کُل واقعات کا اظہار اور ہر ہر چیز کا فیصلہ نہ تو قرآن میں ہے نہ ہو سکتا ہے نہ حدیث میں امور غیر متناہی کی تشریح ہو سکتی ہے۔ اگرچہ اصول و قواعد مفصل و مکمل طور پر بیان کر دیئے ہیں، اس لئے فرمایا وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ یعنی تم میں سے جو صاحبان امر ہوں اُن کی بھی اطاعت کرو، اُن کے فیصلوں کی تعمیل کرو سرکشی اور بغاوت نہ کرو۔

اُولِى الْاَمْرِ سے کیا مراد ہے؟ اس میں ائمہ و صحابہ کے درمیان اختلاف رائے ہے۔ جابر بن عبداللہ، حسن بصری، عطاء، ابوالعالیہ، مجاہد، ابن عباس، امام احمد، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور ضحاک وغیرہ کے نزدیک اس سے مراد علماء مفتی شریعت اور مجتہد فقہ ہیں۔ دیگر محققین کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ مسلمان حکام اور سلاطین ہیں جو شریعت اسلامیہ کے مطابق احکام کے فیصلے کرتے ہیں۔ کتاب اللہ اور سنتِ رسول پر خود بھی عمل پیرا ہیں اور دوسروں کو بھی عامل بناتے ہیں۔ امر معروف کا حکم اور امر ممنوع کی ممانعت کرتے ہیں۔ بہرحال حکام و قاضی مراد ہوں یا مفتی و مجتہد حاصل مطلب یہ ہے کہ وہ صاحبانِ امر جو خود بھی عادل ہوں اور شریعت کے موافق حکم دیں تو ان کے احکام کی تعمیل لازم ہے۔ جو احکام قرآن و حدیث میں بصراحت مذکور ہیں وہ تو مذکور ہی ہیں اور جو احکام صراحت کے ساتھ مذکور نہیں اُن میں علماء راسخین اور عادل سلاطین کے قیاسی فیصلے اور فتوے ماننا لازم ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ کی روایت ہے حضور اقدس نے ارشاد فرمایا جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی (متفق علیہ)

حضرت انس رضؓ سے مروی ہے حضور پاکؐ نے ارشاد فرمایا اگرچہ تم پر کسی حبشی غلام کو سردار بنا دیا جائے جس کا سر خشک سیاہ انگور کی طرح ہو، مگر تم اُس کے قول کو سنو اور اُس کے حکم کو مانو۔

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِىْ شَىْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔ اب اگر اسلام کے اصول و فروع میں باہم مسلمانوں میں کچھ اختلاف رائے پیدا ہو جائے تو کتاب اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور سنتِ رسول اللہ کو تلاش کرنا چاہیئے۔ کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ جس کے صحیح ہونے کا حکم دیں وہ راہ راست ہے اور باقی غلط۔ اس آیت نے کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کو کسی فیصلہ یا فتوے کی صحت و غلطی کے جانچنے کا معیار قرار دیا اور قول بالا کی تصدیق فرما دی، اسی لئے آگے ارشاد ہوتا ہے:۔ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ یعنی امور نزاعیہ میں قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرنا ایمان باللہ اور تصدیق قیامت کی علامت ہے۔ جو شخص خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو اُس پر لازم ہے کہ اگر باہم کسی مسئلے میں اختلاف ہو اور صحیح فیصلہ نہ معلوم ہو سکے تو قرآن و حدیث کی کسوٹی پر جانچ لے۔ خواہ مخواہ بغیر کسی ماخذ کے خود بخود مسائل میں تراش خراش نہ کرے۔ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا یہ گزشتہ کلام کی علت ہے یعنی اختلافی مسائل میں قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرنا اور ان کے فیصلوں کو راستی اور غلطی کا معیار قرار دینا خواہ مخواہ لڑنے جھگڑنے اور تنازع کرنے سے بہتر ہے اور مآلِ کار کے اعتبار سے بھی بہت اچھا ہے۔

مقصودِ بیان:۔ کتاب الٰہی تمام دنیا کے اصول و فروع کا باحق فیصلہ ہے۔ رسول اللہؐ کا فعل قول بلکہ کُل حیاتِ طیبہ قرآن کی عملی تفسیر ہے۔

toobaafoundation.com

صرف قرآن پر ایمان لانا اور رسول اللہ کی احادیث کا انکار کر دینا ایمان کے لئے کافی نہیں۔ مسلمان عادل حکام کی امور معروف میں اطاعت واجب ہے اور ان کی اطاعت سے سرتابی موجب کفر ہے۔ آیت میں بصراحت اختلافی مسائل اور نزاعی امور میں بلا ثبوت قیاسی تلاش خواہش اور دماغی اختراعات کی قطعاً ممانعت کی گئی ہے۔ ایسے وقت قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرنا لازم ہے اور بقیہ اس میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے مسائل کا استنباط لازم۔ آیت مذکور ہم کو نہایت جامعیت کے ساتھ اخوت ملی کی تعلیم دے رہی ہے اور دفع نزاع بین المسلمین کی بہترین تدبیر بتا رہی ہے اور یہ بھی ظاہر کر رہی ہے کہ شیرازۂ ملت کو پراگندگی سے بچانا ہر مسلمان کا فرض ہے اور اس کی صورت صرف یہی ہو سکتی ہے کہ تمام دنیا کو چھوڑ کر صرف قرآن و حدیث کی طرف رجوع کیا جائے۔

لفظ اَطِیۡعُوۡا کو مکرر لانے سے یہ مقصود ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے قول اور فعل کی اطاعت بہت ضروری ہے۔ پھر اس کی بھی صراحت ہے کہ مسلمان حکام کی اطاعت ضروری ہے غیر مسلم حاکم کی اطاعت لازم نہیں۔ درحقیقت بقول شیخ ابو سعید خراز آیت ہم کو حکم دے رہی ہے کہ حب الٰہی کی دل سے دعا کریں ظاہر کو شریعت رسول اللہ ﷺ کا پابند بنائیں اور تمام امت کی خیر خواہی کریں یا یوں کہنا چاہیے کہ اختلافات اور نفسانی خطرات کو کتاب اللہ پر پیش کرنا چاہیے اگر صحیح فیصلہ معلوم ہو جائے تو فبہا ورنہ سلف صالحین صحابہ تابعین کے اقوال اور مشائخ و علماء کے عمل میں دیکھنا چاہیے۔

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ يَزۡعُمُوۡنَ اَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ

کیا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ ہم اس کلام پر بھی یقین رکھتے ہیں جو تم پر نازل ہوا اور اس کلام کو بھی مانتے ہیں جو تم

قَبۡلِكَ يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يَّتَحَاكَمُوۡۤا اِلَى الطَّاغُوۡتِ وَقَدۡ اُمِرُوۡۤا اَنۡ يَّكۡفُرُوۡا بِهٖ ؕ

سے پہلے نازل کیا گیا حالانکہ یہ شیطان کے پاس مقدمہ لے جانا چاہتے ہیں باوجودیکہ ان کو حکم دیا گیا ہے کہ اُس کا کہنا نہ مانیں

وَيُرِيۡدُ الشَّيۡطٰنُ اَنۡ يُّضِلَّهُمۡ ضَلٰلًاۢ بَعِيۡدًا ۝ وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا

شیطان چاہتا ہے کہ ان کو راہ سے بہکا کر دور لے جائے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اُس حکم کی طرف

اِلٰى مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوۡلِ رَاَيۡتَ الۡمُنٰفِقِيۡنَ يَصُدُّوۡنَ عَنۡكَ

آؤ جو خدا نے نازل فرمایا ہے اور رسول کے پاس آؤ تو تم دیکھتے ہو کہ منافق تمہارے پاس آنے سے رُکتے

صُدُوۡدًا ۝ فَكَيۡفَ اِذَاۤ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِيۡبَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ

ہیں اُس وقت ان کا کیا حال ہوگا جب ان کی حرکات کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت آپڑے گی اور پھر خدا کی

ثُمَّ جَآءُوۡكَ يَحۡلِفُوۡنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنۡ اَرَدۡنَاۤ اِلَّاۤ اِحۡسَانًا وَّتَوۡفِيۡقًا ۝ اُولٰٓئِكَ

قسمیں کھاتے ہوئے تمہارے پاس آئیں گے کہ ہماری غرض صرف بھلائی اور میل ملاپ ہی کی تھی ان لوگوں

الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُ اللّٰهُ مَا فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ وَعِظۡهُمۡ وَقُلۡ لَّهُمۡ فِىۡۤ

کے دلوں کی باتیں اللہ خوب جانتا ہے تم ان کی طرف توجہ نہ کرو اور ان کو نصیحت کرو اور ان سے ایسی بلیغ بات کہو

toobaafoundation.com

أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ۝ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ

جو اُن کے دلوں میں اثر کرے ۔ ہم نے ہر رسول کو اس لئے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اُس کا کہا مانا جاوے ۔

تفسیر

ان آیات کے شانِ نزول میں تین روایات ہیں ۔ پہلی روایت معالم التنزیل میں مذکور ہے کہ ایک یہودی اور منافق کا آپس میں کچھ جھگڑا ہوا ۔ منافق نے کہا کہ کعب بن اشرف یہودی کے پاس چلو وہ زبردست عالم ہے ہم دونوں میں فیصلہ کر دے گا ۔ یہودی بولا نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو ۔ بالآخر دونوں رسول پاکؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ حضورؐ نے کیفیت واقعہ سُن کر یہودی کو ڈگری دے دی ، مگر منافق اس فیصلے پر راضی نہ ہوا اور دونوں حضرت عمرؓ کے پاس آئے ۔ یہودی نے حضرت عمرؓ سے حضور والاؐ کے فیصلے کی حالت بیان کردی ۔ فاروق اعظمؓ نے منافق سے دریافت کیا کہ کیا واقعی یہی بات ہوئی جو یہودی کہہ رہا ہے ؟ منافق نے اقرار کیا ۔ حضرت عمرؓ نے فوراً تلوار سے منافق کو قتل کر دیا ۔ اُس پر آیتِ مذکورہ نازل ہوئی ۔

دوسری روایت طبرانی نے بسند صحیح نقل کی ہے کہ ابو برزہ اسلمی ایک کاہن تھا جو یہودیوں کے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ کیا کرتا تھا ۔ چند مسلمانوں نے بھی بعض معاملات میں فیصلہ کرانے کے لئے اُس کے پاس رجوع کیا تو آیت مذکورہ نازل ہوئی ۔

تیسری روایت ابن عباسؓ نے بیان کی ہے کہ جلاس بن صامت اور معتب بن قشیر اور رافع بن زید مدعی اسلام تھے اور ان کی قوم میں کچھ آدمی پکے مسلمان بھی تھے ۔ ایک جھگڑے میں ان مسلمانوں نے ہر سہ اشخاص مذکور کو مشورہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فیصلے کے لئے چلیں ، لیکن انھوں نے انکار کر دیا ۔ اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی ۔

شیخ ابن کثیر کہتے ہیں کہ شانِ نزول کچھ بھی ہو ۔ بہرحال آیت کا حکم عام ہے ۔ ہر وہ شخص جو کتاب اللہ اور سُنّتِ رسول اللہ سے انحراف کر کے کسی باطل کی طرف رجوع کرتا ہو اُس کی مذمت کا اس آیت میں بیان ہے ۔

واقعہ یہ ہے کہ مدینے میں کچھ اہلِ کتاب اور کچھ آدمی قبیلۂ انصار کے ایسے بھی تھے جو بظاہر مدعی اسلام تھے ، لیکن جب کوئی معاملہ آپڑتا اور کوئی جھگڑا قضیہ پیدا ہو جاتا تو کعب بن اشرف ایسے رشوت خوار یہودیوں کی طرف فیصلہ کرانے کے لئے رجوع کرتے اور اُن کو اپنا پنچ بناتے تھے اور اپنی خباثت اندرونی کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے سے انکار کرتے تھے اور اگر کوئی سخت اہل مصیبت آپڑتی تھی تو اپنے مطلب کے لئے رسولِ پاکؐ کی خدمت میں دوڑ کر حاضر ہوتے اور گزشتہ غیر حاضری کے عذر کرتے اور قسم کھا کر کہتے کہ بعض مصلحتوں کی وجہ سے ہم وہاں فیصلہ کرانے گئے تھے ورنہ اور کوئی بات نہ تھی ۔

آیت کا مطلب یہ ہے :- أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کمالِ ایمان کے مدعی ہونے کے ساتھ دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ ہمارا ایمان قرآن پر بھی ہے اور تمام گزشتہ کتابوں پر بھی ، لیکن جب کوئی جھگڑا قضیہ ہو جاتا ہے تو يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ سرکش شیطانوں کے پاس فیصلہ کرانے کے لئے جانا چاہتے ہیں (ابن کثیر کے نزدیک طاغوت سے مراد کعب بن اشرف ہے ۔ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ حالاں کہ اُن کو حکم دیا گیا ہے کہ ایسے طغیان شعار شیطانوں کا کہنا نہ مانیں اور اُن سے دوستی بھی نہ کریں ۔ درحقیقت وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا شیطان چاہتا ہے کہ اُن کو گمراہ کر کے راہِ حق سے بالکل دُور ہٹا دے کہ پھر یہ حقانیت کی طرف کبھی کسی حالت میں رجوع نہ کر سکیں ۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ ۔ ان کمبختوں کی یہ حالت ہے کہ جب کوئی اُن سے کہتا ہے کہ چلو قرآنی فیصلے کی طرف رجوع کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر حضورؐ کے فیصلے کے خواستگار ہو تو رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا یہ منافق وہ شخص آپ سے منہ موڑ کر دوسروں کی طرف فیصلہ کرانے کے لئے جاتے ہیں ۔

فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ لیکن اُن کی حالت اُس وقت کیسی ہوتی ہے کہ جب ان پر کوئی کڑی مصیبت انہیں کی بداعمالیوں کی وجہ سے آپڑتی ہے اور کوئی رہائی کی صورت نظر نہیں آتی تو مجبور ہو کر اس کے بعد ثُمَّ جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا

toobaafoundation.com

اِحْسَانًا وَّ تَوْفِيْقًا ○ آپ کے پاس آکر خدا کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ وہاں جانے سے ہماری مراد صرف بھلائی اور ملاپ تھا ورنہ ہم وہاں نہ جاتے۔ بعض مفسرین نے آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ منافقوں کی عجیب کیفیت ہے، جب سچا حکم لینے کے لئے آپ کے پاس اُن کو بلایا جاتا ہے تو گریز کر دوسروں کی طرف چلے جاتے ہیں۔ لیکن جب اُن کی بد اعمالی کی وجہ سے اُن پر سخت مصیبت ٹوٹ پڑتی ہے اور اس منافق کو قتل کر ڈالتے ہیں تو آپ کے مقتول کے وارث بن کر اس کے خون کا دعویٰ کرتے ہیں اور قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ ہمارے عزیز مقتول نے تو عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کے بھی یہی سوچا تھا کہ فریقین معاملہ میں موافقت اور صلح ہو جائے اس کے علاوہ اس کی اور کوئی غرض نہ تھی۔ خدا تعالیٰ اس کی تردید میں فرماتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ یعنی یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ ان لوگوں کے قلبی نفاق اور دروغ بافی کو خدا جانتا ہے۔ یہ جھوٹے عذر پیش کرتے ہیں، لیکن آپ کو ان کی سخت گرفت نہ کرنی چاہیئے فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ بلکہ ان سے درگزر کیجئے اور چشم پوشی سے کام لیجئے وَعِظْهُمْ اور خدا کے خوف سے ان کو ڈرائیے، لیکن یہ نصیحت وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًۢا بَلِيْغًا ○ ایسے بلیغانہ انداز میں ہو کہ اُس کی تاثیر سے یہ خود بخود کفر سے باز آجائیں اور نفاق چھوڑ کر خالص مؤمن بن جائیں۔ اس حکم کی تعمیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں سے چشم پوشی کی اور ایسے رسولانہ اور حکیمانہ اندازِ بیان میں نصیحت کی کہ بہت سے منافق خود نفاق کو چھوڑ کر پکے خالص مسلمان ہو گئے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ یہ اس شبہ کا ازالہ ہے جو گزشتہ آیت سے پیدا ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نصیحت حکیمانہ انداز میں ہو یا اور کسی طرح بہرحال خود مؤثر نہیں بلکہ تاثیر پیدا کرنے والا اور باطل سے نکال کر دلوں کو حق کی طرف مائل کرنے والا خدا تعالیٰ ہے۔ خدا نے ہر رسول کو تبلیغِ احکام کے لئے بھیجا ہے، لیکن فرماں پذیر بنانا رسول کا کام نہیں ہے۔ فرماں پذیری اور قبولِ اطاعت منجانب اللہ ہے۔ بغیر اذنِ الٰہی کے کسی رسول کی فرماں پذیری اور اطاعت نہیں ہو سکتی۔

مقصودِ بیان منافقوں کی نفاق انگیزی اور دروغ بن کا بیان، مصلحت آمیز نفاق و کفر اختیار کرنے کی ضمنی ممانعت، خدا تعالیٰ کے عالم القلوب ہونے کی صراحت، چشم پوشی کرنے اور حکیمانہ انداز میں نصیحت کرنے کا حکم، اس امر کی وضاحت کہ ہر نصیحت کی بحکمِ الٰہی تاثیر ہوتی ہے۔ خدا جس کو نصیحت کرنا چاہتا ہے اُس کے دل پر نصیحت کارگر ہوتی ہے۔ اس آیت سے ضمنی طور پر اس طرف بھی ایک لطیف اشارہ ہے کہ رسول کا کام صرف تبلیغِ احکام ہے۔ مؤمن بنانے کا رسول ذمہ دار نہیں اور نہ یہ رسول کا کام ہے۔ آیت میں یہ امر بھی واضح کیا گیا ہے کہ کتاب اللہ اور فرمانِ رسول اللہ کے خلاف کوئی فیصلہ مسلمان کے لئے جائز الحمل نہیں اور نہ کسی مسلمان کو قرآن و حدیث کے فیصلے کے بعد کسی شخص سے فیصلے کا خواستگار ہونا چاہیئے۔ خصوصاً اُن لوگوں کو تو پنچ بنانا جائز ہی نہیں جو کتاب اللہ اور سنّتِ رسول اللہ کے خلاف فیصلے کرتے ہوں۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ

اور اگر بیجا حرکات کرنے کے بعد وہ تمہارے پاس آجاتے اور اللہ سے معافی چاہتے اور رسول بھی اُن کے لئے

الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○

استغفار کرتے تو اللہ کو ضرور توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے

تفسیر یہ آیت سابق آیت سے مربوط ہے۔ پہلی آیت میں منافقوں کی کور باطنی اور کج منشی کا بیان تھا اور ظاہر کیا گیا تھا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حق سے روگردانی کرتے ہیں۔ اگر ایمان و اسلام کی ان کو دعوت دی جاتی ہے تو وہ باوجود دعویٰ ایمان کے اس کی پرواہ نہیں کرتے۔

اس آیت کا مطلب ہے کہ بجائے حق سے انحراف کرنے کے اور جھوٹی معذرت کرنے کے اگر یہ لوگ آپ کی خدمت میں بخلوصِ قلب توبہ کر کے حاضر ہوتے اور خدا تعالیٰ سے اپنی بداعمالیوں اور ناحق کو شیوں کی معافی مانگتے اور خدا کے مقدس کا رسول گواہی بھی اُن کے لئے درخواستِ مغفرت کرتا تو

toobaafoundation.com

اِحْسَانًا وَّ تَوْفِیْقًا۝ آپ کے پاس آکر عذر کی قسمیں کھاکر کہتے ہیں کہ وہاں جانے سے ہماری مراد صرف بھلائی اور ملاپ تھا ورنہ ہم وہاں نہ جاتے۔ بعض مفسرین نے آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ منافقوں کی عجیب کیفیت ہے، جب سچا حکم لینے کے لئے آپ کے پاس اُن کو بلایا جاتا ہے تو گنہ موڑ کر دوسروں کی طرف چلے جاتے ہیں۔ لیکن جب اُن کی بد اعمالی کی وجہ سے اُن پر سخت مصیبت ٹوٹ پڑتی ہے اور اس منافق کو قتل کر ڈالتے ہیں تو صاحب مقتول کے وارث بن کر اس کے خون کا دعویٰ کرتے ہیں اور قسمیں کھاکر کہتے ہیں کہ ہمارے عزیز مقتول نے تو عمر رضا کے پاس جانے میں بھی یہی سوچا تھا کہ فریقین معاملہ میں موافقت اور صلح ہو جائے اس کے علاوہ اس کی اور کوئی غرض نہ تھی۔ خدا تعالیٰ اس کی تردید فرماتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ یعنی یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ ان لوگوں کے قلبی نفاق اور دروغ بافی کو خدا جانتا ہے۔ یہ جھوٹے عذر پیش کرتے ہیں، لیکن آپ کو ان کی سخت گرفت نہ کرنی چاہیئے فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ بلکہ ان سے درگزر کیجئے اور چشم پوشی سے کام لیجئے وَعِظْهُمْ اور خدا کے خوف سے ان کو ڈرائیے، لیکن یہ نصیحت وَقُلْ لَّهُمْ فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِیْغًا۝ ایسے بلیغانہ انداز میں ہو کہ اُس کی تاثیر سے یہ خود بخود کفر سے باز آجائیں اور نفاق چھوڑ کر خالص مؤمن بن جائیں۔ اس حکم کی تعمیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں سے چشم پوشی کی اور ایسے رسولانہ اور حکیمانہ اندازِ بیان میں نصیحت کی کہ بہت سے منافق خود نفاق کو چھوڑ کر پکے خالص مسلمان ہو گئے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ یہ اُس شبہ کا ازالہ ہے جو گزشتہ آیت سے پیدا ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نصیحت حکیمانہ انداز میں ہو یا اور کسی طرح بہرحال خود مؤثر نہیں بلکہ تاثیر پیدا کرنے والا اور باطل سے نکال کر دلوں کو حق کی طرف مائل کرنے والا خدا تعالیٰ ہے۔ خدا نے ہر رسول کو تبلیغ احکام کے لئے بھیجا ہے، لیکن فرماں پذیر بنانا رسول کا کام نہیں ہے۔ فرماں پذیری اور قبول اطاعت منجانب اللہ ہے بغیر اذن الٰہی کے کسی رسول کی فرماں پذیری اور اطاعت نہیں ہو سکتی۔

مقصودِ بیان منافقوں کی نفاق انگیزی اور دو غلے پن کا بیان، مصلحت آمیز نفاق و کفر اختیار کرنے کی ضمنی ممانعت، خدا تعالیٰ کے عالم القلوب ہونے کی صراحت، چشم پوشی کرنے اور حکیمانہ انداز میں نصیحت کرنے کا حکم، اس امر کی وضاحت کہ ہر نصیحت کی بحکم الٰہی تاثیر ہوتی ہے۔ خدا جس کو نصیحت کرنا چاہتا ہے اُس کے دل پر نصیحت کارگر ہوتی ہے۔ اس آیت سے ضمنی طور پر اس طرف بھی ایک لطیف اشارہ ہے کہ رسول کا کام صرف تبلیغ احکام ہے۔ مؤمن بنانے کا رسول ذمہ دار نہیں اور نہ رسول کا کام ہے۔ آیت میں یہ امر بھی واضح کیا گیا ہے کہ کتاب اللہ اور فرمان رسول اللہ کے خلاف کوئی فیصلہ مسلمان کے لئے جائز الحل نہیں اور نہ کسی مسلمان کو قرآن و حدیث کے فیصلے کے بعد کسی شخص سے فیصلے کا خواستگار بننا چاہیئے۔ خصوصاً اُن لوگوں کو تو پنچ بنانا جائز ہی نہیں جو کتاب اللہ اور سُنّتِ رسول اللہ ص کے خلاف فیصلے کرتے ہوں۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ

اور اگر بیجا حرکات کرنے کے بعد وہ تمہارے پاس آجاتے اور اللہ سے معافی چاہتے اور رسول بھی اُن کے لئے

الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۝

استغفار کرتے تو اللہ کو ضرور توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے

تفسیر یہ آیت سابق آیت سے مربوط ہے۔ پہلی آیت میں منافقوں کی کور باطنی اور کج منشی کا بیان تھا اور ظاہر کیا گیا تھا کہ یہ دوغلے لوگ حق سے روگردانی کرتے ہیں۔ اگر ایمان و اسلام کی ان کو دعوت دی جاتی ہے تو وہ باوجود دعویٰ ایمان کے اُس کی پرواہ نہیں کرتے۔

اس آیت کا مطلب ہے کہ بجائے حق سے انحراف کرنے کے اور جھوٹی معذرت کرنے کے اگر یہ لوگ آپ کی خدمت میں بخلوصِ قلب توبہ کرکے حاضر ہوتے اور خدا تعالیٰ سے اپنی بداعمالیوں اور ناحق کو شیوں کی معافی مانگتے اور خدا کے مقدس کا رسول گرامی بھی اُن کے لئے درخواستِ مغفرت کرتا تو

toobaafoundation.com

ضرور خدا تعالیٰ اُن کی توبہ قبول فرماتا اور ان پر بہت زیادہ مہربانی کرتا۔

مقصودِ بیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا اور بندہ کے درمیان نزولِ رحمتِ الٰہی کا وسیلہ ہیں۔ رسول اللہ کا دعاءِ مغفرت کرنا باعثِ رحمت ہے۔ آیت ضمنی طور پر اس امر پر بھی دلالت کرتی ہے کہ اگر گناہگار بندہ کسی نیک صالح شخص سے دعا کرائے تو قابلِ قبولیت ہوتی ہے۔ وغیرہ۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ

تمہارے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے تاوقتیکہ اپنے اندرونی جھگڑوں میں تم کو جج نہ بنائیں گے بشرطیکہ تمہارے فیصلہ سے اپنے

أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ

دلوں میں کبیدگی بھی محسوس نہ کریں اور اس کو بسر و چشم قبول کریں اور اگر ہم ان کو حکم دیدیتے کہ خود

اقْتُلُوٓا أَنْفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ مَا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِنْهُمْ وَلَوْ

اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالو یا اپنی بستیاں چھوڑ کر نکل جاؤ تو اس حکم کی تعمیل سوائے تھوڑے سے آدمیوں کے اور لوگ بھی نہ کرتے لیکن

أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا ۝ وَإِذًا

جس بات کی اُن کو نصیحت کی جاتی ہے اگر وہ ایسا کریں تو اُن کے حق میں بہتر ہو اور مضبوطی کے ساتھ دین میں جاؤ ہو جائے اور اس صورت

لَآتَيْنَاهُمْ مِنْ لَدُنَّا أَجْرًا عَظِيمًا ۝ وَلَهَدَيْنَاهُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝

میں ہم ان کو اپنی طرف سے بڑا اجر عطا کریں اور اُن کو سیدھے راستہ پر چلائیں۔

تفسیر امام احمد، نسائی اور امام بخاری وغیرہ نے بروایت عروہ بن زبیر بیان کیا ہے کہ حضرت زبیر کا ایک انصاری سے جھگڑا ہو گیا اور بات صرف اس قدر تھی کہ دونوں کے کھیت پاس پاس تھے۔ حضرت زبیر کا کھیت اُونچے پر تھا اور انصاری کا کھیت نشیب میں۔ پانی حرہ کی طرف سے آتا تھا اور پہلے حضرت زبیر کے کھیت میں پہنچتا تھا۔ اسی وجہ سے حضرت زبیر پہلے اپنے کھیت کو پانی دینا چاہتے تھے اور انصاری اپنے کھیت کو پہلے سیراب کرنے کا خواستگار تھا۔ یہ مقدمہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا۔ حضور والا نے فیصلہ کیا کہ پہلے زبیر کے کھیت کو پانی ملنا چاہیے پھر انصار کے کھیت کو۔ کیوں کہ زبیر کا کھیت بلندی پر تھا اور انصاری کا کھیت نیچی زمین میں تھا اس پر انصاری ناراض ہو گیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ یہ فیصلہ آپ نے اس وجہ سے کیا ہے اور زبیر کی رعایت اس وجہ سے کی ہے کہ وہ آپ کا پھوپھی زاد بھائی ہے۔ حضور کا چہرہ غصہ سے سُرخ ہو گیا اور آیت مذکورہ نازل ہوئی:

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ قصہ بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔ فقط یہ معاملہ سببِ نزول نہیں ہو سکتا کیوں کہ قرآن کی رفتارِ عبارت صاف طور پر بتا رہی ہے کہ اس میں منافقوں کی حالت کا بیان مقصود ہے۔

آیت کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اے رسول آپ کے رب کی یعنی ہم کو اپنی ذات کی قسم اُن لوگوں کو اپنے ظاہری ایمان اور ادعاء اسلام پر نازاں نہ ہونا چاہیے۔ یہ لوگ اُس وقت تک سچے مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس کے اختلافات اور نزاعی امور میں آپ کو پنچ مقرر نہ کریں گے اور پھر آپ کے

toobaafoundation.com

فیصلے کو بخوشی خاطر بغیر کسی کراہیت اور ناراضگی کے قبول نہ کریں گے (ان لوگوں کی حالت نہایت تعجب انگیز ہے ہم ان کو اپنے رسول کی معرفت کوئی سخت اور ناقابل برداشت حکم بھی تو نہیں دیتے کہ ان کو سرتابی کرنے کا موقع ہاتھ آئے بلکہ نہایت سہل اور آسان حکم دیتے ہیں پھر کیوں اظہار ناراضگی کرتے ہیں)

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ اگر ہم ان کو کوئی سخت حکم دے دیتے اور کہتے کہ خودکشی کرو یا اپنے شہر و وطن سے نکل جاؤ تو اس پر بہت ہی کم لوگ عمل کرتے۔ اب تو وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۝ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ جو نصیحت اُن کو کی جاتی ہے اگر اس پر عمل کر لیتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا اور ان کے واسطے ثبات ایمان کا ذریعہ بن جاتا اور ان کا ایمان خوب محقق اور پختہ ہو جاتا اور خدا تعالیٰ ان کو اجر عطا فرماتا اور راہ راست بتا دیتا۔

سدی نے بیان کیا ہے کہ ثابت بن قیس صحابی اور ایک یہودی کی باہمی مفاخرت پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مفصل قصہ محی السنہ نے معالم میں ذکر کیا ہے کہ جب زبیر بن عوام اور ان کا مخالف انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے فیصلہ کرا کر واپس آرہے تھے تو راستہ میں حضرت مقداد بن اسود ملے۔ مقداد نے پوچھا کہ رسول اللہؐ نے کس کو ڈگری دی؟ انصاری نے منہ ٹیڑھا کر کے کہا اپنے پھوپھی زاد بھائی کو دی۔ اس قصے کے وقت ایک یہودی بھی موجود تھا۔ اس واقعہ کو سن کر کہنے لگا تم لوگ بھی عجیب ہو، جب محمدؐ کو خدا کا رسول جانتے ہو تو پھر باہمی جھگڑوں کے فیصلوں میں کیوں ناحق جنبہ داری کی ان پر تہمت لگاتے ہو۔ خدا کی قسم ہم نے حضرت موسیٰ کی زندگی میں ایک بار گناہ کیا تھا اور موسیٰ ؑ نے ہم کو توبہ کرنے کا حکم دیا اور فرمایا خودکشیاں کرو۔ بلا روک ٹوک ایک دوسرے کو قتل کرو۔ یہی تمہارے لئے توبہ قبول ہونے کا ذریعہ ہے تو ہم نے موسیٰ ؑ کا حکم قبول کیا اور اس قدر قتل عام کیا کہ ایک وقت میں ستر ہزار آدمی قتل کر دیئے گئے اور اس قتل عام کی تعمیل میں ہم نے حکم الٰہی سے سرتابی نہ کی۔ اسی کی رضامندی پر قائم رہے۔ وہاں حضرت ثابت بن قیس بھی موجود تھے۔ یہودی کا کلام سن کر کہنے لگے خدا خوب واقف ہے کہ میں سچ کہتا ہوں۔ خدا وحدہٗ لاشریک کی قسم اگر رسول اللہ مجھ کو خودکشی کا حکم دیں تو میں تعمیلِ حکم میں سر دستی نہ کروں گا۔ یہ قصہ درحقیقت گزشتہ قصہ کا تتمہ اور ضمیمہ ہے۔ شانِ نزول دونوں آیات کی ایک ہی ہے۔ ہر دو آیات کا حاصل مطلب یہ ہے کہ اطاعت شعار اور فرماں بردار بندے ہمیشہ نافرمانوں کے مقابلے میں کم ہوتے ہیں۔ چنانچہ صحابہ بھی اپنے زمانے کے انسانوں کے زمانے میں بہت قلیل تعداد رکھتے ہیں۔ موسیٰ ؑ کے زمانے میں بھی فرماں برداروں کا گروہ نافرمانوں کے مقابلے میں تھوڑا تھا باقی یہودی اور منافق اب خودکشی کے احکام تو کیا اطاعتِ رسول ہی کو بجان و دل مان لیں تو نجات پا جائیں۔ پچھلوں پر فخر کرنے سے کیا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ اگر رسول کی فرماں برداری کرتے تو ہم ان کو آخرت میں جنت عطا فرماتے اور دنیا میں اسلام کی ہدایت نصیب کرتے اور علوم معرفت مرحمت فرماتے۔

مقصود بیان رسول پاکؐ کی عظمت شان اور حاکم عادل اور قول و فعل کے واجب العمل ہونے کی صراحت۔ اس بات کا اظہار کہ آپس کے ہر قسم کے نزاعیات اور اختلافات میں رسول پاک کا فیصلہ اٹل ہے۔ جب تک رسول پاکؐ کو علاوہ دینی سردار اور پیشوا ہونے کے دنیوی معاملات کا بھی عادل جج قرار نہ دیا جائے اور جب تک حضورؐ کے فیصلے کو بخوشی خاطر بغیر کسی چون و چرا اور ناگواری کے قبول نہ کیا جائے۔ اس وقت تک کوئی مومن نہیں ہو سکتا۔ آیت میں اس بات کی وضاحت ہے کہ مسلمانوں میں بھی کچھ لوگ اپنا تن من دھن ہمیشہ اسلام اور اسلامیات اور احکام الٰہی کی تعمیل میں قربان کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ اس امر پر بھی ایک خاص روشنی پڑتی ہے کہ اسلام کے احکام سہل العمل اور آسان ہیں۔ گزشتہ شریعتوں کی ناقابلِ برداشت نہیں ہیں نہ اسلام میں خودکشی کا حکم ہے نہ شہر بدر ہو جانے کا۔ اس بات کی طرف بھی ایک لطیف اشارہ کہ گمراہی انسان کی خود آوردہ حرکت ہے۔ اگر اسلام کے آسان ترین احکام کی تعمیل کی جائے تو خدا تعالیٰ راہ راست دکھا دیتا ہے اور اسلام کی خوبیاں معلوم ہونے لگتی ہیں اور چشم بصیرت وا ہو جاتی ہے اور علوم معرفت حاصل ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور غیب کے پردے بینائی عقل کے سامنے سے ہٹ جاتے ہیں۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ

اور جو لوگ اللہ و رسول کا کہنا مانتے ہیں وہ ان انبیاء صدیقین شہداء اور صلحاء کے

toobaafoundation.com

وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۚ ذَٰلِكَ

ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے اور وہ اچھے رفیق ہیں یہ اللہ

الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عَلِيمًا ۝ ع

کا فضل ہے اور اللہ ہی کا جاننا بس کرتا ہے

تفسیر ایک بار چند صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مرنے کے بعد ہم خدا جانے کہاں ہوں گے نہ آپ کی زیارت سے جنت میں کس طرح مشرف ہوں گے۔ حضورؐ کے مراتب عالیہ تک بھلا کون پہنچ سکتا ہے۔ ہم جب حضورؐ کی زیارت نہ کر سکیں گے تو چین کیوں کر آسکے گا! انھیں صحابیوں میں ایک صحابی حضرت ثوبان رضؓ بھی تھے جو رسولِ پاکؐ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ثوبان کا چہرہ اسی فکر میں زرد پڑ گیا تھا، جب حضورؐ نے ان کی یہ حالت ملاحظہ فرمائی تو دریافت حال فرمایا۔ ثوبان نے عرض کیا یا رسول اللہ نہ تو مجھے کوئی مرض ہے نہ تکلیف، مگر آپ کو دیکھے بنا چین نہیں آتا۔ میں حضورؐ سے اپنے مال و اولاد و جان سے زیادہ محبت رکھتا ہوں۔ گھر میں ہوتا ہوں اور حضورؐ کی یاد آجاتی ہے تو صبر نہیں رہتا، جب آ کر دیکھ لیتا ہوں تو چین پڑتا ہے اور جب حضورؐ کے وصال کو یاد کرتا ہوں تو سوچتا ہوں میرا اُس وقت کیا حال ہوگا اور مجھ پر حضورؐ کے بعد کیا گزرے گی! اُس وقت آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

پچھلی آیتوں میں نافرمان منافقوں اور نفاق آمیز مسلمانوں کے حق میں وعید اور ان کو ان خطاکاریوں سے باز رہنے کی نصیحت کی گئی تھی اب اس آیت میں فرماں بردار اور اطاعت شعار بندوں پر جو انعام و فضل ہوگا اُس کا بیان ہے۔ ہم بار بار ذکر کر چکے ہیں کہ قرآن کا طرزِ بلیغ یہی ہے کہ پہلے نافرمانی و سرکشی اور کفر و گناہ کے نتیجۂ بد سے ڈراتا ہے اور پھر اس کے مقابلے میں فرماں پذیری اور اطاعت گزاری کا ثمرہ اور ثواب بیان کرتا ہے تاکہ انسانی طبائع کو نافرمانی اور گناہوں سے خوف زدہ ہو کر اعمالِ حسنہ اور صالحات کی طرف رغبت ہو۔

اس آیت یعنی وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا میں بتایا گیا ہے کہ خدا و رسول کے فرماں بردار اُن چار گروہوں میں داخل ہوں گے جو انعاماتِ الٰہی سے سرفراز اور رحمتِ الٰہی سے کامیاب ہیں۔ ان فیض یاب اور ممتاز گروہوں کو چار حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صلحائے اُمت۔ کیوں کہ ترقی روحانی کے یہی چار مراتب ہیں اور ہر مرتبہ دوسرے سے مختلف اور اعلیٰ یا ادنیٰ ہے۔ انبیاء تو کمال علمی و عملی کی حد سے آگے بڑھ کر دوسروں کی تکمیل و ہدایت کے درجے تک پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کے مراتب سب سے اعلیٰ ہیں اور عالمِ قدس میں جو منصب ان کو نصیب ہے وہ دوسروں کو نہیں مل سکتا۔ دوسرا مرتبہ صدیقوں کا ہے یہ لوگ عرفانِ الٰہی کی انتہائی چوٹی تک پہنچ کر حقائق اشیاء سے خود بھی خبردار ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی خبردار کرتے ہیں۔ صدیق درحقیقت نبی کا علمی پرتو ہوتا ہے اور عالمِ غیب کے برحق ہونے کی عملی گواہی دیتا ہے۔ چوتھا مرتبہ صلحاء کا ہے جو اپنی عمر عباداتِ الٰہی میں اور مال و زینت خوشنودیٔ خدا کے حاصل کرنے میں صرف کرتے ہیں۔ یہ گروہ علمی و عملی اعتبار سے نبی کا پرتو اور مظہرِ کمال ہوتا ہے لیکن شہداء و صدیقین سے اس کا مرتبہ اور ظہورِ کمال کم ہوتا ہے۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ جو لوگ خدا و رسول کے فرماں بردار ہیں احکامِ الٰہی اور سُنّتِ نبوی کی پیروی کرتے ہیں وہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صلحائے اُمت کے گروہ میں داخل ہوں گے۔ ان کی روحیں اگرچہ ناقص ہوتی ہیں مگر چوں کہ ان کو کامل اور روشن روحوں کا اتباع کرنے سے ان کے ساتھ ایک خصوصی تعلق پیدا ہو جاتا ہے، اس لئے عالمِ قدس میں بھی انھیں کے ساتھ ہوں گی اور ان کے انوار و تجلیات ان پر بھی بالکل اسی طرح منعکس انداز ہوں گے جس طرح دھوپ میں ایک صاف آئینے کی روشنی دوسرے صاف آئینے پر پرتو ریز ہوتی ہے۔

وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا۔ یعنی مذکورہ بالا چاروں مراتب والے اگرچہ اونچے درجات پر فائز ہوں گے، لیکن اُن کی رفاقت اور صحبت اور زیارت اور ہم نشینی سے متمتع اور ذوق اور بہرہ ور ہونا کیسی خوش نصیبی ہے اور :-

ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ ۚ یہ محض خدا کا فضل، اور اس کی رحمت ہے کہ اپنے بندوں کو ان درجاتِ عالیہ پر فائز فرمائے گا ورنہ طاعت و عبادت

toobaafoundation.com

فرماں پذیری اور قربانی کسی کی اس قابل نہیں ہوسکتی کہ جس کے عوض میں ایسے انعامات سے سرفراز فرمایا جائے ۔ رہا ان درجات کی کیفیت اور اس کا صحیح علم تو کفیٰ
بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝ اُس کو خدا ہی خوب جانتا ہے اور اسی کا علم اکمل و اتم ہے اُس کی تمام خبروں پر یقین و ایمان رکھنا چاہیئے ۔

مقصودِ بیان اطاعت و فرماں پذیری اور نیکوکاری کی بلیغ عبارت میں ترغیب ، اس امر کی صراحت کہ ثوابِ آخرت مغفرت اور تمام اُخروی نعمتیں محض خداداد ہوں گی وہی اپنی رحمت و فضل سے عطا فرمائے گا ۔ بندوں کے اعمالِ حسنہ کو اس کے حصول میں وجوبی دخل نہیں ہے ۔ آیت میں لطیف اشارات اس طرف بھی ہیں کہ انبیاء کو جو انعامات خدا تعالیٰ نے عطا کئے ہیں ۔ ذات و صفات کے علوم عنایت کئے ہیں ۔ مرتبۂ قرب و مشاہدہ عنایت کیا ہے اور ملک و ملکوت کے خزائنِ غیب پر اُن کو مطلع کیا ہے یہ سب فضلِ الٰہی ہے ۔

صدیقوں کو جو روشن کرامات عطا فرمائی ہیں اور انوارِ صفات سے اُن کی آنکھوں کو روشن اور دل کو منور کیا ۔ یہ بھی فضلِ الٰہی ہے ۔ شہداء کو جو اپنے پرتوِ جمال سے مشرف فرمایا ہے اور شجاعت کا حقیقی مظہر قرار دیا ہے ۔ یہ بھی فضلِ الٰہی ہے ۔ باقی عام صلحاء امت کو جو لطائفِ نیکی سے معزز فرمایا اور نیکوکاری میں ان کو استقامت عطا فرمائی ۔ یہ بھی اُسی کا فضل ہے ۔ وغیرہ ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ۝ وَاِنَّ

مسلمانو ! اپنے بچاؤ کا سامان لو پھر دستہ دستہ بن کر یا یکدم سب مل کر نکل کھڑے ہو تم میں سے

مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ

بعض آدمی ایسے بھی ہوں گے جو دیر لگائیں گے اور اگر تم پر کوئی مصیبت آپڑی تو کہیں گے کہ خدا نے مجھ پر بڑا فضل کیا

اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ۝ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ

کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا اور اگر اللہ کی طرف سے تم کو کوئی نعمت مل گئی تو کہنے لگیں گے

كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝

کاش میں ان کے ساتھ ہوتا تو بڑی کامیابی حاصل کرتا گویا تمہارے اور ان کے درمیان کوئی دوستی ہی نہ تھی

تفسیر جب کہیں جہاد پر مسلمان جاتے اور لشکر کی تیاری کر کے شریکِ جہاد ہوتے تو عبداللہ بن ابی اور بعض دیگر منافق اور کمزور ایمان والے مسلمان حیلہ بہانہ کر کے مسلمانوں کے ساتھ جنگ پر نہ جاتے ۔ اب اگر مسلمانوں کو اس جنگ میں شکست ہوجاتی تو خوش ہو کر کہتے کہ خدا نے ہم پر بڑا فضل کیا کہ ہم شریکِ جنگ نہ ہوئے ورنہ ہم پر بھی مصیبت پڑتی اور اگر مسلمانوں کا لشکر فتح پاکر کامیاب واپس آتا اور مالِ غنیمت باہم تقسیم کرتا تو تاسف کے طور پر کہتے کہ کاش ہم بھی اُن کے ساتھ ہوتے اور غنیمت میں شریک ہو کر نہال ہوجاتے ۔ یہ الفاظ اس پیرایہ میں ادا کرتے جس سے معلوم ہوتا کہ مسلمانوں میں اور ان میں میل جول اور محبت و مودت کا کوئی علاقہ ہی نہیں ہے اس پر آیت يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ نازل ہوئی اور اس پورے قصہ کو آیت میں بیان کیا گیا ہے ۔

مطلب یہ ہے کہ مسلمانو ! (اول) اپنے بچاؤ کا سامان (مثلاً ہتھیار وغیرہ) لے لو اور ایسی چیزیں ساتھ رکھو جس کی وجہ سے تم دشمن سے بچ سکو ۔

فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ۝ اس کے بعد چھوٹے چھوٹے دستے بنا کر جہاد کے لئے چلو اور جنگ کے لئے تیار ہوجاؤ یا سب کے سب مل کر آمادۂ جنگ ہوجاؤ اور میدان میں نکلو ۔ بہرحال جیسی ضرورت ہو ویسی ہی صورت اختیار کرو ۔ واحدی کے نزدیک حِذْر سے مراد ہتھیار ہیں ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ثُبَات سے چھوٹے چھوٹے دستے مراد ہیں ۔ سب کے سب مل کر جنگ پر جانے سے مراد یہ ہے کہ سب اکٹھے ہو کر رسول ﷺ کے ہمرکاب جاؤ ، الگ

toobaafoundation.com

الگ نہ جاؤ کیوں کہ اس سے دشمن کے حوصلے کو قوت پہنچتی ہے اور مسلمانوں کی ضرر رسانی کا اُن کو زیادہ موقع ملتا ہے ۔ مجاہد، عکرمہ، قتادہ، سدی، ضحاک اور عطاء خراسانی نے یہی معنی بیان کئے ہیں ۔

وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ ۔ لیکن مدعیانِ اسلام میں سے بعض لوگ ایسے بھی ضرور ہوں گے جو قسم کھا کر مسلمانوں کے ساتھ بیٹھ رہیں گے اور شریکِ جنگ نہ ہوں گے اور مجاہدوں کے ہمراہ نہ جائیں گے (ابن حبان) بلکہ خود بیٹھے رہنے کے علاوہ دوسروں کو بھی جہاد سے روکیں گے (ابن جریج و ابن جریر) فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ پھر اگر مسلمانوں پر جنگ میں کچھ افتاد پڑی اور کچھ شہید ہوگئے یا شکست ہوگئی تو قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ۝ اپنی انتہائی بے ایمانی سے وہ اپنی عدم شرکت کو نعمت تصور کرے گا اور کہے گا کہ مجھ پر خدا کا بڑا احسان ہوا کہ میں مسلمانوں کے ساتھ شریک نہ ہوا ورنہ میں بھی اس مصیبت میں مبتلا ہوتا ۔ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ اور اگر کچھ فضلِ الٰہی تمہارے شاملِ حال ہوگیا اور فتح حاصل ہوگئی اور مالِ غنیمت تم کو مل گیا تو لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ ندامت اور پشیمانی سے کہے گا کہ افسوس میں ان کے ساتھ نہ تھا ۔ کاش میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو جو کامیابی اور مالِ غنیمت ان کو حاصل ہوا مجھے بھی حاصل ہوتا اور یہ الفاظ ایسے پیرایہ میں ادا کرے گا کہ مسلمانوں میں اور اس میں کوئی رابطہ، تعلق اور دوستی بھی نہیں ہے ۔ بالکل اجنبی ہوکر اظہارِ تاسف کرے گا ۔

مقصودِ بیان جہاد کا حکم اور جہاد کے ضروری سامان ساتھ لے جانے کا امر ضمناً کورانہ توکل کی ممانعت اور اسبابِ ظاہری سے بالکل دست بردار ہوجانے سے بازداشت ۔ دشمن کے مقابلے پر ایسی صورت سے جانے کی ہدایت جس سے اس پر رعب پڑے اور مسلمانوں کے نقصان کا کم اندیشہ ہو ۔ اہلِ نفاق کی حالت کا بیان ۔ وغیرہ ۔

فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَمَنْ يُّقَاتِلْ

لہٰذا جو لوگ دنیوی زندگی کو آخرت کے عوض میں فروخت کرتے اُن کو راہِ خدا میں جہاد کرنا چاہیئے جو شخص راہِ خدا میں

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ وَمَا لَكُمْ لَا

لڑے گا تو مارا جائے یا غالب ہو ہم اُس کو بڑا ثواب دیں گے اور کیا وجہ کہ

تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ

تم راہِ خدا میں اور اُن کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے

الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا

جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظلم کر رہے ہیں اور اپنی طرف سے

مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ؕ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ

ہمارا کوئی حمایتی بنادے اور اپنے پاس سے ہمارے لئے کوئی مددگار مقرر کردے ۔ جو مسلمان ہیں وہ تو اللہ کی

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا

راہ میں لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں پس تم

toobaafoundation.com

أَوْلِيَاءَ الشَّيْطٰنِ ۚ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيفًا ۝

ع

شیطان کے رفیقوں سے لڑو بلاشبہ شیطان کا فریب بودا ہے

تفسیر جب مشرکین مکہ نے حضور اقدس ﷺ پر اور مسلمانوں پر بے حد ظلم وستم کرنے شروع کر دیے ہیں، مسلمانوں نے خرید و فروخت اور بیاہ شادی بند کر دی۔ بلالؓ، صہیبؓ، عیاشؓ بن ربیعہ اور خبابؓ جیسے لوگوں کو گرم ریت پر لٹا کر کوڑے مارے جانے لگے، مسکین وایماندار عورتوں اور بچوں پر طرح طرح کے ظلم ہونے لگے۔ حضور والا کو شہید کرنے کے روزانہ منصوبے باندھے جانے لگے اور جا بجا مسلمانوں پر مار پیٹ ہونے لگی اور مسلمانوں میں برداشت کی قوت نہیں رہی تو ترکِ وطن اور گھر بار چھوڑ کر مدینے کو چلے جانے کی اجازت ہوگئی۔ حضور گرامی ﷺ اور جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم مکہ کو چھوڑ کر گھر بار سے منہ موڑ کر مدینے آگئے، لیکن بہت سے چھوٹے چھوٹے بچے، باندیاں اور خادم ضعیف عورتیں اور بیمار مرد مثلاً ابن عباسؓ، ابن عباس کی والدہ، سلمہ بن ہشام، ولید بن ولید، ابو جندل بن سہیل وغیرہ اور کچھ وہ لوگ جو کافروں کی قید میں رہ گئے تھے۔ مسلمانوں کے ترکِ وطن کرنے سے مشرکوں کو اور بھی خوف ہوا کہ کہیں یہ لوگ بھی فرار نہ ہوجائیں، اس لئے اُن ستم رسیدہ لوگوں کی قید میں اور بھی سختی کرنے لگے اور طرح طرح کی تکلیفیں دینے لگے تاکہ وہ تکلیفیں پاکر گھبرا اٹھیں اور اسلام چھوڑ کر پھر کافر ہوجائیں۔ بیچارے مظلوم سوا اس کے کہ خدا سے اپنی رہائی کی دعا کریں اور کیا کر سکتے تھے۔ اُس وقت مسلمانوں پر جہاد فرض ہوا اور خدا کی راہ میں لڑنا اور اپنے بے بس مظلوم بھائیوں کو کفار کے ظالم پنجے سے چھڑا دینا کہ مظلوم کی دعا ہونی لازمی ہے، اس لئے خدا تعالیٰ نے اُن کی رہائی کا سامان غیب سے کر دیا۔ بعض تو ویسے ہی رہا ہوگئے اور جو کچھ بچے تھے وہ آخر فتح مکہ کے دن آزاد ہوگئے اور سب کو امن وعزت مل گئی۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ۔ مسلمانو! تم اُن منافقوں کی طرح دنیوی لالچ کے گرویدہ نہ رہو بلکہ جو لوگ دنیوی زندگی اور فانی لذات فروخت کر کے عیش دائمی اور حقیقی زندگی حاصل کرنا چاہتے ہیں اُن کو محض خوشنودی خدا اشاعتِ دین اور خدا کا بول بالا کرنے کے لئے لڑنا چاہیئے۔ اب دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہوگی فتح یا شہادت۔

وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا بہر صورت مجاہد فی سبیل اللہ شہید ہو جائے جو عین مدعا ہے یا دشمن پر غالب آجائے اور ظفریاب ہوجائے۔ دونوں حالتوں میں ہم اُس کی محنت کا عظیم الشان صلہ عنایت کریں گے۔ فقط دنیوی مال ومنال، دولت وحشم، جاہ وجلال ہی جہاد فی سبیل اللہ کا صلہ نہیں ہے بلکہ اجر جزیل خدا تعالیٰ عطا فرمائے گا، اس لئے کسی صورت میں کامیابی مفقود نہیں ہوسکتی۔ اس سے آگے مسلمانوں کو رقت آمیز اور جوش انگیز کلمات فرما کر جہاد پر آمادہ کیا جاتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ آخر:۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۔ تم کو کیا ہوگیا ہے کہ راہ خدا میں جہاد نہیں کرتے اور کیوں وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اُن کمزور بے بس اور لاچار مردوں عورتوں اور بچوں کو چھڑانے کے لئے لڑائی نہیں کرتے جو ہمیشہ کفار کی ایذا میں اُٹھا اُٹھا کر خدا سے دعا کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں الٰہی أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا۔ ہم کو اس ظالم بستی سے نکال جہاں کے رہنے والے ناحق کوش اور کفر پسند ہیں۔ وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا اور اپنی طرف سے ہمارا ایک سرپرست اور ذمہ دار مقرر فرمادے تاکہ وہ کافروں سے جہاد کر کے ہم کو چھڑا دے۔ وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا اور اپنے پاس سے ہمارا ایک مددگار مقرر فرمادے جو ہم کو ان ظالموں سے بچالے۔ ان مظلوم بے کس مسلمانوں کی دعا خدا تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ پہلی دعا کا نتیجہ تو یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ نے غیب سے سامان فراہم کر دیا اور کچھ لوگوں کو کافروں کے ستم شعار پنجے سے رہائی ہوگئی اور جو کچھ باقی رہ گئے تھے وہ دوسری دعا کے نتیجے میں فتح مکہ کے دن آزاد ہوئے اور حضور والا ﷺ نے فتح کے بعد عتاب بن اسید کو مکہ کا حاکم مقرر فرمایا جنہوں نے ظالم سے مظلوم کا حق دلوایا اور جن ستم گاروں نے غریبوں پر ظلم ڈھا رکھے تھے اُن کو قرار واقعی سزا دی (کمالین وتفسیر ابن کثیر) اس صورت میں وَلِيًّا سے مراد عتاب اور نَصِيرًا سے مراد رسول پاک ﷺ کی ذات گرامی ہوگی۔ قاضی بیضاوی نے ولی ونصیر دونوں سے رسول اقدس ﷺ کی ذات ہمایوں مراد لی ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۔ جس مضمون کو سابق آیات میں ضمناً بیان کیا گیا تھا اس آیت میں اُس کی صراحت ہے۔ پہلی آیت

toobaafoundation.com

میں محض خوشنودئ خدا حاصل کرنے اور دنیوی دولت وجاہ پیدا کرنے اور مقتضائے طبیعت کو پورا کرنے کے لئے لڑتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ جب کافر ناحق پر ہوتے ہوئے باطل کی حمایت اور ہوا پرستی کے جذبے کے ماتحت مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہوتے ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان باوجود حق پرستی مظلومیت اور صداقت دینی اعدائے اسلام سے مقابلہ نہ کریں اور فتحیاب نہ ہوں اور اعلانِ توحید مظلوموں کی دادرسی اور حق کی اعانت میں سستی کریں اور طاغوتی طاقتوں سے خوف زدہ ہوں۔ فَقَاتِلُوٓا أَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ لہٰذا مسلمانو! طاغوتی طاقت والوں اور شیطان کے دوستوں سے لڑو۔ وہ اگرچہ بظاہر قوی طاقت اور ظاہری اسباب بہت کچھ رکھ سکتے ہیں، لیکن بالآخر تم کو فتح حاصل ہوگی اُن کی مکاریاں اور باطل پرستی کی طاقتیں کچھ کام نہ دیں گی کیونکہ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيفًا شیطان کی مکاری اور فریب دہی خدا کے نزدیک ہیچ ہے۔ مگر دوسری حق کے مقابلے میں تارِ عنکبوت کی طرح ہے۔

مقصود بیان بلیغ ترین طرزِ عبارت میں جہاد کی ترغیب اور محض خوشنودئ خدا حاصل کرنے کے لئے جہاد کا حکم اور نہایت معقول طرزِ ادا میں جہاد کی اجازت اس امر کی صراحت کہ مسلمانوں کی شکست بھی درحقیقت شکست نہیں بلکہ حیاتِ حقیقی اور عیشِ سرمدی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ آیت میں اس بات کی بھی وضاحت ہے کہ کمزور، بےکس اور لاچار مسلمانوں کی اطاعت کرنی ہر مسلمان کا فرض ہے۔ ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ حق پرست مظلوم کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

آیت میں اس بات کی صاف اور واضح تعلیم ہے کہ اگر کوئی ضعیف مسلمان تکلیف میں مبتلا ہو تو دوسرے مسلمان کو عیش و آرام اُس وقت تک جائز نہیں جب تک اُس کو تکلیف سے رہائی نہ دے دی جائے۔ حق پرستی کی تائید اور باطل پرستی کی مخالفت پر تنبیہ اس امر کی طرف اشارہ کہ سے صرف مرضی الٰہی کا حصول ہونا چاہیئے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوٓا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ فَلَمَّا كُتِبَ

(اے مخاطب) کیا تو نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو حکم دیا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو روکے رہو اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو لیکن جب

عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً ۚ

اُن پر جہاد فرض کیا گیا تو اُن میں سے ایک جماعت لوگوں سے اس قدر ڈرنے لگی جیسے خدا سے ڈرنا چاہیئے بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھ کر

وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ أَخَّرْتَنَآ إِلٰٓى أَجَلٍ قَرِيبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ

اور بولے پروردگار تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا کیوں تھوڑی سی عمر ہم کو جینے نہ دیا (اے محمد) کہہ دو کہ دنیوی

الدُّنْيَا قَلِيلٌ ۚ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى وَلَا تُظْلَمُونَ فَتِيلًا ۝ أَيْنَ

فائدہ کم مقدار میں ہے اور پرہیزگاروں کے لئے آخرت ہی بہتر ہے اور تم پر تاگے برابر ظلم نہ ہوگا تم جہاں

مَا تَكُونُوا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ

کہیں ہوگے موت ضرور آپکڑے گی اگرچہ تم مضبوط گنبدوں کے اندر ہو

تفسیر ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ جب مکہ میں کافروں نے مسلمانوں کو طرح طرح کی ایذائیں دیں تو عبدالرحمٰن بن عوف مقداد بن اسود سعد بن ابی وقاص اور قدامہ بن مظعون وغیرہ صحابہ نے خدمتِ مبارک میں عرض کیا یا رسول اللہ! جب ہم مشرک تھے تو سب ہماری آبرو کرتے تھے اور کوئی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتا تھا اور اب مسلمان ہو گئے تو تمام لوگ ہم کو ایذائیں دیتے ہیں اور حقیر سمجھتے ہیں ہم کو مقابلے کی اجازت دیجئے۔ حضورؐ والا نے فرمایا مجھ کو اور تم کو صبر کا حکم ہے۔ تم اپنی اصلاح

toobaafoundation.com

کی طرف متوجہ رہو، نمازیں پڑھو اور صدقہ دو اور صبر کرو، لیکن مسلمان مدینے میں آئے تو جہاد کا حکم ہوا۔ اس پر بعض ضعیف الایمان مسلمان گھبرا گئے اور تنگ دل ہوئے تو آئندہ آیت مذکورہ یعنی اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ نازل ہوئی۔ اس روایت کی بنا پر آیت مذکورہ کا نزول ضعیف الایمان مسلمانوں کے حق میں ہونا لازم آتا ہے، مگر یہ لازم نہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف ایسے جلیل القدر اور پختہ ارادہ رکھنے والے اصحابی بھی ضعیف الایمان تھے۔ کیونکہ دیگر دلائل سے ثابت ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف اس طبعی خوف میں اُن مسلمانوں کے ساتھ نہ تھے جن کو فطری طور پر جہاد سے خوف پیدا ہوا تھا۔ مجاہد وغیرہ کی روایت سے واضح ہوتا ہے کہ آیتِ مذکورہ منافقوں کے حق میں نازل ہوئی (ابن جریر) گویا درحقیقت اس آیت کا نزول منافقوں کے حق میں ہے جو باعتبار فطرت اور بحیثیت عقیدہ حکم الٰہی کو مکروہ اور ناگوار سمجھتے تھے اور چونکہ کراہت میں بعض اہلِ اسلام بھی شامل تھے، اس لئے وہ بھی سببِ نزول میں داخل ہو گئے۔ معالم میں ہے کہ آیت کا نزول اُن چند مسلمانوں کے حق میں ہوا جن کو علم میں رسوخ نہ تھا انھوں نے اعتقاد سے نہیں بلکہ بُزدلی سے ایسا کیا تھا، لیکن بعد کو توبہ کر لی۔

وجوبِ زکوٰۃ کی تحقیق

زکوٰۃ کب اور کہاں فرض ہوئی۔ یہ ایک سوال ہے جو آیتِ مذکورہ کا مطلب سمجھنے سے خواہ مخواہ پیدا ہوتا ہے۔ ابن عباسؓ کی روایت کو اگر صحیح مان لیا جائے تو آیت میں زکوٰۃ سے مراد خیرات، صدقہ اور فقیروں کی ہمدردی ہے کیونکہ شروع اسلام میں یہی حکم تھا، ضرورت سے زیادہ سب مال فقیروں اور مسکینوں کی ہمدردی میں صرف کر دینے کا حکم تھا اور صدقے کی کوئی خاص مقدار نہ تھی اور مدینے میں پہنچ کر خیرات کی ایک خاص مقدار فرض بیان کی گئی اور شرائط وغیرہ کی تفصیل کی گئی اور اگر آیت کا نزول منافقوں کے حق میں تسلیم کیا جائے تو آیتِ مذکورہ میں زکوٰۃ اپنے اصلی معنی پر ہے۔ بات یہ ہے کہ جب تک رسول پاکؐ مکہ میں رہے کوئی مسلمان ہونے والا وہاں منافق نہ تھا۔ جو شخص بھی ایمان لاتا وہ اپنی جان پر کھیل کر ایمان لاتا تھا اُس کے تمام عزیز و اقارب دشمن ہو جاتے تھے۔ پھر جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ میں آئے تو وہاں پہنچ کر جنگِ بدر کے بعد کچھ منافق پیدا ہو گئے اور وہ بھی مہاجرین میں سے نہ تھے بلکہ مدینہ یا اطراف مدینہ کے وہ لوگ تھے جو شوکتِ اسلامی کو دیکھ کر ظاہری طور پر مسلمان ہو گئے تھے۔ حاصل کلام یہ کہ مکہ میں صرف نماز اور صدقہ کا حکم تھا۔ صدقہ کی کوئی مقدار نہ تھی اور نہ اُس مال کی کوئی خاص مقدار معین تھی جس پر صدقہ واجب تھا بلکہ ضروریات سے زائد تمام دے دینے کا حکم تھا اور نہ مکہ میں جہاد کی اجازت تھی بلکہ صبر و تحمل کا حکم تھا کیونکہ مسلمانوں کی قوت وہاں کمزور تھی، مالی حالت درست نہ تھی۔ مدینہ پہنچ کر زکوٰۃ فرض ہوئی اور جہاد کا حکم بھی ہوا۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ دیکھو جن لوگوں سے مکہ میں کہا گیا تھا کہ صبر کرو۔ کفار کی ایذائیں برداشت کرتے رہو، اُن سے مقابلہ نہ کرو، اپنی اصلاح کرتے رہو۔ نماز پڑھتے رہو، ایک دوسرے کی ہمدردی اور امداد کرتے رہو تو اُس وقت اُن کا جی یہی چاہتا تھا کہ ہماری تحفظ ناموس اور بلندی ہمت کے لئے اتنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ ہم کو لڑنے کی اجازت دی جائے۔ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ لیکن جب ان کو جہاد کا وجوبی حکم دیا گیا اور اعدائے دین سے لڑائی فرض کر دی گئی تو اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً اُن میں ایک گروہ کافروں سے اتنا خوف کھانے لگا جتنا خدا سے کھانا چاہیئے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ جتنا خوف خدا سے ہونا چاہیئے تھا اُس سے بھی اُن کو کافروں سے خوف ہو گیا تو غلط نہ ہوگا اور موت سے گھبرا گیا اور گھبرا کر وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ کہنے لگا کاش ہم پر ابھی جہاد فرض نہ ہوتا تو ہم کچھ مدت اور جیتے پروردگار تو نے کچھ مدت تک جہاد کا حکم اور ملتوی کیوں نہ کر دیا۔ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ آپ اُن سے کہہ دیجئے کہ یہ دنیوی عیش و عشرت ناپائیدار ہے اس کا انجام فنا ہے ادھر آنکھ بند ہوئی اور ادھر کچھ بھی نہیں۔ اس فانی اور زوال پذیر چیز پر دل لگانا اور موت سے ڈرنا عقلمندی کے خلاف ہے اور پھر اس کے مقابلے میں وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى آخرت پرہیزگاروں کے لئے نہایت بہتر ہے۔ دارِ آخرت میں اُن کو عیش دوامی حاصل ہوگا نہ اس میں تکلیف ہے نہ مشقت اور دنیوی لذائذ میں ہزاروں تکلیفیں ہیں۔ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا اور یہ یقینی امر ہے کہ قیامت کے دن ذرہ برابر کسی کی حق تلفی نہ کی جائے گی کسی کی محنت اور پرہیزگاری رائیگاں نہ جائے گی۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی یقین رکھنے کے قابل ہے کہ جہاد میں شریک نہ ہونا اور موت سے ڈرنا اور دنیوی آسائش و آرام پر بھروسہ کرنا موت سے نہیں بچا جا سکتا، موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ میدانِ جنگ میں حمایتِ دین اور حفاظتِ اسلام کے لئے کفار سے برسرِ پیکار ہونا اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ مضبوط برجوں میں محفوظ طریقہ پر بیٹھے ہو جہاں کہیں ہو موت آنے والی تو ضرور آئے گی۔ اُونچی اُونچی فلک بوس عمارتیں اور مستحکم برج موت کو نہیں روک سکتے، پھر نامردی اور بزدلی کر کے جہاد و موت کو مکروہ سمجھنا عبث ہے۔

مقصودِ بیان:۔ انسان کے تلوّن حال کا بیان، صبر کی تلقین، اصلاح نفس کی تعلیم، مسلمانوں کی ہمدردی کا حکم، صرف خدا سے خوف کرنے کی طرف

toobaafoundation.com

ضمنی تنبیہ، لذائذ دنیا کے فانی ہونے کی صراحت، آخرت کے عیش و آرام کے دوام و بقاء کی وضاحت، اس امر کی توضیح کہ موت کو کوئی طاقت روک نہیں سکتی، دنیا سے بیزاری اور آخرت کی رغبت رکھنے کی تعلیم وغیرہ۔

وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ حَسَنَةٌ يَّقُوۡلُوۡا هٰذِهٖ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ‌ۚ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةٌ يَّقُوۡلُوۡا

اور اگر اُن کو کوئی فائدہ پہنچ جاتا ہے تو کہتے ہیں یہ منجانب اللہ ہے اور اگر کوئی نقصان پہنچتا ہے تو کہتے ہیں

هٰذِهٖ مِنۡ عِنۡدِكَ‌ؕ قُلۡ كُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ‌ؕ فَمَالِ هٰٓؤُلَۤاءِ الۡقَوۡمِ لَا يَكَادُوۡنَ

یہ تمہارے سبب سے تم کہہ دو کہ سب کچھ خدا کی طرف سے ہے اس قوم کو کیا ہو گیا کہ بات بھی

يَفۡقَهُوۡنَ حَدِيۡثًا‏ ○ مَاۤ اَصَابَكَ مِنۡ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ‌ وَمَاۤ اَصَابَكَ مِنۡ

نہیں سمجھ سکتے تم کو اگر کوئی بھلائی پہنچے تو منجانب اللہ ہے اور کوئی برائی پہنچے تو

سَيِّئَةٍ فَمِنۡ نَّفۡسِكَ‌ؕ وَاَرۡسَلۡنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوۡلًا‌ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًا ○

تمہارے نفس کی طرف سے ہے اور ہم نے تم کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کافی گواہ ہے

تفسیر منافقوں کا یہ حال تھا کہ اگر جہاد میں کبھی شکست و موت کا وقوع ہوتا تو رسولِ اقدس ﷺ کی بے تدبیری بتلاتے اور جہاد جانے کو مؤثر فی الموت سمجھ کر حضور پر الزام لگاتے اور کہتے کہ ہم آپ کے کہنے سے جہاد میں آئے اور مفت میں موت کا شکار بنے اور اگر باوجود کمی اسباب کے فتح حاصل ہو جاتی اور اُن سے کہا جاتا کہ کیوں اگر جہاد میں جانا مؤثر اور موت کا سبب ہے تو وہ تاثیر اب کہاں گئی تو منافق جواب دیتے یہ بات محض اتفاقی منجانب اللہ ہے اُن کے اس باطل عقیدہ کو شکست کرنے کے لئے آیات کا نزول ہوا، جن کا مجمل مدعا یہ ہے کہ بھلائی برائی اور شکست و فتح سب اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور اُسی کی طرف سے ہے۔ ہاں ادب اور تہذیب کو مدِنظر رکھتے ہوئے برائی کو اپنی طرف اور بھلائی کو خدا کی طرف منسوب کرنا چاہیئے ورنہ درحقیقت خیر و شر اُسی کی جانب سے ہے۔

آیت وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ حَسَنَةٌ يَّقُوۡلُوۡا هٰذِهٖ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ۔ کا مطلب یہ ہے کہ اگر منافقوں کو کوئی بھلائی حاصل ہوتی ہے مثلاً غلہ اور میوہ کی پیداوار خوب ہوتی ہے۔ جانوروں کی نسل افزائی میں کثرت ہوتی ہے یا لڑائی میں فتح ہو جاتی ہے اور مالِ غنیمت ہاتھ آتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ محض اتفاقی بات ہے جو منجانب اللہ ہو گئی ہے۔ تمہاری برکت کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةٌ يَّقُوۡلُوۡا هٰذِهٖ مِنۡ عِنۡدِكَ اور اگر لڑائی میں اُن کو شکست ہوتی ہے یا قحط سالی ہوتی ہے بہرحال کوئی مصیبت آتی ہے تو کہنے لگتے ہیں کہ آپ کی وجہ سے ہے۔ قُلۡ كُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ ہر چیز کا فاعلِ حقیقی اور خالق خدا ہی ہے خواہ خیر ہو یا شر۔ پھر بھلائی برائی میں تفرقہ کرنا اور برائی کو بندہ کی طرف اور خیر کو خدا کی جانب منسوب کرنا حماقت ہے اور یہ بالکل واضح بات ہے لیکن فَمَالِ هٰٓؤُلَۤاءِ الۡقَوۡمِ لَا يَكَادُوۡنَ يَفۡقَهُوۡنَ حَدِيۡثًا ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اتنی بات بھی نہیں سمجھ سکتے۔ ہاں اگر مسبب سے قطع نظر کر کے عالمِ اسباب کا لحاظ کرتے ہو تو نیکی کو جس طرح عمدہ اسباب کی وجہ سے اللہ کی طرف منسوب کرتے ہو تو سختی اور مصیبت اور شکست کا باعث بھی تمہاری بداعمالیاں اور گناہ گاریاں ہیں۔ برائی کو اپنے اعمال کا نتیجہ کیوں نہیں کہتے۔ واقع میں ادب و تہذیب کا مقتضا یہی ہے کہ مَاۤ اَصَابَكَ مِنۡ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ۔ بھلائی اور خیر کی نسبت خدا کی طرف کرو اور اس کے فضل و انعام کو اس کا سبب جانو۔ وَمَاۤ اَصَابَكَ سَيِّئَةٍ فَمِنۡ نَّفۡسِكَ اور برائی اور شر کو اپنی طرف منسوب کرو اور اس کا سبب اپنے نفس کو جانو۔ وَاَرۡسَلۡنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوۡلًا اے رسول ہم نے

toobaafoundation.com

تم کو صرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ تمہارا کام لوگوں کو ہدایت کرنا ہے نہ کہ برائی بھلائی کو پیدا کرنا نہ تم خالقِ خیر ہو نہ موجدِ شر۔ سب کا فاعل حقیقی خدا ہے
اور وہی وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا گواہی شہادت دینے کے لئے کافی ہے اُس کی شہادت میں کذب و دروغ کا امکان نہیں۔

مقصود بیان جبریہ اور قدریہ فرقوں کے عقائد کی بیخ کنی۔ اس امر کی صراحت کہ انسان نہ خالقِ خیر ہے نہ موجدِ شر۔ خالق اور فاعل حقیقی صرف خدا تعالیٰ ہے البتہ بندہ کاسب اور مختار ہے مجبور نہیں ہے۔ اسی وجہ سے شر اور معصیت کو اپنی طرف منسوب کرنا چاہیئے۔ آیت میں اس بات کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے کہ رسول کا کام محض تبلیغ احکام ہے۔ ایمان پیدا کرنا اور شر کو دلوں سے نکال دینا کسی نبی کا کام نہیں یہ صرف خدا کا کام ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ

جس نے رسول کا حکم مانا اس نے درحقیقت خدا کا حکم مانا اور جس نے رُخ پھیرا تو ہم نے تم کو اُس کا پاسبان بنا کر تو بھیجا ہی نہیں

وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۡ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ؕ

اور کہہ تو دیتے ہیں کہ قبول کیا لیکن جب تمہارے پاس سے باہر جاتے ہیں تو ان میں سے ایک جماعت رات کو اسکے خلاف مشورہ کرتی ہے جو کہہ چکی ہوتی ہے

وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝

اور اللہ اُن کے شبینہ مشورہ کو لکھتا جاتا ہے تم اُن سے رُخ پھیر لو اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ ہی کارساز کافی ہے

تفسیر مفسر معالم نے اس آیت کے شانِ نزول میں لکھا ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اُس نے اللہ سے محبت کی۔ اس پر بعض منافق کہنے لگے یہ شخص چاہتا ہے کہ ہم اس کو رب بنا لیں جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ کو رب بنا لیا تھا اُس وقت آیت مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ نازل ہوئی۔ بیضاوی میں ہے کہ بعض منافق کہتے تھے یہ شخص باوجودیکہ شرک سے منع کرتا ہے پھر بھی ہم کو شرک میں پھنساتا ہے تو اس پر آیتِ مذکورہ نازل ہوئی۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے، اس لئے جس نے آپ کی اطاعت کی اُس نے خدا کی اطاعت کی۔ جس نے آپ سے محبت کی اُس نے خدا سے محبت کی جس نے آپ کے احکام کی تعمیل کی اُس نے خدا کی فرماں پذیری کی کیونکہ آپ بندوں کے اور خدا کے درمیان واسطہ اور ذریعہ ہیں۔ جس نے درمیانی واسطے کو سچا جانا اور اس کے احکام کو دل سے مانا اُس نے درحقیقت حکم دینے والے خدا کو مانا۔ وَمَنْ تَوَلّٰى اور جس نے آپ کے حکم سے سرتابی کی اطاعت نہ کی، فرمان قبول نہ کیا، ہدایت نہ مانی تو اس کی سرکشی آپ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی، آپ کو کچھ فکر نہ کرنا چاہیئے کیوں کہ فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا آپ کو ہم نے تبلیغِ احکام کے لئے بھیجا ہے، بشیر و نذیر بنایا ہے ان کی بداعمالیوں کا ذمہ دار، نگراں اور محافظ بنایا ہے نہ کہ ان کے باطن کی نگہبانی آپکے ذمہ ہے نہ ان کو خواہ مخواہ راہِ راست پر لے آنا آپ کا کام ہے۔

وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ۔ ان آیات میں منافقوں کی کج روی اور سیاہ باطنی کا بیان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب منافق رسول اللہ صلعم کے پاس موجود ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہمارا کام اطاعت کرنا ہے۔ آپ کا حکم بسر و چشم ہم ہمیشہ آپ کے تابع دار ہیں۔ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ لیکن جب آپ کے پاس سے نکل کر جاتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ آپ کے فرمان یا آپ کے گزشتہ قول کے خلاف منصوبے باندھتا ہے، باتیں بناتا اور چہ میگوئیاں کرتا ہے۔ گویا اس مخالفت غائبانہ سے اُن کی مراد یہ ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی اندرونی مخالفت اور پوشیدہ نفاق کا پتہ نہ چلے اور ان کی حالت قابلِ اعتماد ہے (ابن کثیر) حالاں کہ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ جو کچھ اُن کے مشورے اور منصوبے ہوتے ہیں خدا کو اُن کا علم ہے

toobaafoundation.com

اور ان کے نامۂ اعمال میں خدا تعالیٰ اُن کا اندراج فرما لیتا ہے۔ اس حرکت کی اُن کو کافی سزا ملے گی۔ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ لہٰذا آپ ان سے درگزر کیجئے اُن کے ناموں کا اظہار نہ کیجئے اور دیدہ و دانستہ چشم پوشی کیجئے وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اور خدا پر بھروسہ و توکل کیجئے، اُسی پر اعتماد کیجئے، اپنے کاروبار اُن پر یا کسی اور پر موقوف نہ سمجھئے اور نہ اُن کے نفاق سے ایذاء یابی اور مضرت انگیزی کا خوف کیجئے۔ نہ اُن کی مدد مفید ہے نہ نفاق نقصان رساں۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا خدا ہی کارساز حقیقی ہے۔ تمام کاروبار میں اُسی پر نظر اور بھروسہ رکھنا چاہیئے، وہی مدبّر اور مسبّب ہے۔

مقصودِ بیان رسول پاکؐ، خدا اور بندوں کے درمیان واسطہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و محبت مؤمن ہونے کے لئے ضروری ہے۔ رسول پاکؐ کی تعلیم کی خلاف ورزی موجب ہلاک ہے۔ رسول کسی کی ہدایت کے ذمہ دار نہیں بلکہ صرف مبلّغ اور پیامِ الٰہی پہنچانے والے ہیں۔ آیت میں نہایت بلند آہنگی سے اس امر کی وضاحت و صراحت ہے کہ کسی کو دائرۂ اسلام سے خارج نہ کیا جائے جو لوگ حقیقی منافق اور پکّے بے ایمان ہوں، لیکن بظاہر مدعی اسلام ہوں ان کو زمرۂ اسلام سے ظاہری احکام میں خارج نہ سمجھا جائے۔ ہر کام میں خدا پر بھروسہ رکھنا چاہیئے کسی سے نفع کی اُمید یا مضرت کا خوف نہ کرنا چاہیئے۔ وغیرہ۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۸۲

کیا وہ قرآن پر غور نہیں کرتے | اگر یہ خدا کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا | تو بلاشک اس میں بہت اختلاف پاتے

تفسیر گزشتہ آیات میں منافقوں کی پوشیدہ مخالفت اور اندرونی نقصان کا بیان تھا جس کا اصلی سبب یہ تھا کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن کی صداقت کا یقین نہ تھا اور وہ قرآن کو کلامِ الٰہی اور منزل من اللہ نہ مانتے تھے۔ ان آیات میں قرآن کلامِ الٰہی ہونا ثابت کیا جاتا ہے۔ قرآن کی صداقت اور الہامی ہونے کے بہت سے دلائل اور ثبوت تھے، لیکن چونکہ وہ کُند ذہن، جاہل اور ناسمجھ تھے، اس لئے اُن کی ذہنی رسائی اور دماغی توازن اور طاقتِ فہم کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسی دلیل بیان کی جاتی ہے جو بالکل عام فہم ہے اور ایک متبحر عالم سے لے کر عام جاہلوں تک سب کے لئے مفید اور قابلِ فہم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ قرآن پر غور کیوں نہیں کرتے اور کیوں نہیں سمجھتے کہ اگر یہ الہامی اور منجانب اللہ نہ ہوتا بلکہ کسی جن یا انسان کا بنایا ہوا یا طبع زاد ہوتا تو یہ طرزِ ہدایت میں یک رنگی معانی میں یگانگت اور سلاست کلام میں یکسانی کیوں ہوتی۔ انسانی کلام میں باہم اختلاف کثیر ہوتا ہے۔ طرزِ ہدایت میں برابری نہیں ہوسکتی کیونکہ قیاسی اور تخمینی باتوں میں اختلاف ضرور ہوتا ہے۔ قرآن میں جن احکام عقائد اور عملیات و علمیات کا بیان ہے اور گزشتہ واقعات کی جو خبریں ہیں اور آئندہ حوادث کے متعلق جو پیشین گوئیاں ہیں اُن میں باہم نہ کوئی اختلاف ہے نہ تباین نہ کذب نہ نسیان نہ تغیر۔ ایسا ہرگز نہیں کہ کہیں ایک بات کو کسی طریقہ پر بیان کیا گیا ہو اور بغیر کسی واقعہ اور ضرورت کے ظہور پذیر ہونے پر طرزِ ہدایت کو بدل دیا گیا ہو یا عبارت میں کہیں خامی ہو کہیں پختگی۔ اخبار میں کہیں راستی ہو کہیں دروغ، جب یہ اختلافات نہیں ہیں تو پھر کس طرح یقین نہیں کیا جا سکتا کہ یہ کتابِ الٰہی اور مجموعہ الہامی ہے جس میں کسی ردّ و بدل اور اختلافات کا امکان ہی نہیں۔

چند نکات بعض اکابر کا قول سچ ہے کہ ظاہرِ قرآن تو اہلِ محبت کی بیقراری دل کو دُور کرنے والا ہے اور اگر باطنِ قرآن پر سے ستّر ہزار حجاب دُور کر دئے جائیں تو تمام جل کر خاک سیاہ ہو جائے۔

شیخ ابن کثیر کہتے ہیں کہ قرآن کا ہر حرف حقائقِ الٰہیہ کے سمندروں سے بھرا ہوا ہے۔ جو شخص اُن اسرار سے واقف ہو جاتا ہے وہ اس کی تجلیات میں مستغرق ہو جاتا ہے اور بالمشاہدہ جان لیتا ہے کہ قرآن قدیم ہے نہ اس میں کہیں تناقض ہے نہ تضاد نہ علل نہ تباین کیونکہ وصفِ الٰہی ہے۔ اگر حادث اور ممکن ہوتا اور کسی مخلوق کا اختراع کردہ اور طبع زاد ہوتا تو اس میں ضرور تغیر، تضاد اور اختلاف ہوتا۔ اسی بناء پر بہ بانگِ دہل اعلان کر دیا گیا ہے کہ اے طالبانِ جمالِ ازلی تم قرآن پاک کی طرف کیوں نہیں رجوع کرتے تاکہ ہر حرف کے نیچے نور بہار اور جمالِ ازلی مشاہدہ کرو اور زبانِ اسرار سے خطابِ حق کے حقائق سنو۔ شیخ ابو عثمان مغربی کا قول ہے کہ خلق میں غور کرنا نظرِ عبرت ہے اور اپنے نفس کی حالت پر غور کرنا نصیحت ہے اور قرآن میں غور کرنا نظرِ حقیقت اور مکاشفہ ہے۔

toobaafoundation.com

مقصودِ بیان قرآن میں غور و تامل کرنے کی ہدایت اور اس امر کی طرف لطیف اشارہ کہ کوئی گہری نظر رکھنے والا اور غور سے مقاصد قرآن کو سمجھنے والا منکر قرآن نہیں ہو سکتا۔ اس بات کی طرف ضمنی ایما کہ ایمان عرفان نور اور ہدایت کا سرچشمہ قرآن ہے مگر طالب صادق کیلئے۔

وَاِذَا جَآءَهُمۡ اَمۡرٌ مِّنَ الۡاَمۡنِ اَوِ الۡخَوۡفِ اَذَاعُوۡا بِهٖ ؕ وَلَوۡ رَدُّوۡهُ اِلَى الرَّسُوۡلِ وَ

جب اُن کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آتی ہے تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں اگر اس کو رسول کی طرف اور

اِلٰٓى اُولِى الۡاَمۡرِ مِنۡهُمۡ لَعَلِمَهُ الَّذِيۡنَ يَسۡتَنۡۢبِطُوۡنَهٗ مِنۡهُمۡ ؕ وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ

اپنے صاحبانِ حکومت تک پہنچا دیتے تو اس کی مصلحت وہ لوگ معلوم کر لیتے جو مصلحت معلوم کر سکتے ہیں اگر اللہ کا فضل و کرم

عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ لَاتَّبَعۡتُمُ الشَّيۡطٰنَ اِلَّا قَلِيۡلًا ۝

تم پر نہ ہوتا تو سوائے چند کے تم سب شیطانوں کے پیچھے لگ گئے ہوتے

تفسیر ابن کثیر کا قول ہے کہ یہ آیت اہلِ نفاق اور چند ضعیف الاسلام لوگوں کے حق میں نازل ہوئی۔ بات یہ ہے کہ منافق لوگ غلط افواہیں اڑاتے ہیں اور بعض ضعیف الاسلام آدمی اُن اسرار کو جو واقع میں صحیح ہوتے تھے، لیکن پوشیدہ رکھنے کے قابل ہوتے تھے قبل از وقت ظاہر کر دیتے تھے اور اس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچتا تھا اور خواہ مخواہ کی غلط فہمی پھیلتی تھی مثلاً ایک بار حضور اقدسؐ نے ایک شخص کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا، جب یہ صاحب مقررہ مقام پر پہنچے تو وہاں کے باشندے استقبال کو آئے انھوں نے سمجھا کہ میرے مارنے کو آئے ہیں اس بے بنیاد خیال کو ذہن میں پختہ جما کر واپس چلے آئے اور مدینے میں آکر کہا کہ فلاں قوم مرتد ہو گئی ہنوز یہ خبر حضور اقدسؐ تک نہ پہنچی تھی کہ شہر میں اس کا شہرہ ہو گیا۔ اسی طرح جب حضور گرامیؐ کہیں جہاد پر لشکر بھیجتے تو مجاہدین اسلام فتح پاتے یا ہزیمت اٹھاتے، مگر رسول پاکؐ کے ذکر کرنے سے پہلے پہلے لوگ اُس خبر کو اُڑا دیتے اور مشہور کر دیتے تھے۔ یہی حال اُس وقت بھی ہوتا تھا جب حضور اقدسؐ وحی سے معلوم کر کے قبل از وقوع کسی نصرت یا فتح کی بشارت دیتے یا ہزیمت اہلِ اسلام کے متعلق پیشین گوئی کرتے تو بعض ضعیف الایمان اس کو مشہور کر دیتے، جس کا نتیجہ بُرا ہوتا تھا کیوں کہ دشمن یا اپنی حفاظت کر کے لڑتے ہی نہ تھے یا ہزیمت اسلام کی صورت میں جان توڑ کر لڑتے تھے۔ بہر حال غلط افواہیں اڑاتے اور واقعی قابلِ اخفاء اسرار کو ظاہر کرتے۔ اس کی ممانعت میں مذکورہ آیت کا نزول ہوا۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ جب ان منافقوں اور ضعیف الایمان مسلمانوں کو مسلمانوں کی فتح کی یا خوف وہ ہزیمت کی کوئی خبر ملتی ہے تو اس کو (بلا تحقیق کے) مشہور کر دیتے ہیں۔ (اور کچھ مصلحت بینی اور معاملہ فہمی کا لحاظ نہیں کرتے حالاں کہ اس سے اسلامی مقاصد کو نقصان پہنچتا ہے) اس کی بجائے وَلَوۡ رَدُّوۡهُ اِلَى الرَّسُوۡلِ وَاِلٰٓى اُولِى الۡاَمۡرِ مِنۡهُمۡ اور اگر اس خبر کو رسول پاکؐ کو (اوّل) پہنچا دیتے یا اپنے حکام کو اس کی پہلے اطلاع دیتے یعنی اُن سے تحقیق واقعہ کر لیتے اور خود خاموش رہتے گو یا اس خبر سے بالکل لاعلم ہیں تو لَعَلِمَهُ الَّذِيۡنَ يَسۡتَنۡۢبِطُوۡنَهٗ مِنۡهُمۡ تو تحقیق کرنے والے خود تحقیق کر لیتے اور تفتیش کے بعد صحیح علم ہو جاتا۔ وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ لَاتَّبَعۡتُمُ الشَّيۡطٰنَ اِلَّا قَلِيۡلًا ۝ یعنی یہ خدا کی رحمت اور اس کا فضل ہے کہ اس نے قرآن اور رسول بھیج کر تم کو راہِ راست بتا دی اور گمراہی سے بچا لیا۔ اگر خدا قرآن کو نازل نہ فرماتا اور رسول کو نہ بھیجتا تو سوا اُن چند اشخاص کے جن کے دلوں کے اندر فطری نور تھا اور باعتبار سرشت کے وہ راہ راست پر ہو سکتے تھے اور سب گمراہ ہو جاتے۔

ابن کثیر نے بروایت صحیح بخاری و صحیح مسلم آیاتِ مذکورہ کی شانِ نزول میں ایک حدیث بیان کی ہے جس سے شانِ نزول کی تخصیص معلوم ہوتی ہے۔ اگرچہ آیت کا حکم عام ہے۔ حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں مجھے اطلاع ملی کہ رسول پاکؐ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے اس وحشت ناک خبر کو سن کر میں اپنے گھر سے چل کر مسجد میں گیا وہاں کچھ دیر توقف کیا۔ کچھ لوگ وہاں یہی باتیں کر رہے تھے۔ میں اجازت لے کر حضور پاکؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا یا رسول اللہ

toobaafoundation.com

کیا حضورؐ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی؟ فرمایا نہیں۔ میں نے تعجب سے کہا اللہ اکبر اور پھر مسجد گئے دروازہ پر آکر بلند آواز سے منادی کر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی اُس وقت آیت وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ..... الخ نازل ہوئی۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے میں نے ہی طلاق والی خبر کی تحقیق کی۔ اس شانِ نزول کی بناء پر آیت خاص ہوگی، لیکن حکم عام ہوگا۔

مقصودِ بیان آیت مذکورہ سے واضح ہوتا ہے کہ قیاس حجت شرعیہ ہے اور احکام حوادث میں عام لوگوں پر علماء کی تقلید کرنی واجب ہے اور مسائل شرعیہ کا استنباط ضروری ہے۔ اس امر کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ بلاتحقیق کسی واقعہ کو مشہور کر دینا گناہ ہے اور اس بات کو شائع کر دینے کی اجازت نہیں جس کا ظاہر کر دینا مفادِ اسلامی کے خلاف ہو اور مسلمانوں کو اس سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو بلکہ اگر کہیں ایسی بے بنیاد یا قابلِ اخفاء صحیح خبر معلوم ہو تو اپنے با اختیار لوگوں سے جا کر کہہ دینی چاہیئے اور خود ساکت ہو جانا چاہیئے۔ آیت مذکورہ صاف طور پر ہم کو بتا رہی ہے کہ نورِ فطری رکھنے والے اور ہدایت عقلی پر عمل کرنے والے بہت کم لوگ ہیں۔ قرآن و رسالت رحمتِ الٰہی ہے جو انسانی نجات کی حقیقی کفیل ہے۔ وغیرہ۔

فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى اللَّهُ

(اے محمدؐ) تم راہِ خدا میں لڑو تم پر سوائے اپنی جان کے کسی کی ذمہ داری نہیں اور مسلمانوں کو ترغیب دو کیا عجب ہے کہ اللہ

أَن يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنكِيلًا ۝

کافروں کی لڑائی روک دے اور اللہ کی لڑائی زیادہ سخت اور اس کی سزا بہت شدید ہے

تفسیر جنگِ اُحد کے بعد ابوسفیان کے وعدہ کے مطابق حضور سرورِ کائنات ﷺ نے ماہ ذیقعدہ میں مقام بدرِ صغریٰ بارادۂ جہاد تشریف لے جانے کا ارادہ کیا تو نعیم بن مسعود نے مسلمانوں کو کفار کی کثرتِ شوکت سے ڈرایا اور اہل دین کی قوت کا خوف دلایا جس سے بعض ضعیف الاسلام ٹھٹھک گئے، حضور اقدس ﷺ نے یہ حالت ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ اگر میں تنہا رہ جاؤں گا تب بھی جاؤں گا اس پر آیت فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ نازل ہوئی۔ (خازن و معالم) بالآخر حضور اقدس ﷺ صحابہ کی ہمرکاب لے کر حسب وعدہ تاریخ مقررہ پر مقام بدرِ صغریٰ جا پہنچے، لیکن اہل مکہ میں ڈر کے مارے وہاں کوئی نہ آیا۔ بدرِ صغریٰ میں ایک بازار سالانہ ہوتا تھا اور دور دور کے سوداگر آکر لین دین کرتے تھے۔ مسلمانوں نے بھی وہاں تین روز تک منوسے سے خرید و فروخت کی اور پھر امن چین سے مدینے کو واپس آگئے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ اے محمدؐ تم راہِ خدا میں خود جہاد کرو کسی کے ساتھ ہونے نہ ہونے کی پرواہ نہ کرو۔ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ ہم کو تم کو صرف تمہاری جان کے متعلق حکم ہے اور تم صرف اپنی ذات پر مکلف ہو۔ اب اگر منافق اور ضعیف الایمان مسلمان تمہارا ساتھ نہ دیں تو فکر نہ کرو۔ ہاں وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ مسلمانوں کو لڑنے پر آمادہ کرو اور رغبت دلاؤ۔ جہاد کے فضائل اور ثواب مسلمانوں کے سامنے بیان کرو تاکہ جہاد میں شریک ہونے کی ان کو رغبت ہو کیوں کہ عَسَى اللَّهُ أَن يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا تمہاری ترغیب دینے سے امید ہے کہ مسلمانوں کی ہمتیں بڑھ جائیں گی اور مشرکوں کے شر و فساد کو دفع کرنے اور مغلوطی کے ساتھ ان سے مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے اور اس ذریعہ سے خدا تعالیٰ کافروں کی شوکت، قوت اور لڑائی کی ہمت کو توڑ دے گا اور ان کے حملے کو روک دے گا کیوں کہ خدا کو کسی کی قوت و ضعف کی پرواہ نہیں کیوں کہ وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنكِيلًا ۝ اُس کی قوت، قدرت، غلبہ اور تسلط بے انتہا ہے اور اس کا عذاب بہت ہی سخت ہے جس کو کوئی دفع نہیں کر سکتا، اس لئے کسی کی جسمانی طاقت اور جنگی قوت کو فتح و شکست میں دخل نہیں (لیکن یہ عالمِ اسباب ہے) تم مسلمانوں کو جہاد کے ثواب کا امیدوار بناؤ اور شریکِ جنگ ہونے کی رغبت دلاؤ۔

مقصودِ بیان:۔ جہاد کی ترغیب اور اس امر کی صراحت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی حالت بدلنے اور کسی کے دل پر انقلابی کیفیت

toobaafoundation.com

پیدا کرنے کے ذمہ دار نہیں اور نہ کسی کو زبردستی راہ راست پر لانے کے مکلف ہیں بلکہ حضورؐ کا کام صرف ترغیب وترہیب ہے۔ آیت میں مخفی اشارہ اس طرف بھی ہے کہ عالم اسباب میں خدا تعالیٰ بغیر کسی سبب کے کوئی کام نہیں کرتا ہے۔ سبب کا ہونا ضروری ہے۔ باقی واقعی تاثر ان اسباب کو حاصل نہیں۔ خدا تعالیٰ بغیر اسباب کے کچھ بھی کر سکتا ہے۔

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً

جو شخص نیک بات سفارش کرے اُس کو اس میں سے کچھ حصہ ملے گا اور جو شخص بُری بات کی سفارش کرے

سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ۝

اُس میں بھی اس کا کچھ حصہ ہوگا اور اللہ ہر چیز کا بانٹنے والا ہے

تفسیر گزشتہ آیات میں جہاد کی ترغیب دی گئی تھی اور مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کرنے کا حکم تھا۔ اس آیت میں نیکی کرنے اور نیکی میں کوشش کرنے کا عمومی حکم ہے جس کا ایک فرد جہاد بھی ہے، لیکن تمام امور کا مدار نیت پر ہے۔ ممکن تھا کہ کوئی منافق صرف دکھاوٹ کے لئے شریک جنگ ہو یا مسلمان نام آوری اور شہرت کے جہاد کرتے، اس لئے باطل جذبے کی بیخ کنی کے لئے عام قاعدہ بیان کیا۔ ارشاد ہے کہ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا۔ یعنی جو شخص نیک کام میں سفارش کرے گا، سفارش قبول ہو یا نہ ہو اس کو سفارش کرنے کا ثواب ضرور ملے گا اور اس نیکی کے اجر میں ایک حصہ نصیب ہو جائے گا کیوں کہ اس نے نیک کام کی سفارش کی ہے۔ (عام قاعدہ ہے کہ حصول نیکی کا ذریعہ بھی نیک سمجھا جاتا ہے اور حصول بدی کا ذریعہ بد خیال کیا جاتا ہے)

تفسیر معالم میں بروایت ابن عباسؓ بیان کیا گیا ہے کہ نیک سفارش سے اصلاح خلق اور بد سفارش سے چغلی کھا کر لوگوں میں فساد پھیلانا مراد ہے۔ حسن بصریؒ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مَنْ يَّشْفَعْ فرمایا ہے یعنی نیک کام کی سفارش کرنے والے کو ثواب ملے گا۔ یہ شرط نہیں کہ ثواب اس وقت ملے گا جب اُس کی سفارش قبول کی جائے۔ مطلب یہ کہ محض سفارش خیر پر ثواب کا وعدہ ہے چاہے سفارش قبول ہو یا نہ ہو۔ شیخ ابن کثیرؒ نے آیت مذکورہ کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ جو شخص کسی ایسے کام میں سعی کرے جس سے بھلائی حاصل ہو سکتی ہو تو اس کو بھلائی کا ایک حصہ ملے گا اور اگر ایسے کام میں کوشش کرے جس پر برائی مترتب ہوتی ہو تو اس کو اپنی اسی نیت پر عذاب ملے گا۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ۝ کیوں کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ جزا اور سزا دے سکتا ہے۔ ہر شخص کو اس کے اعمال کی سزا جزا دے گا۔ کسی کا عمل رائیگاں نہ جائے گا۔ مفسر جلال اور صاحب معالم نے بروایت ابن عباسؓ بیان کیا ہے کہ مُقِيْت کے معنی ہیں قدرت سے ثواب و عقاب دینے والا۔ لیکن عطاء، بیہقی، قتادہ و عبدالرزاق نے مُقِيْت کے معنی نگہبان اور محافظ لکھے ہیں۔ مجاہد کا قول ہے کہ مقیت بمعنی حاضر و ناظر ہے۔ ابن جبیر سدی اور ابن زید کے قول پر بمعنی قدیر ہے اور ضحاک کی روایت کے بموجب بمعنی رزاق ہے۔ مطلب تمام معانی کے اعتبار سے قریب قریب ہے۔

مقصود بیان نیکی کرنے کی ترغیب، نیکی کی سفارش کرنے پر ثواب کا وعدہ، کار خیر میں کوشش کرنے کا ضمنی امر اور خدا کے قادر مطلق ہونے کی صراحت وغیرہ۔

النصف

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ۝

اور جب تم کو کوئی سلام کیا جائے تو تم بھی اُس سے بہتر دعا دو یا اُلٹ کر وہی کہہ دو بلاشبہ اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے

toobaafoundation.com

تفسیر گزشتہ آیات میں حمایتِ اسلام کے لئے اور شرو فساد کو دُور کرنے کے واسطے اعداءِ دین سے لڑائی کرنے کا حکم تھا۔ اس آیت میں باہم مسلمانوں کو تواضع، اخلاق اور علم و آشتی کی ترغیب دی جا رہی ہے تاکہ جہاں اسلام پر حملہ کرنے والوں کی یورشوں کو دفع کرنے سے اسلام میں قوت پیدا ہو وہاں باہمی میل محبت اور خوش خلقی سے تحفظ اسلام ہو سکے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ:-

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا اگر تم کو کوئی مسلمان کسی قسم کی دعا دے تو تم اُس کے جواب میں دو صورتیں اختیار کرو یا تو اس کی دعا سے بہتر دعا دو (اور یہی افضل بھی ہے) یا کم از کم جیسی دعا اس نے دی ویسی ہی تم بھی اس کو دو۔ مثلاً کسی نے السلام علیکم یا سلام علیکم کہا تو تم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہو۔ اس قسم کی باہم خوش خلقی اور میل محبت کا مظاہرہ تمام اہل اسلام پر واجب ہے۔ اس لئے اعداءِ دین کے مقابلے میں حمایت اسلام اور باہمی ہمدردی قائم رکھنے کے لئے تواضع اور بہم لازم ہے اور جب تک ان اصول بقاء پر کاربند رہنے کی کوشش نہ کی جائے کوئی قوم زندہ رہنے کا حق نہیں رکھتی اور یہ خیال نہ کرو کہ چھوٹی چھوٹی باتیں ناقابل گرفت اور فضول ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَسِيْبًا کیوں کہ خدا تعالیٰ ہر چیز کا تفصیلی حساب کرنے والا ہے۔ چھوٹی نیکی ہو یا بڑی، تھوڑی برائی ہو زیادہ ہر عمل کا محاسبہ ضرور ہوگا۔

سلام کرنے کے چند ضروری احکام

علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ غیر مسلم اور فاسق اور بدعتی کے سلام کا جواب واجب نہیں۔ پیشاب کرنے والا، رفع حاجت کرنے والا، غسل خانے میں نہانے والا، کھانا کھانے والا، سلام کا جواب دینے کے مکلف نہیں۔ تفسیر سراج منیر میں ہے کہ کافر کو ابتداءً سلام کرنا حرام ہے، لیکن بعض مشائخ کا قول ہے کہ اس زمانے میں ضرورت کا لحاظ کرتے ہوئے غیر مسلم کو سلام کرنا جائز ہے، مگر اولیٰ یہ ہے کہ دل سے نیت نہ کرے صرف ہاتھ کا اشارہ کرے اور اگر زبان سے کہنا ہے تو ملائکہ کی نیت کرے۔ اگرچہ بظاہر غیر مسلم کو سلام کرنا معلوم ہو، مگر باطن میں نیت اور ہو۔

نماز پڑھنے والے، اذان کہنے والے، خطبہ پڑھنے والے اور حج کی لبیک کہنے والے کو سلام کرنا مسنون نہیں اور نہ اُن پر جواب دینا لازم ہے۔

تفسیر مدارک میں ہے کہ آواز سے قرآن یا حدیث پڑھنے والا یا علمی مذاکرہ کرنے والا سلام کا جواب نہ دے۔ مسنون ہے کہ مرد جب اپنے گھر میں جائے تو بیوی کو سلام کرے اور بیوی شوہر کو سلام کرے اور ہر قرابتدار محرم عورت کو سلام کرنا مسنون ہے۔ سوار پیدل کو اور چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور چھوٹا بڑے کو اور چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو سلام کرے۔ جو شخص سلام کا جواب نہیں دیتا اُس کی رُوح گندہ ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی کسی اور کا سلام تم کو پہنچائے تو جواب میں علیکم وعلیہ السلام کہو (یعنی تم کو اور اس کو دونوں کو سلام)۔

تفسیر مدارک میں ہے جو شخص شطرنج یا چوسر یا گنجفہ کھیل رہا ہو یا گا رہا ہو یا کبوتر اڑا رہا ہو یا ایسا فعل کرتا ہو اُس کو سلام نہ کرنا چاہیئے۔

تفسیر سراج منیر میں ہے سلام میں پہل کرنا۔ اگر اکیلا شخص ہو تو سنت عینی ہے اور اگر جماعت ہو تو سنت کفایہ ہے یعنی اگر جماعت میں سے ایک نے سلام کر دیا تو سب کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا لیکن ثواب اُسی کو ملے گا جس نے سلام کیا ہے اور اگر سب سلام کریں گے تو سب کو ثواب ملے گا اور جس شخص کو ایک جماعت نے سلام کیا ہو اس کو ایک جواب سب کو دے دینا کافی ہے۔ سلام کا جواب دینا کل جماعت پر واجب ہے، لیکن اگر ایک نے بھی جواب دے دیا تو اوروں کے سر سے یہ وجوب ساقط ہو جائے گا۔

مقصود بیان اخلاق میں محبت اور اتحاد باہمی کی تعلیم، اتفاق باہمی اور ہمدردی اسلامی مظاہرے کا حکم۔ اس بات کی ہدایت کہ ہر مسلمان کو دوسرے کے ساتھ اس کی نیکی سے بڑھ چڑھ کر نیکی کرنی چاہیئے ورنہ کم از کم اُس کے احسان کے برابر تو بدلہ دینا ضروری ہے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۸ ع ۱۱

اللہ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں تم کو قیامت کے دن ضرور جمع کرے گا اس میں ذرا شک نہیں اور اللہ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہو سکتی ہے

تفسیر:- جب گزشتہ کلام میں اصول بقاء اور طریق اعلاءِ کلمۃ اللہ کی تعلیم مکمل طور پر دی جا چکی تو اب اس جگہ ایک ایسا قاعدہ بتایا جاتا ہے اور ایسا

toobaafoundation.com

ثبوت پیش کیا جاتا ہے جس سے ہر فرد انسانی گزشتہ ہدایت ماننے کی طرف دل سے مائل ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ خدا ئے قدوس معبود برحق ہے اس کا حکم اور فیصلہ برحق ہے۔ غلطی اور کذب کا اس کے قانون میں احتمال نہیں وہی تمام مخلوق کا الٰہ مطلق ہے اور سزاوار الوہیت ہے۔

لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ قیامت کے دن تم سب کو زندہ کر کے وہی جمع کرے گا اور قیامت کا ہونا بھی یقینی ہے جس میں قطعاً شک نہیں ہے اور سب کو اس کے اعمال کی سزا جزا دے گا۔

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا ○ اور جب وہی معبود برحق ٹھہرا اور سب کا خالق اور الٰہ مطلق قرار پایا تو اس سے بڑھ کر اور کون صادق القول ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اسی کی ہدایت و ارشاد کو مان لینا اور اس کی تعلیم پر عمل کرنا تمام افراد انسانی پر واجب ہے۔

مقصود بیان اعلان توحید اور اظہار عدالت الٰہی اور حشر و نشر کی صراحت اور خدا تعالیٰ کے صادق القول ہونے کی وضاحت۔ ضمناً اشارہ عدم امکان کذب کی طرف بھی ہے۔ ضمناً اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اسی کی ہدایت واجب العمل ہے وغیرہ۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ وَاللَّهُ أَرْكَسَهُم بِمَا كَسَبُوا ۚ أَتُرِيدُونَ أَن تَهْدُوا

تم کو کیا ہو گیا کہ منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہو گئے اللہ نے ان کے کرتوت کے سبب ان کو اوندھا کر دیا ہے کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جس کو اللہ نے

مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ ۖ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ○ وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا

گمراہ چھوڑ دیا اس کو راہ پر لے آؤ جس کو اللہ گمراہ چھوڑ دیتا ہے اس کے لئے تم کوئی راہ نہیں پا سکتے وہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ کافر ہو گئے

كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً ۖ فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ

تم بھی کافر بن جاؤ پھر تم سب برابر ہو جاؤ لہٰذا تم ان میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ تاوقتیکہ وہ راہِ خدا میں ہجرت نہ کریں۔

فَإِن تَوَلَّوْا فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ ۖ وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا

پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو جہاں پاؤ ان کو پکڑو قتل کرو اور ان میں سے نہ کسی کو دوست بناؤ

وَلَا نَصِيرًا ○ إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ أَوْ جَاءُوكُمْ

نہ مددگار ہاں جو لوگ اس قوم سے جا ملیں جس سے تمہارا معاہدہ ہو یا تم سے یا اپنی

حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ أَن يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ

قوم سے جنگ کرنے سے تنگ دل ہو کر تمہارے پاس آ جائیں اگر اللہ چاہتا تو ان کو تم پر مسلط

عَلَيْكُمْ فَلَقَاتَلُوكُمْ ۚ فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَأَلْقَوْا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ

کر دیتا پھر وہ تم سے ضرور لڑتے اب اگر وہ تم سے کنارہ کش رہیں اور تم سے نہ لڑیں اور تمہارے سامنے صلح پیش کریں تو تم پر خدا تعالیٰ نے تمہارے

toobaafoundation.com

اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ۝ سَتَجِدُونَ آخَرِينَ يُرِيدُونَ أَن يَأْمَنُوكُمْ وَيَأْمَنُوا

لئے ان پر کوئی راستہ نہیں رکھا اب تم کو کچھ اور آدمی ایسے ملیں گے جو تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی

قَوْمَهُمْ كُلَّمَا رُدُّوا إِلَى الْفِتْنَةِ أُرْكِسُوا فِيهَا ۚ فَإِن لَّمْ يَعْتَزِلُوكُمْ وَيُلْقُوا إِلَيْكُمُ

بے خوف جب کبھی فساد کرنے کو انہیں بلایا جاتا ہے تو اوندھے منہ جا پڑتے ہیں پس اگر وہ تم سے کنارہ کش نہ رہیں اور تمہارے سامنے صلح

السَّلَمَ وَيَكُفُّوا أَيْدِيَهُمْ فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ ۚ وَأُولَٰئِكُمْ

نہ پیش کریں اور اپنے ہاتھ نہ روکیں تو جہاں پاؤ اُن کو پکڑو قتل کرو انہی کے مقابلہ

جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا ۝ ع ۱۲

میں ہم نے تمہارے لئے برہان واضح پیش کر دی ہے

تفسیر فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ۔ یہاں سے آخر تک تمام آیات کی شان نزول میں مختلف روایات ہیں، اگرچہ قرآن پاک کا فہم اور ان آیات کا مطلب سمجھنا ان قصوں پر موقوف نہیں مگر شانِ نزول سے معنی میں وضاحت ضرور ہو جاتی ہے: اس لئے ذیل میں ہم مختصر طور پر بیان کرتے ہیں۔

(۱) ابن کثیر کہتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ احد کے واسطے مدینے سے باہر نکلے تو منزلِ مقصود تک پہنچنے سے قبل ہی کچھ لوگ راہ میں حضور اقدس ؐ کا ساتھ چھوڑ کر واپس چلے آئے تھے اور ساتھ نہ دیا۔ صحابہ کرام کے ان لوگوں کے متعلق دو فریق ہو گئے اور ہر فریق کی رائے دوسرے کی رائے سے مختلف ہو گئی۔ ایک فریق نے کہا ہم ان کو قتل کریں گے وہ مرتد ہو گئے۔ دوسرے نے کہا نہیں وہ مسلمان ہیں قابل قتل نہیں۔ اُس پر آیات مذکورہ کا نزول ہوا۔ حضور والا ؐ نے فرمایا مدینہ شہر طیبہ ہے یہ کثافت وخبث کو اسی طرح صاف کر دیتا ہے جیسے لوہار کی بھٹی لوہے کے میل کو صاف کر دیتی ہے (رواہ احمد عن زید بن ثابت وقد رواہ البخاری ومسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ کر واپس ہونے والے تین سو آدمی تھے جن میں سے عبداللہ بن ابی بن سلول بھی تھا بلکہ یہی سب کا سردار تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف سات سو آدمی باقی رہ گئے تھے (رواہ محمد بن اسحاق فی غزوۃ احد)

(۲) عوفی نے بروایت ابن عباس ؓ بیان کیا ہے کہ کچھ لوگ مکہ میں رہتے تھے جنہوں نے زبان سے اسلام کا اقرار کر لیا تھا، لیکن باطن میں مشرکوں کی مدد کیا کرتے تھے۔ یہ لوگ اتفاقاً کسی ضرورت سے مکہ سے باہر نکلے اور کہنے لگے کہ اگر دورانِ سفر میں ہمارا محمد ؐ کے ساتھیوں سے مقابلہ ہو گیا تو ہم کو ان سے کوئی خوف نہیں ہم مقابلہ کر لیں گے۔ یہ خبر مسلمانوں کو بھی پہنچ گئی۔ کچھ مسلمان کہنے لگے چلو ان نامرادوں کو چل کر قتل کر دیں وہ حتماً ہمارے دشمنوں کی ہمارے خلاف امداد کرتے ہیں، لیکن مسلمانوں کا دوسرا گروہ بولا واہ سبحان اللہ جن لوگوں نے تمہاری طرح زبان سے اسلام کا اقرار کر لیا ہے تم ان کو صرف اس بات پر قتل کرنا چاہتے ہو کہ انہوں نے ہجرت نہیں کی اور اپنا دلیس نہ چھوڑا (حتی) ہم ان کے خون اور مال کو کس طرح حلال سمجھ سکتے ہیں۔ اسی قصہ کے متعلق آیات مذکورہ کا نزول ہوا (رواہ ابن ابی حاتم وابو سلمہ بن عبدالرحمٰن وعکرمہ والضحاک وغیرہم)

(۳) تفسیر معالم میں محی السنہ نے بروایت مجاہد بیان کیا ہے کہ بعض مشرکین مکہ سے مدینہ آئے اور ظاہر کیا کہ ہم مسلمان ہیں اور مہاجر ہو کر آئے ہیں، لیکن چند روز کے بعد یہ لوگ مرتد ہو گئے اور حضور اقدس ؐ سے مالِ تجارت کے لانے کے بہانے سے مکہ کو چل دیے یا مدینے سے بھاگ کر مکے کو چلے گئے اور راستے میں سے ہی ایک تحریر حضور ؐ کی خدمت میں بھیج دی کہ ہم اب تک اسی عقیدے پر ہیں جو مدینے سے نکلنے کے وقت ہمارا تھا، مگر مدینے کی آب وہوا ہم کو موافق نہ آئی، اس لئے چلے آئے۔ ان لوگوں کے متعلق صحابہ کے دو فریق ہو گئے ایک فریق نے کہا کہ یہ کافر ہیں، دوسرے نے کہا مؤمن

کی بنا پر دلائل ارتداد میں کچھ تاویل کر کے اُن کو دائرۂ اسلام سے خارج نہیں سمجھا۔ اُس پر آیاتِ مذکورہ نازل ہوئیں : بہرحال شانِ نزول کچھ بھی ہو آیات کا مطلب صاف ہے اور ظاہر ہے کہ ان آیات کا نزول منافقوں کے حق میں ہوا ہے۔ خواہ وہ ابن ابی کے ساتھی ہوں یا مکّہ کے مشرک یا مدینے سے بھاگ کر چلے جانے والے سوداگر۔

خداتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ۔ مسلمانو! تم کو کیا ہو گیا ہے کہ منافقوں کے متعلق تم دو فریق بن بیٹھے اور خواہ مخواہ آپس میں تفرقہ کر لیا۔ حالاں کہ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا انھیں کے کفر و معاصی کی وجہ سے خدا نے ان کو مردود کر دیا اور پھر شرک وارتداد کی طرف ان کو لوٹا دیا۔ وہ لوگ اسی پھٹکار پر مریں گے تم اُن کو ہدایت نہیں کر سکتے اور نہ ہدایت یافتہ گروہ میں شامل کر سکتے ہو۔ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ۔ کیا جس شخص کی خذمت میں خدا نے گمراہ ہونا لکھ دیا اور اس کے اعمال کی وجہ سے اُس کو گمراہ کر دیا تم اس کو ہدایت یافتہ گروہ میں شمار کرنا چاہتے ہو۔ ایسا ہرگز نہ کرو، اُن کو گمراہ اور منافق ہی سمجھو کیوں کہ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا۔ جس شخص کو خداتعالیٰ گمراہی میں چھوڑ رکھتا ہو تم کو اس کے واسطے راہ ہدایت نہیں مل سکتی اور گمراہی سے وہ نجات نہیں پا سکتا، اس لئے تم کو اُن کے ہدایت یافتہ ہونے کا خیال بھی چھوڑ دینا چاہیئے اور باہمی اختلافات کو دور کر دینا چاہیئے۔ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا۔ وہ لوگ تو کفر میں اس قدر مستحکم ہیں کہ اپنی طرح تم کو بھی کافر دیکھنا چاہتے ہیں اور دل سے خواہش مند ہیں کہ تم بھی اُن کی طرح کافر بن جاؤ۔ فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً اور پھر تم اور وہ سب کفر میں مساوی ہو جاؤ، جب اُن کا کفر اس قدر مستحکم اور سخت ہے تو تم اُن کے صرف زبانی اقرار اسلام پر نہ جاؤ اور ظاہری اسلام پر اکتفا کر کے فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ اُن سے موالات اور دوستی نہ کرو وہ یقینی منافق ہیں۔ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تاوقتیکہ وہ راہِ خدا میں صحیح ہجرت نہ کریں جس سے اُن کے ایمانِ قلبی کا ثبوت ہو سکے۔

تفسیر معالم میں محی السنۃ نے بروایت عکرمہ یہ بیان کیا ہے کہ اس ہجرت سے مراد دوسری قسم کی ہجرت ہے۔ ہجرت درحقیقت تین قسم کی ہوتی ہے (۱) ترکِ وطن جس طرح کہ ابتدائے اسلام میں مسلمانوں نے مکّے کی سکونت کو ترک کر دیا تھا (۲) ہجرتِ مجاہدین یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب صبر اور استقلال کے ساتھ باُمیدِ ثواب جہاد کو جانا اور صرف خوشنودیٔ الٰہی کے لئے کافروں سے جنگ کرنا۔ آیت میں بروایت عکرمہ یہی ہجرت مراد ہے (۳) تمام ممنوعات کو چھوڑ دینا اور کل ناجائز خواہشاتِ نفسانی سے ہجرت کر لینا۔ بیضاوی کے نزدیک آیت میں اخیری معنی مراد ہیں۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا اب اگر انھوں نے منھ موڑا اور ہجرت مذکورہ سے باز رہے اور اپنے حال پر قائم رہے تو وہ منافق ہیں، اعدائے اسلام ہیں، مسلمانوں کے دشمن ہیں اور آستین کے سانپ ہیں۔ اگر تم کو ان پر قدرت حاصل ہو جائے اور وہ تمہارے قبضے میں آ جائیں تو فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ تو ان کو پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو۔ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا اُن میں سے کسی کو دلی دوست نہ بناؤ، موالات نہ کرو اور نہ یہ خیال کرو کہ اُن میں سے کوئی تمہاری مدد کرے گا اور ضرورت کے وقت تمہارے کام آئے گا۔ ہاں اس حکم سے کچھ لوگ مستثنیٰ بھی ہیں۔ اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ۔ جب غزوۂ بدر اور احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کفارِ عرب پر غلبہ حاصل ہوا تو سراقہ ابن مالک مدلجی نے خدمتِ مبارک میں حاضر ہو کر عرض کیا "یا رسول اللہ! میں نے سُنا ہے کہ اب آپ کا ارادہ میری قوم پر لشکرکشی کرنے کا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ ہم سے صلح کر لیں۔ حضور اقدسؐ نے خالد بن ولید رضؓ کو سراقہ کے ساتھ تکمیلِ صلح کے لئے بھیج دیا۔ وہ ان کے پاس گئے اور گفتگو کی۔ غرض صلح نامہ ان شرائط پر مکمل ہو گیا کہ بنی مدلج نہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر اپنی قوم سے لڑیں نہ اپنی قوم سے مل کر مسلمانوں کا مقابلہ کریں۔ اگر قریش مسلمان ہو جائیں تو یہ بھی مسلمان ہو جائیں۔

اس کے علاوہ ہجرت سے قبل حضور والاؐ نے ہلال بن عویمر اسلمی سے بھی اسی طرح صلح کی تھی بلکہ یہاں تک حکم دے دیا تھا کہ ہلال جس کو امن دے دے وہ بھی اسی عہدنامے میں داخل ہے۔ ابن عباس رضؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی بکر بن زید سے بھی اسی قسم کا معاہدہ ہو گیا تھا۔ مقاتل کی روایت ہے کہ خزاعہ اور خزیمہ بن عبد مناف سے بھی معاہدۂ امن حضورؐ نے کر لیا تھا۔ بہرحال اسی قسم کے واقعات ظہور پذیر ہونے کے وقت آیتِ مذکورہ کا نزول ہوا۔ حاصل ہدایت یہ ہے کہ مذکورہ بالا حکم سے چند قسم کے لوگ مستثنیٰ ہیں اوّل تو وہ لوگ جو ایسی قوم سے معاہدہ رکھتے ہوں جس سے اہلِ اسلام کا معاہدہ ہے کہ نہ ہم تم پر چڑھائی کریں گے نہ تم ہم پر یا ضرورت کے وقت ہم تمہاری مدد کریں گے اور تم ہماری اور اس سے کسی اور قوم کا معاہدہ ہو تو اس اخیری قوم سے بھی جنگ نہ کرنا چاہیئے۔ خلاصہ یہ کہ جس قوم سے اہلِ اسلام کا معاہدہ ہو یا معاہدے والی قوم سے معاہدہ ہو دونوں حکم جہاد سے مستثنیٰ ہیں۔ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ۔ دوسرے وہ لوگ بھی حکم جہاد سے مستثنیٰ ہیں جو بالکل علیحدہ ہوں نہ تمہارے نفع کے خواہاں ہوں نہ ضرر کے جویاں جس طرح

جنگِ بدر میں حضرت عباسؓ تھے) نہ تم سے دوستی رکھتے ہوں، نہ منافقت اور نہ مقاتلہ بلکہ دونوں باتوں سے تنگ دل ہوں نہ اپنی قوم کے ساتھ مل کر تم سے لڑتے ہوں نہ تمہارے ساتھ مل کر اپنی قوم سے جنگ کرتے ہوں، سب الگ تھلگ ہوں لہٰذا تم کو بھی ان سے نہ لڑنا چاہیے اور خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ باوجود کافر ہونے کے انھوں نے تمہارے دشمنوں سے علیحدگی اختیار کرلی اور تمہارے مقابلے پر نہ آنے کا وعدہ کرلیا کیوں کہ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ اگر خدا کی مرضی ہوتی تو وہ ان کے دلوں کو قوی کردیتا اور ان کو تم پر جرأت ہوجاتی اور وہ تم سے لڑائی کرنے لگتے، لیکن خدا نے اپنے فضل سے ایسا ارادہ نہ کیا۔ اُن کے دلوں میں بجائے جرأت کے رعب ڈال دیا جس کی وجہ سے وہ تمہارے مقابلے پر نہ آئے اور یکسوئی اختیار کرلی لہٰذا فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ اگر تم سے وہ کنارہ کش ہوجائیں، یکسوئی اختیار کریں اور جنگ نہ کریں وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ اور تم سے امن وصلح کے خواہاں ہوں یعنی بغیر جزیہ ادا کئے تم سے صلح کے جویاں ہوں تو تم پر بھی لازم ہے کہ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ۝ اُن سے جنگ نہ کرو۔ تمہارے واسطے اُن کو قتل کرنا جائز ہو نہ گرفتار کرنا۔ یہ دونوں گروہ تو وہ تھے جن سے جنگ کرنی جائز نہ تھی۔ آئندہ آیت میں اُس تیسرے گروہ کا حکم بیان کیا جاتا ہے جو نہایت چالاک اور بدمعاش تھا۔ مسلمانوں سے مامون رہنا چاہتا تھا اور اپنی قوم کے سامنے اسلام کا مذاق اڑاتا تھا۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ۔ کلبی نے بروایت ابوصالح ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ کمل آیت قبائل اسد وغطفان کے حق میں نازل ہوئی جو منافق تھے۔ صرف دکھانے کے لئے کلمۂ اسلام زبان سے کہتے تھے اور باطن میں خبیث ترین کافر تھے۔ جب صحابہ کے سامنے آتے تھے تو کہتے تھے ہم تمہارے دین پر ہیں اور جب اپنی قوم کے پاس جاتے تھے اور قوم والے پوچھتے تھے کہ تم کس چیز پر ایمان لائے ہو تو جواب دیتے تھے بچھو پر، گوبر پر۔ یعنی اسلام کی توہین کرتے تھے، لیکن ضحاک نے بروایت ابن عباسؓ بیان کیا ہے کہ یہ آیت قبیلہ بنی عبدالدار کے حق میں نازل ہوئی۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ ابن جریر نے بروایت مجاہد بیان کیا ہے کہ یہ آیت اُن مکہ والوں کے حق میں نازل ہوئی جو حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام کا اظہار کرتے تھے اور پھر قریش کے پاس جاکر بتوں کے سامنے سربسجود ہوتے تھے تاکہ یہاں اور وہاں دونوں جگہ مامون رہیں۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ تم کو کچھ لوگ ایسے بھی ملیں گے جو اپنی انتہائی چالاکی کی وجہ سے بظاہر کلمۂ اسلام زبان پر لاکر تم سے مامون رہنے کے خواستگار ہوں گے۔ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ اور پھر اپنی قوم کے پاس جاکر کافر ہو کر اُن کی حمایت حاصل کرنے کے بھی جویاں ہوں گے۔ اُن کی حالت یہ ہوگی کہ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا۔ جب اُن کو مسلمانوں سے جنگ کرنے اور کفر اختیار کرنے کی طرف لوگ بلائیں گے تو وہ کفر پر لوٹ پڑیں گے اور انتہائی شوق و انہماک سے اس میں مبتلا ہوجائیں گے لہٰذا یہ لوگ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ اگر تمہارے مقابلے سے کنارہ کش نہ ہوں اور تم سے جنگ کرنا نہ چھوڑیں اور اپنی قوم کی حمایت کرتے رہیں۔ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ اور تم سے صلح و امن اور آشتی و معاہدہ کے خواستگار نہ ہوں یعنی تم سے کسی قسم کا معاہدہ صلح نہ کریں۔ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ اور اپنی دراز دستی سے نہ رکیں اور تمہاری طرف جنگ کے لئے ہاتھ بڑھائیں یعنی تم سے جنگ کرنے سے باز نہ آئیں۔ فَخُذُوْهُمْ تو تم بھی اُن سے لڑو۔ اگر ان کو قتل نہ کرو تو گرفتار کرلو۔ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ اور جہاں پاؤ ان کو قتل کرو خواہ حرم کے اندر یا باہر۔ بہرحال اُن کے قتل کے درپے رہو اور یہ حکم تم کو ہم نے خواہ مخواہ نہیں دیا ہے اور نہ اس کی بناء ظلم پر ہے بلکہ وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝ بلکہ ان منافقوں کے قتل و قید پر ہم نے تمہارے لئے ایک روشن ثبوت اور واضح دلیل مقرر کردی ہے۔ دھوکہ بازی، نفاق اور غدر کی ابتدا انھیں کی طرف سے ہے وہی تم کو ابتداءً ذلیل کرنا، تمہاری بیخ کنی کرنا اور تمہاری جان، مال و دین برباد کرنا چاہتے ہیں۔ یہی بات اُن کے قتل و گرفتاری کے جواز کی واضح دلیل ہے۔

مقصود بیان منافقوں کے نفاق کی صراحت۔ مسلمانوں کو منافقوں کے کفر میں شک کرنے سے ممانعت۔ دوسروں کے کفر و اسلام کے جھگڑوں میں پڑکر آپس میں فرقہ بندی کرلینے سے باز داشت۔ اس امر کی طرف لطیف اشارہ کہ خدا تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرتا بلکہ جب کفر و معاصی اور سرکشی و طغیان کا زنگ انسان کے دل پر بہت زیادہ چڑھ جاتا ہے اور اس کی صفائی ناممکن ہوتی ہے اور گمراہی کی مُہر دل پر لگ جاتی ہے تو خدا بھی ایسے گناہ گار معصیت شعار کافر کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور راہِ راست پر نہیں لاتا۔ ہدایت اور گمراہی خدا کے دستِ قدرت میں ہے۔ کافروں سے دینی موالات جائز نہیں۔ اگر انسان صرف زبان سے اسلام کا دعویٰ کرے اور اسلام کے خلاف حمایت کرتا ہوا اور اصول اسلامی کی بیخ کنی کے درپے ہو تو وہ مسلمان نہیں اُس سے دینی موالات جائز نہیں۔ دو قسم کے کافروں کو قتل یا قید کرنا حرام ہے۔ اوّل تو اہلِ معاہدہ یعنی جن

toobaafoundation.com

سے مسلمانوں نے بغیر شرط جزیہ کے امن و جنگ یا صلح و امداد کا معاہدہ کر لیا۔ اس میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو معاہدہ رکھنے والے قوم سے معاہدہ رکھتے ہوں گویا وہ اہلِ اسلام کے ساتھ معاہدہ رکھتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ جو بالکل الگ تھلگ ہیں نہ کافروں کے طرف دار ہیں نہ مسلمانوں کے جانبدار۔ ہاں جو قوم تخریب اسلام کے درپے ہو اور مسلمانوں کی بیخ کنی کرنی چاہتی ہو اُس کو قتل و قید کرنا واجب ہے۔ ایسی قوم کو نہ کسی مقدس مقام کی حرمت بچا سکتی ہے نہ کوئی قانون ان کی حفاظت کر سکتا ہے۔ ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ معاہدات کی پابندی ہر مسلمان پر فرض ہے۔ مسلمانوں کو اپنے معاہدہ کا احترام کرنا چاہیئے اور یہاں تک معاہدہ کی پابندی لازم ہے کہ جو قوم ان کے اہلِ معاہدہ سے معاہدہ رکھتی ہو اُس کے مقابلے میں بھی مسلمانوں کو تلوار اُٹھانے کی ممانعت ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ

کسی مومن کو شایاں نہیں کہ کسی مسلمان کو قتل کرے ہاں نادانستہ ہو (تو خیر) اگر کوئی مسلمان کو غلطی سے مار ڈالے تو ایک

رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا ۚ فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ

مسلمان بردہ آزاد کرنا اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا پہنچا دینا ضروری ہے ہاں اگر وہ معاف کر دیں (تو خیر) اگر مقتول اس قوم میں سے ہو جو

عَدُوٍّ لَكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ ۖ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ

تمہاری دشمن ہے مگر وہ خود مسلمان ہے تو ایک مسلمان بردہ کا آزاد کرنا لازم ہے اور اگر اس قوم میں سے ہو جس سے تمہارا معاہدہ

مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ ۖ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ

ہے تو اس کے وارثوں کو خون بہا پہنچا دینا اور ایک مسلمان بردہ کو آزاد کرنا لازم ہے اور اگر کسی کو اس کا مقدور نہ ہو

فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِنَ اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا

تو پے در پے دو مہینے کے روزے ضروری ہیں یہ حکم خدا کی طرف سے بطور توبہ کے مقرر ہے اور اللہ دانا صاحب تدبیر ہے

تفسیر

حضرت عیاش بن ربیعہ مخزومی قبل ہجرت مشرف باسلام ہوئے اور دشمنوں کے خوف کے مارے اپنے ایمان کو ظاہر نہ کر سکنے کے باعث مدینے کی طرف روانہ ہوئے اور ایک پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ گئے اُن کی ماں اپنے بیٹے کی جدائی سے بے چین ہو گئیں اور اپنے دونوں بیٹوں حارث اور ابوجہل بن ہشام کو بلا کر کہا کہ میں نے قسم کھائی ہے جب تک میرا لختِ جگر نہ آئے گا اُس وقت تک نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی۔ غرض یہ دونوں حارث بن زید کو ہمراہ لے کر مدینے کی جانب روانہ ہو گئے اور جب عیاش کو پہاڑ پر دیکھا تو بولے عیاش تمہاری ماں تمہارے فراق میں سخت بے چین ہے اور ہم قسم کھاتے ہیں کہ تم کو کچھ اذیت نہ دیں گے نہ تمہارے دین میں کچھ مزاحمت کریں گے۔ عیاش کو اُن کی باتوں کا اعتبار آ گیا۔ اپنی ماں کی بے چینی اور اُن کے عہد و پیمان کو سُن کر نیچے اتر آئے، لیکن حارث وغیرہ نے پیمان کے خلاف چمڑے کے تسموں سے فوراً باندھ لیا اور ہر ایک نے سو سو دُرّے مارے اور ماں کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا۔ ماں بولی عیاش تو جب تک ایمان سے توبہ نہ کرے گا اور محمدؐ کی نبوت کا انکار نہ کرے گا میں تجھے نہ کھولوں گی۔ بالآخر حضرت عیاش کو بندھا بندھایا دھوپ میں ڈال دیا۔ مزید برآں حارث بن زید نے طعنے دینے شروع کئے کہ اس دین کو تو حق بتاتا ہے جس میں اتنی تکلیفیں ہیں اور یہ مصائب برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ عیاش کو یہ طعنے سُن کر غصہ آ گیا اور قسم کھائی کہ جہاں کہیں تجھے موقعہ پر پاؤں گا اچھا نہ چھوڑوں گا۔

toobaafoundation.com

پھر حارث بن زید عیاش کی عدم موجودگی میں مسلمان ہوگئے اور عیاش کو اس کا علم بھی نہ ہوا اور مکہ سے ہجرت کر کے مدینے کو آگئے۔ عیاش پہلے ہی ہجرت کر کے مدینے پہنچ گئے تھے۔ اتفاق سے ایک پہاڑ پر حضرت عیاش کو حارث بن زید نو مسلم ہوگئے۔ عیاش نے پچھلی عداوت اور قسم پر اُن کو جان سے مار دیا۔ عیاش گھبرائے ہوئے حضور پاکؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو مسلمان ہونے کی وجہ سے جو تکالیف اور مصائب حارث کی طرف سے پہنچی تھیں وہ حضورؐ پر ظاہر ہیں اور حارث کا اسلام مجھ کو معلوم بھی نہ تھا۔ میں نے اپنی گزشتہ قسم کی وجہ سے اُن کو قتل کر دیا۔ میں لاعلمی کی وجہ سے بالکل بے قصور ہوں اور اپنے فعل پر نادم ہوں۔ اب کیا کروں؟ اُس وقت آیت وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً ... نازل ہوئی (رواہ ابن جریر وابن المنذر عن السدی وقد رواہ ابن جریر عن عکرمۃ وابن کثیر رواہ عن المجاہد) عکرمہ کی روایت میں حارث بن یزید عامری اور مجاہد کی روایت میں حارث بن یزید غامدی مذکور ہے اور فتح مکہ کے دن کا یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

عبدالرحمن بن زید اسلم کی روایت ہے کہ یہ آیت ابو درداء کے حق میں نازل ہوئی۔ ابو درداء نے ایک ایسے شخص کو قتل کیا تھا جس نے بظاہر کلمہ توحید کا زبان سے اقرار کر لیا تھا اور قتل کرنے کے بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کر دیا کہ درحقیقت وہ کافر تھا صرف اپنا بچاؤ کرنے کے لئے اُس نے اسلام کا اقرار کر لیا تھا۔ حضورؐ نے جواب میں فرمایا پھر تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا یعنی تجھے کس طرح معلوم ہوا کہ اُس کے دل میں خالص نیت نہ تھی۔

عروہ بن زبیر کی روایت ہے کہ جنگِ اُحد میں حذیفہ بن یمان کے والد ایک بھیڑ میں کافروں کے پھنس گئے اور مسلمانوں نے جب کافروں پر یورش کی تو اس میں یمان بھی مسلمانوں کے ہاتھوں سے غلط فہمی کی بناء پر شہید ہوگئے اور آخر میں علم آنے کے بعد مسلمانوں کو سخت ملال ہوا۔ اُس پر آیتِ مذکورہ نازل ہوئی۔ بہر حال آیت کا شانِ نزول کچھ بھی ہو حکم عام ہے ہر مسلمان کو شامل ہے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ کسی مسلمان کو کسی مسلمان کا قتل کرنا بلا وجہ شرعی کے جائز نہیں۔ ہاں بھول، چوک اور غلطی سے اگر قتل ہو جائے تو معذوری ہے۔ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً اگر کسی مومن نے کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دیا۔ مثلاً بندوق پر گولی چلائی اور کسی مسلمان آدمی کے لگ گئی یا مسلمان کو ایسی چیز سے مارا جس سے مرنے کا احتمال نہ تھا مگر اتفاق سے وہ مرگیا مثلاً طمانچہ مارا اور وہ مرگیا یا تھپڑ ماری اور مرگیا یا کوئی اور صورت ہوگئی تو دو صورتیں اختیار کرنی چاہئیں۔ ایک تو قتل کا مالی عوض، دوسرے گناہِ قتل کا کفارہ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مؤخر الذکر صورت تو یہ ہے کہ ایک مسلمان بردہ آزاد کیا جائے کیونکہ قتل کرنے سے اس نے ایک آدمی کی جان لی ہے۔ اب ایک مملوک آزاد کرنے سے گویا ایک آدمی کو زندہ کیا اور اس کی غلامی کو دور کر دیا اور اس سے انسان کی فطری آزادی جو اصل حیات کے ہے حاصل ہوگئی۔ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ اور اول الذکر صورت یہ ہے کہ خوں بہا مقتول کے ورثاء کو دیا جائے تاکہ ان کے زخموں کی کچھ جبیرہ بندی ہو جائے۔ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا۔ ہاں اگر مقتول کے وارث بطور صدقہ کے دیت اور خوں بہا معاف کر دیں تو قاتل کے ذمہ سے خوں بہا کی ادائیگی ساقط ہو جاتی ہے۔ لیکن مسلمان بردہ آزاد کرنا لازم ہے۔ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ اور اگر مقتول اس گروہ کفار میں سے تھا جن کا مسلمانوں سے معاہدہ ہے مثلاً مسلمانوں نے اُن کی حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے اور وہ مسلمانوں کو جزیہ دیتے ہیں تو خوں بہا مقتول کے وارثوں کو دیا جائے گا۔ اگر مقتول مسلمان تھا تو پوری دیت دی جائے گی اور کافر تھا اگر ذمی تھا تو ابن مسعودؓ ابو حنیفہ رح اور ثوری کے نزدیک اصل وقت بھی پوری دیت ادا کرنی ہوگی اور امام مالک احمد اور عمر بن عبدالعزیز کے نزدیک نصف دیت دینی ہوگی۔ حسن، سعید اور شافعی وغیرہ کے نزدیک یہودی اور نصرانی کی مقدار دیت تو مسلمان کی دیت سے $\frac{1}{3}$ ہے اور مجوسی وغیرہ کی مقدار دیت مسلمان کی دیت کی دو تہائیاں ہیں۔ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ اور علاوہ ادائے خوں بہا کے بطور کفارہ کے ایک مسلمان بردہ بھی آزاد کرنا ضروری ہے۔ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ اب اگر مسلمان بردہ دستیاب نہ ہو خواہ قاتل کے افلاس کی وجہ سے مسلمان بردہ خرید کرنے کی قوت نہ ہو یا قیمت موجود ہو مگر مسلمان غلام باندی نہ ملے تو فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ دو ماہ کے متواتر پے در پے روزے رکھنے لازم ہیں۔ یہ کفارہ کیوں ضروری ہے؟ تَوْبَةً مِنَ اللَّهِ تاکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے قاتل کی توبہ قبول ہو جائے اور قاتل کا گناہ معاف کر دیا جائے۔ اگر کفارہ دے دیا جائے گا تو اُمید ہے کہ خدا تعالیٰ گناہ معاف فرما دے گا۔ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ خدا تعالیٰ اپنی مخلوق کی حالت کو خوب جانتا ہے اور تمام خلق کا انتظام اور تدبیر نہایت حکمت سے کرتا ہے وہ خوب واقف ہے کہ دیت ادا کرنے اور کفارہ دینے میں کیا کیا مصالح ہیں۔

مقصود بیان :۔ مسلمانوں کو قصداً قتل کرنے کی نہایت بلند آواز سے ممانعت۔ قتل خطا کی سزا کا بیان۔ معاہداتِ اسلام کے احترام اور پابندی

toobaafoundation.com

کی وضاحت انسداد غلامی کی جانب لطیف اشارہ - ایک رمز آمیز تنبیہ کہ غلام کو آزاد کرنا گویا اس کو زندہ کرنا ہے - علامت اسلامی کا مظاہرہ اور ذمی کافروں کے حقوق کے نگہداشت کی صراحت - دلی توبہ کے اظہار کے لئے کچھ ظاہری علامات بھی ہونے چاہئیں تاکہ یہ ثابت ہوسکے کہ اس نے دل سے توبہ کرلی۔

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ

اور جو شخص کسی مسلمان کو عمداً قتل کردے تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر خدا کا غضب ہوگا

وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا

اور پھٹکار رہے گی اور اللہ نے اس کے لئے بڑا عذاب تیار کیا ہے

تفسیر

محی السنہ نے معالم التنزیل میں بیان کیا ہے کہ آیت مذکورہ کا نزول مقیس بن ضیا بہ کندی کے حق میں ہوا - واقعہ یہ ہوا کہ مقیس اور اس کا بھائی ہشام دونوں مسلمان ہوکر مدینے میں آگئے، لیکن ہشام کو کسی نے قتل کردیا۔ مقیس نے نعش کی تلاش شروع کردی اور بنی نجار کے محلے میں پڑا پایا۔ حضور والاؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر اصل واقعہ عرض کردیا۔ حضورؐ نے بنی فہر کے ایک شخص کو مقیس کے ہمراہ کرکے بنی نجار کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ اگر تم لوگ ہشام کے قاتل کو جانتے ہو تو اس کو گرفتار کرکے مقیس کے حوالے کردو تاکہ اس سے قصاص لیا جاسکے اور نہ جانتے ہو تو مقیس کو مقتول کا خون بہا چندہ کرکے دے دو۔ فہری شخص نے حضور والاؐ کا پیغام بنی نجار کو پہنچادیا۔ انھوں نے جواب دیا ہم قاتل سے واقف نہیں اور نہ ہم کو اس کا علم ہے، لیکن اللہ و رسول کا حکم ہم کو بسر و چشم منظور ہے، ہم خون بہا دیتے ہیں۔ چناں چہ سب لوگوں نے چندہ کرکے سو اونٹ اس کو دے دیے۔ راستہ میں مقیس کو شیطان نے بہکایا اس نے خیال کیا اگر میں صرف خون بہا تسلیم کرلوں گا تو ہمیشہ کے لئے میرے نام پر اس کا داغ رہے گا لہٰذا جان کی بجائے جان لینا مزورت ہے۔ یہ خیال کر کے مقیس نے فہری شخص کو قتل کردیا اور ایک اونٹ پر سوار ہوکر باقی اونٹوں کو ہنکاکر مکہ لے گیا اور مرتب ہوگیا۔ اس وقت آیت وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا نازل ہوئی۔ حاصل ارشاد یہ ہے کہ اگر کوئی کسی کے مسلمان ہونے کو تو جانتا ہو اور اس کو مومن جانتے ہوئے قصداً ایسے ہتھیار سے قتل کرے جس سے عموماً آدمی مرجاتا ہے تو اس کی سزا ہمیشہ کے لئے دوزخ ہے اور فقط یہی نہیں بلکہ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ اس پر خدا کا غضب اور پھٹکار رہتی ہے، وہ رحمتِ الٰہی سے خارج ہوتا ہے اور وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا خدا نے اس کے لئے ایک عظیم الشان عذاب تیار کر رکھا ہے جس کی عظمت کا اندازہ قدرتِ بشری سے خارج ہے۔ تمام علماء و مجتہدین اور جمہور سلف و خلف کے نزدیک قتلِ مومن اگرچہ سخت ترین گناہ ہے، لیکن قاتل کی مغفرت ہوسکتی ہے - ہاں امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ اور بعض دیگر علماء کے نزدیک قاتل مومن اگر بغیر توبہ کے بھی مرجائے تب بھی قابلِ مغفرت ہے - خدا تعالیٰ اگر چاہے گا تو اس کی مغفرت فرمادے گا اور آیت میں خلود کے معنی دوام بلا انقطاع کے نہیں ہیں بلکہ خلود مدت دراز کو کہتے ہیں (بیضاوی) اس لئے خالداً کے لفظ سے قاتل مومن کا دائمی دوزخی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

مقصود بیان

قصداً مومن کو قتل کرنا بدترین گناہ ہے - اس کا مرتکب تمام گناہ گاروں سے زیادہ جہنم میں رہے گا اور خدا کے غضب اور لعنت کا مستحق ہے - وغیرہ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا

مسلمانو! جب راہِ خدا میں تم سفر کیا کرو تو تحقیق کرلیا کرو اور جو شخص تم

toobaafoundation.com

لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫

سے سلام علیک کرے تم اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے تم دنیوی زندگی کا سامان چاہتے ہو تو

فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ

اللہ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں تم پہلے بھی ایسے ہی تھے لیکن اللہ نے تم پر احسان کیا اس لئے

فَتَبَيَّنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۞

تحقیق کرلیا کرو بلاشبہ اللہ تمہارے اعمال سے خبردار ہے

تفسیر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار فوج کا ایک دستہ بساتھی حضرت غالب بن فضالہ لیثی اہل فدک کی جانب روانہ کیا۔ اہلِ فدک میں سے ایک شخص جن کا نام عامر بن اضبط اشجعی یا مرداس بن نہیک تھا۔ مسلمان تھے اسلامی فوج دیکھ کر سب بھاگ گئے، مگر یہ مسلمان ہونے کی وجہ سے ٹھہرے رہے۔ بعد میں ان کو اندیشہ ہوا کہ مبادا لشکر مسلمانوں کا نہ ہو اور کوئی دشمن ہو۔ اس خیال سے بکریاں ہنکا کر پہاڑ میں جا چھپے، جب فوجی گھوڑے آگئے اور صحابیوں نے آوازِ تکبیر بلند کی تو ان کو صحابہ کے لشکر ہونے کا یقین ہوگیا اور خوش خوشی آوازِ تکبیر بلند کرتے اور کلمہ پڑھتے السلام علیکم کہتے باہر نکل آئے۔ حضرت اسامہ نے یہ خیال کرکے کہ اس نے جان بچانے کے لئے تقیہ سے کلمہ پڑھا اور اسلام کیا ہے تو تلوار سے گردن اڑا دی اور بکریاں قبضہ میں کرلیں۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی (رواہ ابن جریر) حضور والا یہ خبر پاکر سخت رنجیدہ ہوئے اور بعد میں اُن کے واسطے استغفار کیا اور خون بہا دلایا۔ ابن عباسؓ کی روایت میں قتل کرنے والے کا نام بجائے اسامہ کے مقداد بن اسود ذکر کیا ہے اور ابن عمر کی روایت میں قاتل کا نام محلم بن جثامہ بیان کیا ہے ورانتا اور یہی ہے کہ محلم بن جثامہ نے عداوتِ جاہلی کی وجہ سے عامر کو قتل کیا تھا اور حضور اقدسؐ نے محلم کو بد دعا دی تھی کہ خدا تیری مغفرت نہ کرے۔ چناں چہ سات روز کے اندر محلم کا انتقال ہوگیا اور زمین نے بھی اس کو قبول نہ کیا۔ بالآخر لوگوں نے اس کو پہاڑوں کے پتھروں کے نیچے داب دیا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ:-

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا اے مسلمانو! جب تم جہاد (وغیرہ) کے لئے سفر کیا کرو اور دشمن سامنے آئیں تو خوب تحقیق کرلیا کرو اور چھان پھٹک کرلیا کرو۔ جو شخص تمہارے سامنے کلمۂ شہادت کہتا ہوا آئے یا کوئی اور ایسی علامت ظاہر کرے جو اسلام پر دلالت کرتی ہو۔ مثلاً تم کو سلام کرے تو تم اس کو بے ایمان نہ کہو اور ایسا برتاؤ نہ کرو جو کافروں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ نہ اس کو قتل کرو، نہ اس کا مال لوٹو اور نہ یہ کہو کہ تو نے اپنی جان و مال کا بچاؤ کرنے کے لئے اظہارِ اسلام کیا ہے۔ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اس حرکت سے تمہارا مدعا یہ ہے کہ تم کو دنیوی مال و متاع حاصل ہوجائے اور مقتول کے اسباب پر تم قبضہ کرلو۔ تو یہ خواہش دل سے نکال دو کیوں کہ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ۔ خدا کے پاس تمہارے لئے بہت سے اموالِ غنیمت ہیں جو تم کو حاصل ہوں گے اور تم کو اس طرح قتل کرکے کسی کے مال حاصل کرنے کی آرزو نہ رہے گی۔ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ۔ اس فقرے کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اسی طرح پہلے تم بھی صرف کلمۂ شہادت کے قائل تھے اور اسی شہادتِ زبانی کی بدولت تمہارا جان و مال محفوظ سمجھا گیا تھا۔ ابن کثیر نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اس سے پہلے تمہاری حالت بھی اسی چرواہے کی طرح تھی، تم بھی اپنی مشرک قوم کے خوف سے ایمان کو چھپایا کرتے تھے اور نہایت کمزور تھے۔ سعید بن جبیرؓ اور ثوری نے بھی یہی معنی بیان کئے ہیں۔ ابن جریر نے بھی اسی مطلب کو پسند کیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے مطلب یہ بیان کیا ہے کہ پہلے تمہاری حالت بھی ایسی تھی کہ مسلمان نہ تھے نہ کافر تھے فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ پھر خدا نے تم پر اپنا احسان و فضل کیا، تم کو مومن بنایا، اعلانِ ایمان کی طاقت عطا کی اور توحید پر استقامت فرمائی لہٰذا فَتَبَيَّنُوْا تم کو غور اور چھان پھٹک کرلینی چاہیئے کہیں کوئی مسلمان تمہارے ہاتھ سے قتل نہ ہوجائے اور خوب سوچ کر جس طرح ابتدا میں تمہارے ساتھ معاملہ کیا گیا

toobaafoundation.com

تھا ویسا ہی تم کو دوسرے نومسلموں کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہیے۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ خدا کو تمہارے اعمال کی پوری اطلاع ہے وہ جانتا ہے کہ تم نومسلموں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرو گے۔ جیسا کرو گے ویسی ہی تم کو جزا ملے گی۔

مقصودِ بیان دورِ حاضر کے علماء کے لئے بصیرت خیز ہدایت۔ دائرۂ اسلامی کی توسیع، جس شخص سے اسلامیات یا اسلام کے خصوصی علامات کا ظہور ہو تو اُس کے مسلمان ہونے کی صراحت۔ جہاد فی سبیل اللہ کرنے کی طرف اشارہ۔ جہاد میں دنیوی مقاصد کو پیشِ نظر رکھنے کی ممانعت؛ اور اس امر کی طرف لطیف اشارہ کہ ہر نومسلم کی ابتدائی حالت کمزور ہوتی ہے۔ رفتہ رفتہ ایمان میں پختگی پیدا ہوتی جاتی ہے اور استقلال حاصل ہو جاتا ہے۔ وغیرہ۔

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ

وہ غیر معذور مسلمان جو جہاد سے بیٹھ رہنے والے ہیں اُن لوگوں کی برابر نہیں ہو سکتے جو راہِ خدا میں

سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

اپنی جان و مال سے جہاد کرتے ہیں جو لوگ جان و مال سے جہاد کرتے ہیں اُن کو بیٹھ رہنے والوں

عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ

پر اللہ نے مرتبہ میں فضیلت عطا کی ہے لیکن سب سے اللہ نے بھلائی کرنے کا وعدہ کیا ہے البتہ مجاہدوں کو بیٹھ رہنے والوں پر

عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۙ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

اجرِ عظیم میں بڑھا دیا ہے (یعنی) اپنی طرف سے بہت سے مراتب اور مغفرت و رحمت میں فضیلت دی ہے اور اللہ

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ع ۵ ۱۰

غفور رحیم ہے

تفسیر سابق آیات میں قتلِ خطا کی دیت اور کفارہ کا بیان تھا اور اس امر کی ہدایت تھی کہ دورانِ جہاد میں خوب تفتیش کر لیا کرو۔ کہیں کوئی مسلمان تمہارے ہاتھ سے نہ مارا جائے۔ اس حکم سے صاف باطن لوگوں کو خیال ہو سکتا ہے کہ جہاد میں چونکہ قتلِ مسلم کا اندیشہ ہے۔ ممکن ہے کوئی مسلمان بھی کفار کی بھیڑ میں نادانستہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل ہو جائے، اس لئے بہتر یہی ہے کہ جہاد میں شرکت ہی نہ کی جائے۔ گھر بیٹھ کر عبادت یا ریاضت میں مشغول رہنا ہی اولیٰ ہے۔ اس خیال کو دور کرنے اور مجاہدین کی فضیلت کا اظہار کرنے کے لئے آیاتِ مذکورۂ بالا کا نزول ہوا۔ ابتداءً آیت میں مسلمانوں کے صرف دو فرقوں کا بیان تھا۔ ایک مجاہد فی سبیل اللہ دوسرے گھر بیٹھ کر عبادت کرنے والے اور جہاد میں شریک نہ ہونے والے۔ اول الذکر فرقے کو مؤخر الذکر پر فضیلت عطا کی گئی۔ اگرچہ مؤخر الذکر گروہ کو بھی گناہگار نہ ظاہر کیا گیا تھا۔ تاہم چونکہ فضیلت مجاہدوں کو تھی، اس لئے حضرت ابن ام مکتوم نابینا خدمتِ گرامی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نابینا ہوں۔ اگر میری بھی آنکھیں ہوتیں تو جہاد میں شریک ہوتا اور اعلاءِ دین کی فضیلت حاصل کرتا۔ اُس وقت آیتِ مذکورہ میں لفظ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ مزید نازل ہوا۔ اس لفظ کے نزول کے بعد خدا تعالیٰ نے مؤمنوں کی تین قسمیں کر دیں: ایک وہ جو مجبور رہیں، نابینا ہیں، لنگڑے ہیں، یا اپاہج ہیں، یا اُن کو کوئی اور شرعی عذر ہے۔ دوسرے وہ مؤمنین جن کو کوئی عذر نہیں اور جہاد میں شریک

toobaafoundation.com

ہونے سے اپنے گھر پر عبادت میں مشغول رہنے کو بہتر سمجھتے ہیں۔ تیسرے مال و جان سے اشاعتِ دین کوشش کرنیوالے اور راہِ خدا میں جہاد کرنے والے
اول گروہ کو تو حکمِ جہاد سے خدا تعالیٰ نے مستثنیٰ کر دیا اور باقی دونوں گروہوں میں سے اخیری گروہ کو فضیلت عطا فرمائی۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ...... یعنی جو لوگ معذور نہیں ہیں نہ اندھے ہیں، نہ لنگڑے ہیں، نہ اپاہج غرض جن کو غیر حاضریِ جہاد کا کوئی شرعی عذر نہیں ہے اور پھر بھی اپنے گھر بیٹھ رہتے ہیں۔ جہاد میں شریک نہیں ہوتے۔ اُن کو اُن مسلمانوں کی برابر مرتبہ نہیں مل سکتا۔ جنہوں نے خوشنودیٔ خدا حاصل کرنے کے لئے اپنی جانیں لڑا دی ہیں اور مال قربان کر دیا ہے اور راہِ خدا میں جہاد کرتے ہیں۔ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ بلکہ راہِ خدا میں اور اشاعتِ دین میں جان و مال سے کوشش کرنے والوں کو خدا تعالیٰ نے عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً بلا عذر کے بیٹھ رہنے والوں پر عظیم الشان فضیلت عطا فرمائی ہے۔ کیونکہ نیت دونوں کی صحیح ہے۔ صرف مرتبے کا فرق ہے۔ یہی تفسیر مقاتل سدی اور ابن جریج وغیرہ نے بیان کی ہے (معالم)

عام مفسرین نے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ جو لوگ بلا عذر جہاد میں شریک نہیں ہوتے اور عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے کو بہتر سمجھتے ہیں اُن پر خدا تعالیٰ نے مجاہدوں کو عظیم الشان فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اگرچہ نیت دونوں فرقوں کی صحیح ہے، مگر مجاہدوں کو فضیلتِ کاملہ حاصل ہے۔ ہاں وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ خدا تعالیٰ نے حسنِ جزا اور جنت کا ہر گروہ سے وعدہ کر لیا ہے خواہ مجاہد ہوں یا گھر بیٹھ کر عبادت و ریاضت کرنے والے) وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ لیکن بلا عذر بیٹھ رہنے والوں پر مجاہدوں کو بہت زیادہ برتری عطا فرمائی ہے اور اجرِ عظیم دینے کا اُن سے وعدہ کیا ہے جس کی تفسیر اجمالی یہ ہے کہ دَرَجَاتٍ مِّنْهُ اول تو خدا تعالیٰ کی طرف سے مجاہدوں کو بہت سے درجاتِ جنت میں حاصل ہوں گے دوسرے یہ کہ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً۔ اُن کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور مغفرتِ الٰہی اُن کے شاملِ حال ہوگی وَرَحْمَةً تیسرے یہ کہ رحمتِ الٰہی اُن کو ڈھانک لے گی اور دیدارِ الٰہی کی تجلّی اُن کو میسر آئے گی، لیکن بلا عذر بیٹھ رہنے والے (اور عبادت میں مشغول ہونے والے بھی اپنے خلوصِ نیت کی وجہ سے محروم نہیں کیوں کہ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝ خدا تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے گناہ معاف کرنے والا ہے اور خالص نیت والوں پر رحم کرنے والا ہے۔ اُن کے گناہ معاف بھی فرما دے گا اور اپنی رحمت سے اُن کو بھی سرفراز کر دے گا۔ ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ مذکورہ آیت میں قَاعِدُونَ سے وہ لوگ مراد ہیں جو بدر کی لڑائی میں شریک نہ ہوئے تھے اور مُجَاهِدِينَ سے شرکاءِ بدر مراد ہیں۔ ابن عباسؓ یہ بھی فرماتے ہیں کہ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ .... حضرت عبداللہ بن جحش اور حضرت ابن ام مکتوم دونوں کے حق میں نازل ہوا کیوں کہ ان دونوں صاحبوں نے حضور اقدسؐ سے عرض کیا تھا کہ ہم معذور ہیں، نابینا ہیں۔ اگر آنکھوں سے معذور نہ ہوتے تو جہاد میں ضرور شرکت کرتے اور کافروں سے لڑتے۔

مقصودِ بیان جہاد کی فرضیت اور فضیلت کی صراحت اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے جان و مال سے کوشش کرنے کی ترغیب۔ اہلِ عذر سے فرضیتِ جہاد کا سقوط۔ اس امر کی طرف اشارہ کہ ثوابِ الٰہی کا مدار خلوصِ نیت پر ہے۔ عمل اور ترکِ عمل پر نہیں۔ ہاں عمل سے فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔ آیت میں اس بات کی بھی صراحت ہے کہ جہاد کرنے والوں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور بہت بڑے مراتب ان کو حاصل ہوتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا

فرشتے جن لوگوں کی جان ایسی حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہوتے ہیں اور فرشتے اُن سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے؟ تو وہ جواب

مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا

دیتے ہیں کہ ہم ملک میں مغلوب تھے | فرشتے کہتے ہیں | کیا اللہ کی زمین کشادہ | نہ تھی کہ تم | کسی طرف | کو ہجرت

toobaafoundation.com

فِيهَا ۚ فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿٩٧﴾ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ

کرجاتے انہی لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بُری جگہ ہے ہاں جو مرد عورتیں اور بچے

الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ﴿٩٨﴾

واقعی مغلوب ہیں نہ تو کوئی تدبیر کرسکتے ہیں اور نہ راستہ جانتے ہیں

فَأُولَٰئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا ﴿٩٩﴾ وَمَنْ يُهَاجِرْ

ایسے لوگوں کے متعلق امید ہے کہ اللہ اُن کو معاف کردے اور اللہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے جو شخص اللہ کی راہ

فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً ۚ وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا

میں ترکِ وطن کرے گا اس کو زمین میں وافر جگہ اور کشائش ملے گی اور اگر کوئی اپنے گھر سے اللہ اور رسول کی طرف

إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿١٠٠﴾ ع ۱۱

ہجرت کرنے کے لیے نکلا پھر کہیں اُس کو موت آگئی تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہوگیا اللہ غفور رحیم ہے

تفسیر إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ ۔ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کفار کے ظلم و ستم سے تنگ آکر مکہ سے مدینے کو ہجرت کی تاکہ آزادی سے خدائے واحد کی پرستش کی جاسکے تو بعض مسلمانوں نے ہجرت نہ کی۔ ہجرت نہ کرنے والے مسلمانوں کے تین گروہ تھے۔ ایک تو وہ جن کا مال متاع اور جائیداد وغیرہ مکہ میں تھی۔ اس کو چھوڑ کر نہ جاسکتے۔ دوسرا وہ گروہ جو راستے کے مصائب سے خوف زدہ تھے اور ان کو یہ خطرہ تھا کہ کہیں دشمن راستے میں حملہ کرکے مار نہ ڈالیں۔ تیسرا گروہ معذور لوگوں کا تھا۔ کچھ غلام تھے جو کفار کی قید میں تھے کچھ اور کمزور بچے اور عورتیں تھیں جو عدم استطاعت یا کفار کی بندش کی وجہ سے ہجرت نہ کرسکتی تھیں۔ اول الذکر دونوں گروہوں نے صرف طمع یا خوف کی وجہ سے باوجود طاقت و استطاعت کے ہجرت نہ کی تھی اور مکہ میں رہ پڑے تھے۔ حالاں کہ فرائض دینی مکہ کے اندر بخوف کفار اچھی طرح ادا نہ کرسکتے تھے جب غزوۂ بدر کا واقعہ ہوا تو کفار نے جمعیت بڑھانے کی غرض سے ان کو بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ چوں کہ ان کا ایمان مخفی تھا۔ کفار کا خوف تھا اس لئے بادلِ ناخواستہ ان کو جانا پڑا۔ انھیں میں حضرت عباسؓ بھی تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ تو مسلمان کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور کچھ اہلِ اسلام کے ہتھیاروں سے مارے گئے۔ مسلمانوں کو معلوم ہوا تو ان کو رنج ہوا کہ ہم نے کیوں مسلمانوں کو مارا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی (رواہ البخاری عن ابن عباسؓ) ضحاک نے بھی یہی شانِ نزول بیان کیا ہے۔ سمرہ بن جندب نے روایت کی ہے حضور والاؐ نے فرمایا جو شخص کسی مشرک کے ساتھ مجتمع ہوا اور اس کے ساتھ رہا وہ بھی اسی کی طرح ہے (رواہ ابوداؤد) سدی نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت عباسؓ و عقیل و نوفل جنگِ بدر میں گرفتار ہوکر آئے اور حضورؐ نے عباسؓ سے فرمایا کہ تم اپنا اور اپنے بھتیجے کا فدیہ ادا کرو تو عباسؓ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا ہم نے آپ کے قبلہ کی طرف نماز نہیں پڑھی ہے اور کیا آپ کی طرح شہادت کا کلمہ نہیں پڑھا۔ حضورؐ نے فرمایا تم جھگڑے میں پڑے گئے ہو پھر حضورؐ نے آیت أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً تلاوت فرمائی (رواہ ابن ابی حاتم)

حاصل ارشاد یہ ہے کہ جن لوگوں نے ناحق کوشی کی اور اپنی جانوں پر ظلم کیا اور باوجود استطاعت کے ہجرت نہ کی اور فرائض دینی ادا کرنے پر قادر نہ ہونے کے باوجود دارالکفر میں پڑے رہے اور اسی حالت میں فرشتوں نے ان کی جان نکال لی اور پھر ان سے دریافت کیا کہ تم کس حال میں

toobaafoundation.com

فِيهَا ۚ فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿٩٧﴾ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ

کر جاتے انہی لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے ہاں جو مرد عورتیں اور بچے

الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ﴿٩٨﴾

واقعی مغلوب ہیں نہ تو کوئی تدبیر کر سکتے ہیں اور نہ راستہ جانتے ہیں

فَأُولَٰئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا ﴿٩٩﴾ وَمَنْ يُهَاجِرْ

ایسے لوگوں کے متعلق امید ہے کہ اللہ اُن کو معاف کردے اور اللہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے جو شخص اللہ کی راہ

فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً ۚ وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا

میں ترکِ وطن کرے گا اس کو زمین میں وافر جگہ اور کشائش ملے گی اور اگر کوئی اپنے گھر سے اللہ اور رسول کی طرف

ع إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿١٠٠﴾ ع

ہجرت کرنے کے لئے نکلا پھر کہیں اُس کو موت آگئی تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہو گیا اللہ غفور رحیم ہے

تفسیر

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ۔ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کفار کے ظلم و ستم سے تنگ آکر مکہ سے مدینے کو ہجرت کی تاکہ آزادی سے خدائے واحد کی پرستش کی جا سکے تو بعض مسلمانوں نے ہجرت نہ کی۔ ہجرت نہ کرنے والے مسلمانوں کے تین گروہ تھے۔ ایک تو وہ جن کا مال متاع اور جائیداد وغیرہ مکہ میں تھی۔ اس کو چھوڑ کر نہ جا سکتے۔ دوسرا وہ گروہ جو راستے کے مصائب سے خوف زدہ تھے اور ان کو یہ خطرہ تھا کہ کہیں دشمن راستے میں حملہ کر کے مار نہ ڈالیں۔ تیسرا گروہ معذور لوگوں کا تھا۔ کچھ غلام تھے جو کفار کی قید میں تھے کچھ اور کمزور بچے اور عورتیں تھیں جو عدم استطاعت یا کفار کی بندش کی وجہ سے ہجرت نہ کر سکتی تھیں۔ اول الذکر دونوں گروہوں نے صرف طمع یا خوف کی وجہ سے باوجود طاقت و استطاعت کے ہجرت نہ کی تھی اور مکہ میں رہ پڑے تھے۔ حالانکہ فرائض دینی مکہ کے اندر بخوف کفار اچھی طرح ادا نہ کر سکتے تھے۔ جب غزوہ بدر کا واقعہ ہوا تو کفار نے جمعیت بڑھانے کی غرض سے ان کو بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ چونکہ ان کا ایمان مخفی تھا۔ کفار کا خوف تھا اس لئے بادل ناخواستہ ان کو جانا پڑا۔ انہیں میں حضرت عباسؓ بھی تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ تو مسلمان کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور کچھ اہل اسلام کے ہتھیاروں سے مارے گئے۔ مسلمانوں کو معلوم ہوا تو ان کو رنج ہوا کہ ہم نے کیوں مسلمانوں کو مارا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی (رواہ البخاری عن ابن عباسؓ) ضحاک نے بھی یہی شانِ نزول بیان کیا ہے۔ سمرہ بن جندب نے روایت کی ہے حضور والاؐ نے فرمایا جو شخص کسی مشرک کے ساتھ جمع ہوا اور اس کے ساتھ رہا وہ بھی اسی کی طرح ہے (رواہ ابوداؤد) سدی نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت عباسؓ و عقیل و نوفل جنگِ بدر میں گرفتار ہو کر آئے اور حضورؐ نے عباسؓ سے فرمایا کہ تم اپنا اور اپنے بھتیجے کا فدیہ ادا کرو تو عباسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم نے آپ کے قبلہ کی طرف نماز نہیں پڑھی ہے اور کیا آپ کی طرح شہادت کا کلمہ نہیں پڑھا۔ حضورؐ نے فرمایا تم جھگڑے میں پڑے گئے ہو پھر حضورؐ نے آیت أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً تلاوت فرمائی (رواہ ابن ابی حاتم)

حاصل ارشاد یہ ہے کہ جن لوگوں نے ناحق کوشی کی اور اپنی جانوں پر ظلم کیا اور باوجود استطاعت کے ہجرت نہ کی اور فرائض دینی ادا کرنے پر قادر نہ ہونے کے باوجود دار الکفر میں پڑے رہے اور اسی حالت میں فرشتوں نے ان کی جان نکال لی اور پھر ان سے دریافت کیا کہ تم کس حال میں

toobaafoundation.com

تھے کیوں کہ تم نے فریضۂ دینی کو ادا نہ کیا اور کیوں ہجرت نہ کی؟ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ تو انھوں نے فرشتوں کو جواب دیا کہ ہم دارالکفر یعنی مکہ میں کمزور حالت میں تھے، اس لئے ہجرت نہ کر سکے اور فرائض کو بھی ادا نہ کر سکے۔ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا۔ فرشتوں نے اُن سے کہا کیا ملکِ خدا تنگ تھا، کیا خدا کی زمین فراخ نہ تھی کہ تم دارالکفر یعنی مکہ سے ہجرت کر کے وہاں چلے جاتے اور کھلم کھلا فرائض ادا کر سکتے اور اپنے اسلام و ایمان کا اظہار کر سکتے۔ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝ ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جہنم برا مرجع مقام ہے۔ ہاں اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ۔ جو مرد، عورتیں، بچے اور غلام واقعی کمزور اور مجبور تھے جسمانی کمزوری تھی یا بیمار تھے یا کافروں کے پنجے میں گرفتار تھے۔ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ۝ دارالکفر سے بھاگ جانے کی کوئی سبیل اُن کو معلوم۔ خلاصہ یہ کہ جو لوگ بالکل مجبور تھے اور انتہائی مجبوری کی وجہ سے ہجرت نہ کر سکے تو اگرچہ انھوں نے بھی ایک فریضے کو ترک کیا اور ہجرت نہ کی، لیکن اُن کی معذوری کی وجہ سے فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْھُمْ ۔ اُمید ہے کہ خدا تعالیٰ اُن سے درگزر فرمائے گا اور ان کو معاف کر دے گا کیوں کہ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝ خدا تعالیٰ معاف کرنے والا اور گناہوں کو چھپانے والا ہے اس کی رحمت و قدرت سے بعید نہیں کہ معاف فرما دے۔ یہ بیان تو اُن لوگوں کا ہو گیا جو واقع میں مجبور اور معذور تھے باقی جو لوگ معذور نہ تھے اور انھوں نے ہجرت نہ کی جس کی دو وجوہ تھیں مالی طمع جائیداد اور اسبابِ رہائش کے تحفظ کا خیال دوسرے راستے کا خوف اور منزلِ مقصود تک پہنچنے سے قبل ہی اثنائے راہ میں ہلاکت کا اندیشہ۔ اول الذکر خیال کا ازالہ ترغیب آمیز عبارت میں ذیل میں کیا جاتا ہے۔ وَمَنْ يُّھَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً یعنی دنیوی مال و متاع کا لالچ کرنا بے سود ہے۔ کیونکہ جو شخص بخلوص نیت مرضیٔ مولیٰ کے حصول کے لئے ترکِ وطن کرتا ہے اس کو بہت سی نقل گاہیں اور وسعتِ معاش اور نفقہ فراخ حاصل ہو جاتا ہے۔ ملک خدا تنگ نہیں ہے اور خدا تعالیٰ دینے سے عاجز نہیں ہے۔ مال کے تحفظ کو بہانہ قرار دینا بے جا ہے۔ جو خدا پر بھروسہ کر کے اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ترکِ وطن کرتا ہے خدا اس کو زمین بھی دیتا ہے، جائیداد بھی، معاش میں بھی وسعت عطا کرتا ہے۔ دوسرے قسم کے خیال کے ازالہ کے لئے ارشاد ہوتا ہے۔ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُھَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَي اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِـيْمًا ۝ جب ترکِ ہجرت پر وعید و تہدید والی آیت حضرت جندع بن ضمرہ نے سنی تو اپنے بال بچوں کو بلا کر کہا کہ میں اگرچہ بہت ضعیف اور مریض ناتواں ہوں تاہم راستہ سے واقف اور حیلے سے آگاہ ہوں۔ اس لئے ان مشرکین کی زمین میں رہنا شام تک بھی پسند نہیں کرتا۔ مبادا مجھ کو موت آجائے اور عذابِ الٰہی میں گرفتار ہو جاؤں مجھ کو ابھی پلنگ پر لٹا کر کندھوں پر رکھ کر مدینہ لے چلو۔ بیٹوں نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور بیمار باپ کو کندھوں پر سوار کر کے مدینہ لے چلے۔ جب مقامِ تنعیم میں پہنچے تو حضرت جندع کا انتقال ہو گیا۔ حضور والا کو اس واقعہ کی خبر ہوئی اور آیت مذکورہ نازل ہوئی (رواہ محمد بن اسحاق)۔

واحدی نے بجائے جندع کے جندب بیان کیا ہے۔ ابن کثیر نے بروایت ابن عباسؓ ضمرہ بن جندب لکھا ہے۔ بعض مفسرین نے اس آیت کا نزول ابی العیص خزاعی کے حق میں بیان کیا ہے۔

حاصلِ ارشاد یہ ہے:- جو شخص خوشنودیٔ خدا اور رضائے مولیٰ کے حصول کے لئے ترکِ وطن کرتا ہے اور فرامینِ رسول کی تعمیل میں گھر بار چھوڑتا ہے اور پھر منزلِ مقصود تک پہنچنے سے قبل راستہ میں ہی مر جاتا ہے تو اس کی نیت اور عمل کا ثواب خدا کے ذمہ ہو جاتا ہے۔ منزل پر پہنچنے کو حصولِ ثواب میں دخل نہیں، کیونکہ خدا غفور و رحیم ہے۔ خلوصِ نیت کو دیکھتا ہے اور کوشش پر ثواب دیتا ہے تکمیلِ عمل لازم نہیں۔ لیکن یہ سب ثواب اس کی رحمت اور فضل سے ملتا ہے۔ ورنہ اس پر کسی کا کوئی واجبی حق نہیں ہے۔

آیت کی شانِ نزول اگرچہ خاص ہے مگر باتفاق علماء حکم عام ہے۔ جو شخص حج یا عمرہ یا جہاد کو یا تحصیلِ علمِ دین کے لئے یا کسی اور دینی کام کے لئے بخلوصِ نیت جائے گا اور سفر میں مر جائے گا اُس کو اُس فعل کا ثواب ملے گا۔

مقصودِ بیان

ہجرت نہ کرنے والوں کو جو شرعی طور پر معذور نہ تھے اس امر کی طرف ترغیب کہ رضائے مولیٰ کے حصول کی نیت سب سے بڑی چیز ہے۔ دنیوی مال و منال تو خدا ہر جگہ اپنے بندوں کو دے دیتا ہے۔ آیت میں اس بات پر بھی دلالت ہے کہ جو شخص

toobaafoundation.com

کافروں کے ملک میں ہو یا ایسی جگہ ہو جہاں فرضِ دینی ادا کرنے میں اخفار سے کام لینا پڑتا ہو تو وہاں سے ہجرت کر جانا واجب ہے بشرطیکہ ہجرت کی قدرت ہو۔ آیت میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ خدا تعالیٰ نیت کو اور کوشش کو دیکھتا ہے تکمیلِ عمل کو نہیں دیکھتا۔ جو شخص خالص نیت سے عملِ خیر کی کوشش کرنی شروع کرتا ہے خواہ اس عمل کو تکمیل کو پہنچا سکے یا نہ پہنچا سکے ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے۔ آخر فقرہ سے اس بات کی بھی صراحت ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ پر کسی کا کوئی لازمی حق نہیں، نہ خدا پر کوئی چیز واجب ہے۔ بلکہ اُس نے وعدہ فرمایا ہے وہ کریم و رحیم ہے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ صرف بندوں کے اطمینان کے لئے اپنے وعدہ کو وجوب سے تعبیر کیا ورنہ حاقع میں خدا پر کسی کو ثواب دینا واجب نہیں۔

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ

اور جب تم ملک میں سفر کرو تو نماز میں قصر کر دینے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝

اگر تم کو خوف ہو کہ کافر تم کو ستائیں گے واقعی کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں

تفسیر چونکہ جہاد میں عموماً سفر کیا جاتا تھا اور بغیر سفر کے جہاد نہیں ہو سکتا تھا۔ لہٰذا اس آیت میں عام سفر کے بعض وجوبی احکام بیان فرمائے گئے۔ آیت کے شانِ نزول میں بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ قبیلہ بنی نجار کے چند آدمیوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! تجارت وغیرہ کے لئے سفر کرنے کا اتفاق ہم کو اکثر ہوتا ہے۔ ہم ایسی حالت میں نماز کس طرح ادا کریں؟ اس وقت آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ چونکہ قصر کے متعلق علمائے اسلام میں بہت زیادہ اختلاف ہے کوئی وجوبِ قصر کا قائل ہے، کوئی جواز کا، کوئی مقدارِ نماز میں قصر بتلاتا ہے کہ چار رکعت کی بجائے دو رکعت پڑھنی چاہئیں۔ کوئی کیفیتِ نماز کے قصر کا قائل ہے کہ دورانِ سفر میں چھوٹی چھوٹی سورتیں نماز میں پڑھی جائیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذیل میں کچھ مختصر مباحث قصر کے بیان کر دیئے جائیں۔

قصر نماز کی بحث جمہور صحابہ تابعین اور ائمۂ اسلام کا قول ہے کہ سفر میں فرض نماز کی رکعتوں کی تعداد میں کمی کر دی جائے۔ ظہر و عشاء و عصر میں چار کی بجائے دو پڑھی جائیں اور مغرب و فجر کی نماز بدستور پوری پڑھی جائے۔ مگر جابر بن عبد اللہ اور ایک گروہ علماء کے نزدیک دو رکعتی نماز میں بھی تخفیف کیا جانا ضروری ہے۔ فجر کی نماز دو رکعت کی بجائے ایک رکعت پڑھی جائے۔

عبد اللہ بن عباس اور طاؤس وغیرہ قصر سے قصر کیفیت مراد لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک رکعتوں کی تعداد میں قصر نہیں ہے بلکہ قصر سے مراد یہ ہے کہ لڑائی کے وقت اشارہ سے نماز پڑھ لینا چاہیئے۔ رکوع سجود کی بجائے اشارہ سے کام لیا جائے۔ قرأت میں تخفیف کر دی جائے۔ ان بزرگوں کے نزدیک جہاد میں نماز کے اندر ہتھیار چلانا اور خون آلودہ ہونے کی حالت میں نماز پڑھنی درست ہے۔

عام صحابہ اور کل ائمۂ اجتہاد کے اقوال پر نماز کا قصر ہر سفر میں ہونا چاہیئے۔ خواہ جہاد کا سفر ہو، دشمن کا خوف یا کچھ بھی نہ ہو۔

رہی آیتِ مذکورہ میں اِنْ خِفْتُمْ کی قید تو وہ واقعی قید ہے احترازی قید نہیں۔ یعنی چونکہ اس زمانہ میں صحابہ کو عموماً جہاد کے لئے ہی سفر کرنا پڑتا تھا اور تجارتی سفر بہت کم ہوتے تھے اس لئے کہہ دیا کہ اگر سفر میں تم کو ایذا رسانی کا خوف ہو تو قصر کر لیا کرو۔ کیونکہ در حقیقت آیت کی تفسیر وہی صحیح ہو سکتی ہے جو سنتِ رسول اللہ اور سنتِ صحابہ سے ثابت ہے اور حضور والا نیز عموماً صحابہ ہر قسم کے سفر میں قصر کیا کرتے تھے۔ یہی قول تمام جمہور سلف و خلف کا ہے، البتہ داؤد ظاہری، قاضی شوکانی اور بعض دیگر علماء کا قول ہے کہ اگر سفر میں خوف نہ ہو تو قصر جائز نہیں۔ لیکن یہ قول عام صحابہ تابعین اور ائمہ کے خلاف ہے۔

اب رہی یہ بات کہ مسافتِ سفر کتنی ہونی چاہیئے تو اس میں بھی علماء کا اختلاف ہے۔ شوکانی اور داؤد ظاہری کے نزدیک مقدارِ مسافت کی

toobaafoundation.com

تعیین نہیں۔ عرف میں جس کو سفر کہا جاتا ہے وہی سفر ہے اور اُسی میں قصر جائز ہے خواہ سفر ایک میل کا ہو یا دو میل کا۔ لیکن عام علمائے اسلام اور فقہائے سنت نے ہر سفر کو موجب قصر قرار نہیں دیا بلکہ مقدارِ مسافت کی تعیین کردی ہے۔ شعبی، نخعی، سعید بن جبیر اور ابو حنیفہؒ کے نزدیک کم از کم مسافت کا طول تین روز کی متوسط پیادہ راہ ہونی ضروری ہے۔ امام مالکؒ اور شافعی کے نزدیک سفر کی قلیل ترین مقدار چار برید ہے یعنی ۴۸ میل اور ہر میل بارہ ہزار قدم کا ہونا چاہیئے۔

اب قصر صلوٰۃ کی سفر میں صرف اجازت ہے یا وجوب ہے؟ اس کے متعلق بھی دو قول ہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک صرف جواز قصر ہے۔ جس کا دل چاہے پوری نماز پڑھے جس کا دل چاہے قصر سے پڑھے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قصر واجب ہے۔ ہم نے یہاں صرف مختلف مباحث ذکر کئے ہیں۔ دلیل اور ثبوت سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ کیونکہ اس کتاب میں ہمارا مقصد صرف تفسیر ہے۔ علماء کے فقہی اختلافات مقصود نہیں ہیں۔

ارشاد ہے کہ وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُبِينًا ۔ مسلمانو! جب تم سفر میں ہو اور دشمن کی ایذا رسانی کا تم کو خوف ہو تو قصر نماز کی تم کو اجازت ہے۔ پوری نماز پڑھنے میں کوئی ہرج نہیں ہے اور یہ اجازت اس وجہ سے ہے کہ کافر تمہارے کھلے ہوئے دشمن ہیں یعنی ممکن ہے کہ تم کو دورانِ نماز میں ایذا پہنچائیں اس لئے نماز کو کوتاہ کرنا جائز ہے۔

مقصود بیان: ۔فضلِ الٰہی کا مظاہرہ، احکامِ الٰہی کی سہولت کا ثبوت، تخفیفِ نماز کی بحالتِ سفر اجازت بلکہ وجوب وغیرہ۔

نوٹ: ۔جب سفر کر کے منزلِ مقصود پر پہنچ جائے تو اگر وہاں پندرہ روز سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہو تب تو وہ حکم سفر میں ہے فرض نماز چار گانہ دو پڑھی جائے گی اور اس کو قصر کہتے ہیں اور اگر پندرہ روز یا زیادہ قصد قیام کرنے کا ہو تو وہ وطن اقامت ہو جائے گا۔ وہاں اور نیز وطن اصلی میں قصر نہ ہوگا۔

وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ

(اے محمد) جب تم مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو اور نماز پڑھاؤ تو اُن میں کی ایک جماعت اپنے ہتھیار لئے ہوئے

وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ

تمہارے ساتھ نماز کو کھڑی ہو اور جب یہ سجدہ کر چکے تو سب کے پیچھے ہٹ جائے اور وہ دوسری

طَائِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ

جماعت آ جائے جس نے نماز نہیں پڑھی ہو وہ آکر تمہارے ساتھ نماز پڑھے مگر اپنے بچاؤ کا سامان اور ہتھیار لئے رہے

وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُمْ

کیونکہ کافر چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور سامان سے غافل ہو تو تم پر ایک دم ٹوٹ

مَيْلَةً وَاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ

پڑیں لیکن اگر بارش کی وجہ سے تم کو تکلیف ہو یا تم بیمار

مَرْضَىٰ أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ

ہو تو ہتھیار اُتار رکھنے میں کوئی ہرج نہیں ہے مگر اپنے بچاؤ کا سامان لئے رہو بلاشبہ اللہ نے کافروں کے لئے

toobaafoundation.com

عَذَابًا مُّهِينًا ۝ فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى

ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے　پھر جب　نماز پوری کر چکو　تو کھڑے　بیٹھے　لیٹے　اللہ کی یاد　کرتے

جُنُوْبِكُمْ ۚ فَإِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى

رہو　اور جب　خاطر جمع　ہوجائے　تو باقاعدہ　نماز پڑھو　کیونکہ　نماز　مسلمانوں پر

الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝

مقررہ اوقات　میں　فرض ہے

تفسیر وَإِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ ۔ یہ صلوٰۃ خوف کا بیان ہے اور دوران جنگ میں نماز پڑھنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ ان آیات کا نزول قصر والی آیات سے ایکسال بعد کو ہوا۔ حضور والا ایک جہاد میں تھے اور ظہر کی نماز پڑھا چکے تھے۔ مشرکین کی فوج کے سردار اس وقت خالد بن ولید تھے اور کہہ رہے تھے کہ افسوس آج کیسا زریں موقع ہاتھ سے جاتا رہا اگر نماز کی حالت میں ہم حملہ کردیتے تو مسلمانوں کو نیست و نابود کردیتے۔ دوسرے لوگ جواب دے رہے تھے۔ کیا ہرج ہے اب دوسری نماز کا وقت بھی قریب ہے اس وقت دیکھا جائے گا۔ یہ لوگ اسی مشورہ میں تھے کہ صلوٰۃ خوف کا حکم عصر سے پہلے پہلے نازل ہوگیا۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ اے نبی! جب آپ مسلمانوں کے لشکر میں کفار کے مقابلہ پر ہوں اور خوف کی حالت ہو تو فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ یہ ہونا چاہیئے کہ مسلمانوں کے دو گروہ بن جائیں۔ ایک گروہ نماز میں آپ کے ساتھ کھڑا ہو اور ایک دشمن کے مقابلہ پر ہو جس طرح کہ غزوۂ ذات الرقاع اور غزوۂ ذات النخل میں مسلمانوں کی فوج کے دو گروہ بنا دیئے گئے تھے اور حسب الحکم ایک دشمن کے سامنے مقابلے پر رہا اور دوسرا حضور والا کے ساتھ نماز میں مشغول رہا۔ وَلْيَاْخُذُوْا اَسْلِحَتَهُمْ یعنی جو گروہ نماز میں شریک ہو وہ اپنے ہتھیار نہ کھولے بلکہ ہتھیار لگائے ہوئے نماز پڑھے۔ ممکن ہے کہ صورت حال دگرگوں ہوجائے۔ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ۔ اس فقرہ کا مطلب دو طرح سے ہوسکتا ہے۔ ایک تو یہ کہ جب ایک گروہ رکعت پڑھ چکے تو پیچھے چلا جائے اور دشمن کے مقابل کھڑا ہوجائے۔ دوسرا مطلب یہ کہ جب یہ گروہ نماز پڑھ چکے تو پیچھے چلا جائے۔ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ جس گروہ نے نماز نہیں پڑھی ہے یا جن کو پہلی رکعت میں شریک ہونا نہیں ملا ہے وہ پہلے گروہ کے جانے کے بعد آکر آپ کے ساتھ نماز پڑھیں لیکن سب پر لازم ہے کہ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ اپنے بچاؤ کی چیزیں مثلاً زرہ، خود، بکتر وغیرہ ساتھ رکھیں۔ جسم سے علیحدہ نہ کریں۔ کیونکہ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ۔ کافر دل سے خواہشمند ہیں کہ اگر تم نماز میں ہو اور غافل ہو، ہتھیار اور سامان جنگ علیحدہ رکھ دو اور یاد خدا میں منہمک ہوجاؤ تو تم پر ایکدم ٹوٹ پڑیں اور غافل پاکر تم کو قتل و قید کرلیں اس لئے لازم ہے کہ ہتھیار اور تمام سامان جنگ جسم سے علیحدہ نہ کرو اور نماز میں بھی ہوشیار رہو۔ ہاں وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ۔ اگر بارش کی وجہ سے تم کو کچھ اذیت ہوتی ہو یا بیمار ہو تو ایسی صورت میں ہتھیار کھول کر پاس رکھ لینے میں کوئی ہرج نہیں ہے لیکن وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ دشمن سے بچاؤ رکھنا اور ہوشیار رہنا اور احتیاط رکھنی بہرصورت لازم ہے اس سے غافل نہ ہو خود زرہ بکتر وغیرہ پہنے رہو۔ (بخاری وغیرہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے حق میں نازل ہوئی جو مجروح تھے)

اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ حاصل مطلب یہ ہے کہ احتیاط و ہوشیاری کے یہ معنی نہیں ہیں کہ دشمن سے خوف زدہ ہوجاؤ

toobaafoundation.com

اور اُس سے کمزور پڑ جاؤ۔ کیونکہ بحکم الٰہی فتح تمہاری ہوگی۔ خدا تعالیٰ نے کافروں کے لئے اہانت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔ لہٰذا تم کو خدا پر توکل رکھنا اور اُس سے نصرت کی امید رکھنا چاہیئے۔ فَاِذَا قَضَیۡتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذۡکُرُوا اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِکُمۡ اُس کی یاد ہر حالت میں رکھو۔ کھڑے بیٹھے لیٹے اُسی کو یاد کرو۔ بعض مفسرین نے اس آیت کا مطلب اس طرح بیان کیا ہے کہ جب جنگ سخت ہو، وقت میں گنجائش ہو دشمن کا خوف زائد ہو اور نمازِ خوف کا بھی امکان نہ ہو تو پھر جس حالت میں ممکن ہو کھڑے بیٹھے لیٹے خدا کی یاد کرو اُس کی یاد سے غافل نہ ہو۔۔۔۔ فَاِذَا اطۡمَاۡنَنۡتُمۡ فَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ۔ اس آیت کا مطلب دو طریقہ سے بیان کیا گیا ہے۔ ایک تو یہ کہ جب امن ہو جائے، خوف جاتا رہے تو اُس نماز کو جو جنگ میں فوت ہو گئی ہے دوبارہ ادا کرو۔ طریقۂ مذکورہ صرف خوف کے ساتھ مخصوص ہے ورنہ امن کی حالت میں تمام فرائض واجبات کے ساتھ نماز ادا کرنی ضروری ہے کیونکہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتۡ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ کِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا۔ مسلمانوں پر نماز فرض موقت ہے اس کو ناغہ کرنا جائز نہیں (یہ معنی امام رازی نے بیان کئے ہیں) یا یہ مطلب کہ نماز کا وقت معین ہے۔ ہر نماز محدود الوقت ہے۔ لہٰذا وقت پر نماز ادا کیا کرو۔ تفسیر مدارک میں یہی مطلب مذکور ہے۔ رہا دو نمازوں کا جمع کرکے پڑھنا تو یہ عارضی بات ہے اور وقتی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے جائز کر دیا گیا ہے۔

صلوٰۃِ خوف کے متعلق علماء میں اختلافات ہیں جن کو ہم ذیل میں ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں:۔

امام ابو یوسف اور حسن بن زیاد وغیرہ کے نزدیک نمازِ خوف صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھی کسی اور کے واسطے جائز نہیں۔ لیکن جمہور سلف و خلف اور تمام صحابہ و تابعین کے نزدیک حکم عام ہے۔ مسلمانوں کا ہر لشکر خوف کے وقت مذکورہ طریقہ پر نماز ادا کر سکتا ہے۔

نمازِ خوف ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ امام پورے لشکر کے دو حصے کر دے اور ایک حصہ دشمن کی طرف رُخ کرکے کھڑا ہو جائے اور دوسرے کو امام نماز پڑھائے۔ جب اس گروہ کو ایک رکعت پڑھا چکے تو اس کے آگے کیا کرنا چاہیئے؟ یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے۔

مجاہد اور جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ اول گروہ صرف ایک رکعت ہی امام کے ساتھ پڑھ کر بیٹھ کر سلام پھیر دے اور دشمن کے سامنے چلا جائے اور امام اتنی دیر کھڑا رہے۔ پھر دوسرا گروہ جو دشمن کے مقابلہ میں ہو آکر صرف ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھے اور پھر امام کے ساتھ سلام پھیر دے۔ اس صورت میں امام کی دو رکعتیں اور دونوں گروہ کی صرف ایک ایک رکعت ہوگی۔

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ امام دو مرتبہ پڑھے۔ پہلے گروہ کو دو رکعت پڑھا کر سلام پھیر دے اور یہ گروہ سلام پھیر کر دشمن کے سامنے چلا جائے اور دوسرا گروہ آجائے اس کو بھی امام دو رکعت پڑھا دے۔ اس صورت میں امام کی چار رکعتیں اور مقتدیوں کی دو رکعتیں ہونگی۔

سہل بن حیثمہ اور امام شافعی کا قول ہے کہ امام ایک گروہ کو ایک رکعت پڑھا دے۔ جب سجدہ کر چکے تو سیدھا کھڑا ہو جائے اور خاموش رہے اور یہ جماعت بغیر امام کے اپنی دوسری رکعت پوری کرکے سلام پھیر کے دشمن کے مقابلہ پر چلی جائے اور دوسری جماعت آکر نیت باندھ لے اور آخری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے۔ جب امام تشہد پڑھ لے تو خاموش بیٹھا رہے سلام نہ پھیرے۔ مقتدی کھڑے ہو کر فوت شدہ رکعت پوری کریں اور جب تشہد میں بیٹھیں تو امام سلام پھیرے اور یہ بھی امام کے ساتھ سلام پھیر دیں۔ اس صورت میں سب کی دو دو رکعتیں ہوں گی۔

عبد اللہ بن مسعودؓ اور امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے کہ ایک گروہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر دشمن کے مقابلہ پر چلا جائے اور سلام نہ پھیرے اور جو فریق مقابلہ پر تھا وہ آکر آخر رکعت میں شریک ہو جائے اور ایک رکعت پڑھ کر دشمن کے مقابلہ پر چلا جائے۔ پھر پہلا گروہ آکر فوت شدہ رکعت کو تمام کرکے دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے اور دوسرا گروہ آکر اپنی بقیہ رکعت تمام کرے۔

آیاتِ مذکورہ سے چاروں صورتوں کا استخراج ہو سکتا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سہولت اہل جہاد کے لئے مختلف طور پر جہاد کے وقت نماز ادا کی ہے۔

toobaafoundation.com

مقصود بیان نماز خوف کا بیان، دشمنوں سے با احتیاط رہنے کی ہدایت، نماز کی اہمیت، اس بات کی طرف اشارہ کہ مقصود اصلی ذکرِ خدا ہے اور شرع نے اُس کا ایک مخصوص طریقہ بصورت نماز مشروع کر دیا ہے۔ انتہائی ضرورت کے وقت یہ طریقہ معاف ہو سکتا ہے۔ مگر مقصودِ اصلی یعنی یادِ الٰہی کا حکم معاف نہیں ہو سکتا۔ آیت مذکورہ میں ایک بلاغت آمیز رمز اس طرف بھی ہے کہ باوجود سامانِ جنگ موجود ہونے کے اور باوجود مادی قوت کے بھروسہ صرف ذاتِ الٰہی پر رکھنا چاہیئے۔ ہاں چونکہ یہ عالم اسباب ہے اس لئے ضروری اسباب، آلات اور تدابیر سے بھی قطع نظر نہ کی جائے۔

آیت مذکورہ اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ ہر نماز کا ایک خاص وقت مقرر ہے۔ وغیرہ

وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ

اور لوگوں کا پیچھا کرنے میں ہمت نہ ہارو اگر تم کو دُکھ پہنچتا ہے تو تمہاری طرح اُن کو بھی دُکھ پہنچتا ہے

وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۧ ع ۱۲

اور تم کو اللہ سے وہ امیدیں بھی ہیں جو اُن کو نہیں ہیں اور اللہ دانا صاحب تدبیر ہے

تفسیر جنگِ احد سے واپس تشریف لانے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے لشکر کی خبرگیری کے لئے کچھ مسلمانوں کو ہدایت کی اور حکم دیا کہ تم جا کر کفار کی خبر لاؤ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم اُن کی طرف سے مطمئن ہو کر ہتھیار کھول ڈالیں اور وہ دھوکہ کر کے لوٹ پڑیں اور مسلمانوں پر حملہ کر دیں۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم بہت زخمی اور مجروح ہو گئے ہیں۔ غرض حکمِ نبوی کی تعمیل میں بعض لوگوں نے سستی کی تو یہ آیت مکمل نازل ہوئی:۔

ارشاد ہوتا ہے۔ وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ کفارِ مکہ کی تلاش میں سستی نہ کرو اور بزدلی ظاہر نہ کرو۔ کیونکہ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ جس طرح کفار کی ضرب سے تم کو دکھ اور تکلیف ہے۔ اسی طرح تمہاری ضرب سے اُن کو تکلیف اور درد ہے۔ احساسِ تکلیف میں تم دونوں برابر ہو۔ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ پھر تم میں ایک بات زائد بھی ہے جو تمہارے دلوں میں جرأت و ہمت پیدا کرنے والی ہے تم کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ثواب اور فتح کی امید ہے اور اُن کو خدا سے کوئی اُمید نہیں۔ پھر کیا وجہ کہ وہ باوجود احساسِ تکلیف اور نا اُمیدیِ ثواب کے بزدل نہیں ہیں اور تم باوجود یقینِ ثواب کے محض احساسِ تکلیف سے بزدل بنتے ہو اور اُن کا تعاقب نہیں کرتے لہٰذا تم کو بزدل نہ بننا چاہیئے۔ اگر بزدل بنو گے تو وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا خدا تعالیٰ سے تمہارا راز مخفی نہیں رہ سکتا، کیونکہ خدا تعالیٰ ہر چیز سے بخوبی واقف ہے۔ ظاہر و باطن، چھوٹی اور بڑی ہر چیز اس کو معلوم ہے اور اس کا ہر فعل حکمت سے لبریز ہے۔ تم کو کفار کے تعاقب کا حکم دینا بھی پُر از مصلحت ہے۔

مقصود بیان استدلال آمیز طرز میں مسلمانوں کو تعاقبِ کفار کی ترغیب اس امر کی صراحت کہ کفار کے پیشِ نظر صرف تعصب، عناد اور دنیوی مصالح ہیں۔ خدا تعالیٰ سے ان کو ثواب کی کوئی امید نہیں اور مسلمانوں کو جہاد سے ثواب کی اُمید اور یقین رکھنا چاہیئے۔ وغیرہ

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ

(اے محمد) ہم نے تم پر برحق کتاب نازل کی ہے تاکہ خدا نے تم کو جو سمجھا دیا ہے اس کے موافق لوگوں کے فیصلے کرو

toobaafoundation.com

وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ۝ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

اور دغا بازوں کے طرف دار نہ بنو اور اللہ سے استغفار کرتے رہو اللہ غفور رحیم ہے

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا

اور اُن لوگوں کی طرف سے نہ جھگڑو جو خود اپنے آپ ہی کو دغا دے رہے ہیں اللہ دغا باز گناہگاروں کو پسند نہیں

اَثِيْمًا ۝ۚ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ

کرتا وہ لوگوں سے تو چھپتے ہیں مگر اللہ سے نہیں چھپ سکتے کیونکہ اللہ اس وقت بھی اُن کے ساتھ

يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ۝

ہوتا ہے جب وہ راتوں کو ایسی باتوں کا مشورہ کرتے ہیں جو خدا کو پسند نہیں جو کچھ وہ کرتے ہیں سب اللہ کے قابو میں ہے

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ

سنو دنیوی زندگی میں تو اُن لوگوں کی طرف سے تم جھگڑ لوگے لیکن قیامت کے دن اللہ سے ان کی طرف

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۝

سے کون جھگڑے گا یا کون اُن کا وکیل بنے گا

تفسیر اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۔ معالم التنزیل میں بروایت ابن مردویہ عن ابن عباسؓ بیان کیا گیا ہے کہ ان آیات کا نزول طعمہ بن ابیرق کے حق میں ہوا ہے۔ قصہ یہ ہوا کہ طعمہ بظاہر مسلمان اور باطن میں منافق تھا۔ ایک روز طعمہ نے ایک زرہ یا کچھ آٹا چرا کر زید نامی یہودی کے پاس امانت رکھ دیا۔ جب مال مسروقہ کی جستجو کی گئی اور یہودی کے پاس سے برآمد ہوا تو یہودی نے صاف کہہ دیا کہ طعمہ نے میرے پاس امانت رکھ دی تھی۔ مگر طعمہ چوری سے صاف انکار کر گیا اور قسم کھا گیا اور یہودی پر چور ہونے کی تہمت لگائی اور طعمہ کی قوم والوں نے بھی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ آپ طعمہ کی طرف سے یہودی سے جھگڑا کریں ورنہ طعمہ بدنام ہو کر تباہ ہو جائے گا۔ حضورؐ نے اُن کی درخواست پر ارادہ کیا کہ یہودی کا ہاتھ قطع کر دیا جائے۔ اس وقت آیت مذکورہ نازل ہوئی اور طعمہ کی طرفداری کرنے سے ممانعت فرمادی گئی۔

ابن کثیر نے اس شانِ نزول کو ضعیف قرار دیا ہے۔

امام ترمذی اور ابن جریر نے بروایت محمد بن اسحاق بیان کیا ہے اور یہی زیادہ صحیح بھی ہے کہ خاندان بنو ابیرق میں تین شخص تھے۔ بشیر، مبشر، بشر۔ بشیر منافق تھا۔ ماہ جمادی الثانی ۳ھ میں اس نے حضرت قتادہ بن نعمان کے چچا رفاعہ بن زید کے گھر میں نقب لگا کر چوری کی اور دو زرہیں اور کچھ گیہوں کا آٹا چرا کر لے گیا اور قرائن سے معلوم ہو گیا کہ بشیر نے چوری کی ہے۔ اس لئے حضرت قتادہ نے خدمتِ مبارک میں حاضر ہو کر پورا قصہ عرض کر دیا۔ حضورؐ نے بشیر کو بُلا کر دریافت کیا تو وہ انکار کر گیا اور قسم کھا گیا اور لبید بن سہل پر چور ہونے کی تہمت لگائی۔ لبید اپنی قوم میں نہایت شریف اور صاحبِ وجاہت شخص تھے۔ اُن کی اس تہمت سے بڑی دل شکنی اور توہین ہوئی تھی اس لئے تلوار کھینچ کر بشیر پر آ پڑے اور کہنے لگے یا تو چوری ثابت

toobaafoundation.com

کرو ورنہ اسی تلوار سے گردن اُڑا دوں گا۔ بشیر ڈر گیا اور کہنے لگا میں نے تمہارا نام نہیں لیا اور نہ تم چور ہو۔ لبید واپس چلے گئے۔ بشیر کی قوم یعنی بنو ابیرق بھی آئے اور عرض کیا حضورؐ قتادہ اور اس کا چچا رفاعہ ہماری قوم کے آدمی کو چوری لگاتا ہے اور بلا ثبوت و گواہ کے کسی مسلمان پر چوری لگانی ٹھیک نہیں۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ حضورؐ والا ان کی طرفداری کریں۔ حضورؐ والا نے طرفداری تو نہ کی، البتہ جب قتادہ حاضرِ خدمت ہوئے تو آپ نے اُن سے فرمایا کہ تم ایسے لوگوں پر بلا ثبوت کیوں تہمت لگاتے ہو؟ قتادہ نے اپنے چچا رفاعہ سے جا کر کہا کہ حضورؐ ایسا فرما رہے تھے۔ رفاعہ خدا پر بھروسہ کرکے خاموش ہو گئے۔ اُس وقت یہ آیات دو رکوع تک بشیر کی تکذیب اور لبید کی پاکدامنی کے متعلق نازل ہوئیں۔ جب بشیر کی چوری کھل گئی اور مال برآمد کرکے مالک کو دلوایا گیا تو وہ مرتد ہو کر مکہ بھاگ گیا اور سلافہ بن سعد کے پاس پناہ گیر ہوا اور حضورؐ والا کی اور حضورؐ کے صحابہ کی ہجو گوئی شروع کی اُس وقت آیات مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ سے ضَلٰلًا بَعِيْدًا تک کا نزول ہوا (خازن و مواہب الرحمٰن مع حذف البعض) بشیر کی ہجو کے جوابات حضرت حسانؓ نے دیئے اور اس کو خاموش کر دیا۔

حاصلِ ارشاد یہ ہے کہ ہم نے قرآن برحق آپ پر صرف اس لئے اُتارا ہے کہ جو احکام خدا تعالیٰ نے تم کو قرآن میں بتائے ہیں اُن کے مطابق لوگوں کا فیصلہ کیا کرو اور جو علم یقینی اللہ نے تم کو عطا کیا ہے اس کے موافق احکام دیا کرو۔ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا اور خیانت کاروں کی طرف سے جواب دہی اور جھگڑا نہ کرو یعنی چوروں کی طرفداری نہ کرو اور بنو ابیرق کی طرف سے جواب دہی نہ کرو (تفسیر سراج و ترمذی و ابن جریر) وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ اور تم نے جو طعمہ یا بشیر کی طرف سے جواب دہی کرنے اور اس کی حمایت کرنے کا ارادہ کیا۔ اس کی معافی خدا سے چاہو (صرف ارادہ اگرچہ گناہ نہیں مگر اس قسم کا ارادہ بھی تمہارے مرتبہ کے لائق نہیں)۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ بیشک خدا غفور رحیم ہے تمہارے اس قصور کو معاف فرما دے گا۔ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ اور جو لوگ خیانت کار ہیں گناہوں کی وجہ سے اپنے اُخروی عیش کو برباد کر رہے ہیں اور خود اپنا نقصان کر رہے ہیں۔ تم اُن کی حمایت نہ کرو اور اُن کی طرف سے جواب دہی نہ کیا کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا خدا تعالیٰ بد طینت خیانت کار اور چور گناہگار کو پسند نہیں فرماتا۔ پھر تم بھی اس کی حمایت نہ کرو (یہ حکم بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے اور حقیقت میں تمام اُمتِ اسلامیہ کو خطاب ہے کہ ناحق کوشی نہ کیا کریں اور خیانت کار بد شعار طبقہ کی حمایت نہ کریں)۔ يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ یہ قبیلۂ ابیرق والے لوگوں سے شرم کرنے کو چوری وغیرہ کو تو چھپانا چاہتے ہیں مگر اس سے کیا ہو سکتا ہے۔ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ خدا سے کوئی چیز مخفی نہیں رکھ سکتے۔ کیونکہ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ط جب وہ ناپسند باتیں راتوں کو بیٹھ کر گھڑتے ہیں تو خدا کے علمِ وسیع سے خارج نہیں ہو سکتے جہاں اُن کے مشورے ہوتے ہیں خدا بھی وہاں ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا۔ خدا اُن کے اعمال سے بخوبی واقف ہے۔ اُس کے دائرہ علمی سے اُن کا کوئی عمل خارج نہیں۔ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اے قوم ابیرق سنو اور متنبہ ہو جاؤ کہ اب دنیا میں تو تم خیانت کار بد شعار چوروں کی حمایت کرتے ہو اور ان کی طرف سے جواب دہی کرتے ہو اور دنیوی سزا سے ان کو بچانا چاہتے ہو مگر فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ قیامت کے دن جب خدا تعالیٰ اُن کو سزا دے گا تو کون ان کی حمایت کرے گا اور کون خدا سے جھگڑا کرے گا۔ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا بلکہ کون ان کی سرپرستی اور نمائندگی کرے گا۔

مقصودِ بیان رسولِ پاک صلعم وحی الٰہی کے مطابق فیصلہ کیا کرتے تھے۔ رسولِ پاک کا ہر قول اور ہر حکم وحی تھا۔ اجتہاد ذاتی ہے رسولِ پاک کا ہر علم مثل چشم دید کے یقینی تھا۔ آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے اور کسی شخص کو کسی شخص کے مقدمہ کی وکالت جائز نہیں تا وقتیکہ وکیل کو یقین نہ ہو جائے کہ یہ مؤکل سچا ہے۔ ایک امر یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جس کا مرتبہ بڑا ہو اس کی گرفت بھی سخت ہے۔ رسولِ پاک کا ارادہ اور قصد بھی قابلِ استغفار تھا۔ اگرچہ اعمال کے اعتبار سے حضورؐ پاک دامن اور معصوم تھے

آیات میں اس بات کی بھی وضاحت ہے کہ لوگوں کو چاہیئے کہ خدا کو ہر وقت حاضر ناظر جانیں اور یقین رکھیں کہ خدا سے کوئی پردہ نہیں۔ لہٰذا شرم سے سر نیچا رکھیں۔

toobaafoundation.com

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

اگر کوئی شخص کوئی بُری بات کر بیٹھے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر اللہ سے معافی کا خواستگار ہو تو وہ اللہ کو غفور رحیم پائے گا

وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

اور جو شخص گناہ کماتا ہے وہ اپنے حق میں کماتا ہے اللہ دانا صاحب تدبیر ہے

وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْۗئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْۗــــــًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا

اور جو شخص کسی خطا یا گناہ کا مرتکب ہونے کے بعد اُس کو کسی بے قصور کے سر تھوپ دے گا تو بلاشبہ اُس نے بہتان

وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ ع ۱۳

اور صریح گناہ اپنے سر لیا۔

تفسیر چونکہ طعمہ اور بشیر وغیرہ نے چار بے جا حرکات کی تھیں۔ چوری کی، پھر بے گناہ پر چوری کا الزام لگایا اور اس پر مزید یہ کہ ناحق کرشی کرنے لگے، جھگڑے کے لئے تیار ہوگئے اور انتہائی بے ایمانی، بے ادبی اور بے شرمی یہ کی کہ رسول اللہ صلعم کو دھوکا دینا چاہا تھا اس لئے خدا نے ان کا پردہ فاش کردیا۔ ورنہ گناہگار کے واسطے ندامت، پشیمانی اور مغفرت عام ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا جس شخص نے کوئی بدکاری کی جس سے دوسرے کو نقصان پہنچایا۔ اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ یا اُس نے صرف اپنی جان کا نقصان کیا اور دوسرے کو ضرر نہ پہنچایا۔ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ پھر خالص دل سے توبہ کرکے خدا سے گناہوں کی معافی چاہی۔ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا تو وہ خدا کو غفور رحیم پائے گا۔ خدا اس کے گناہ معاف فرمادے گا۔ اور گناہ معاف کرکے اپنی رحمت سے سرفراز فرمائے گا۔ بعض مفسرین کے نزدیک سُوْٓء سے گناہ صغیرہ اور ظلم نفس سے گناہ کبیرہ مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ توبہ سے معاف ہوجاتا ہے حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے اپنے حلم عفو و کرم اور رحمت و مغفرت سے آگاہ فرمایا کہ جس نے کسی قسم کا کوئی گناہ کیا خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ بہر صورت توبہ کے بعد معاف کردیا جاتا ہے اور پھر اس پر مزید انعام یہ ہوتا ہے کہ اپنی رحمت سے سرفراز فرماتا ہے ابو درداء کی روایت ہے کہ آیت مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ اس آیت سے منسوخ ہے۔ وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ گزشتہ آیت میں توبہ کی ترغیب اور معافی کا وعدہ تھا۔ اس آیت میں گناہ پر وعید اور نافرمانی پر تہدید ہے۔ نتیجۃً ارشاد یہ ہے کہ جو شخص گناہ کرے گا وہ اپنے واسطے کرے گا۔ گناہ کا وبال اسی پر پڑے گا۔ خدا کا کوئی نقصان نہ ہوگا۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ اور خدا تعالیٰ اپنی خلق و صنعت کا علیم و حکیم ہے۔ اس کا کوئی فعل بغیر علم و ارادہ کے نہیں اور کوئی ایجاد و صنعت حکمت سے خالی نہیں۔ یعنی ہر شے کو اسی نے کمال علم اور کمال عمل کے ساتھ ایجاد فرمایا ہے۔ لہٰذا اس کی ایجاد اور تاثیر میں سراسر خوبیاں ہیں اور بُرائی اُس بندہ کی طرف سے ہے جس نے بدی کو اختیار کیا۔

قرطبی فرماتے ہیں۔ کسب اس فعل کو کہتے ہیں جس سے انسان اپنے واسطے کوئی نفع یا ضرر حاصل کرے تو گویا کاسب خدا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ پیدائش خلق میں خدا کی کوئی غرض نہیں۔ نہ اس کا کوئی نفع ہے نہ نقصان۔ ہاں انسان کا اپنا فعل بغیر اپنے نفع یا نقصان کے نہیں ہوتا ہے اس لئے وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْۗئَةً اَوْ اِثْمًا جو شخص کوئی صغیرہ یا کبیرہ گناہ کرے گا (ابن کثیر) خدا کا یا بندہ کا گناہ کرے گا (بعض مفسرین) ابن جریر کا قول ہے کہ خطیئہ عام ہے اور آثم خاص یعنی خطیئہ اُس گناہ کو کہتے ہیں جو بلا ارادہ ہو یا بالقصد ہو اور آثم صرف اسی گناہ کو کہتے ہیں جو بالارادہ سے ہو۔ بعض لوگوں نے

toobaafoundation.com

یہ بھی کہا ہے۔ خطیئۃ گناہ غیر متعدی کو اور اثم گناہ متعدی کو کہتے ہیں۔ یہی معنی بہتر ہیں۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی خود گناہ کرکے ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا کسی بے گناہ کی طرف منسوب کرے گا اس کا دین اور دنیا برباد ہو جائیگا۔ اور فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا بہتان اور صریح گناہ کا مرتکب ہوگا۔ بہتان کی پاداش میں اس کو دنیا میں ندامت اور رسوائی ہوگی اور گناہ کے عوض آخرت میں عذاب ہوگا۔ الغرض گناہ کرنے کے بعد اپنی برأت کے لئے کسی بے گناہ پر اس گناہ کے ارتکاب کی بہتان تراشی سے انسان خود بری نہیں ہو سکتا بلکہ دنیا میں رسوا اور آخرت میں تباہ حال ہوگا۔ گناہ سے برارت کی صورت صرف توبہ و استغفار ہے۔

مقصود بیان توبہ و استغفار سے ہر قسم کا گناہ معاف ہو سکتا ہے۔ صغیرہ ہو یا کبیرہ، متعدی ہو یا غیر متعدی، خدا کا ہو یا بندہ کا۔ آیت میں ہر گناہگار کو توبہ کی ترغیب دی گئی ہے اور گناہ سے باز رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ آیت میں اس بات کی صراحت ہے کہ دنیا میں کوئی شے واقع میں خراب نہیں۔ ہر چیز خدا کی پیدا کی ہوئی ہے اور خدا کا کوئی فعل دانائی اور حکمت سے خالی نہیں۔ ہاں انسان خود اپنے واسطے برائی کرتا ہے۔ گویا ہر شے کا خالق خدا ہے اور بدی کا کاسب بندہ۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَ

اگر تم پر　اللہ کا　فضل وکرم　نہ ہوتا　تو ان میں　سے ایک گروہ تو　تم کو　بہکانے کا　ارادہ　کر ہی　چکا تھا　حالانکہ

مَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ

وہ اپنے　ہی کو　گمراہ کرتے　ہیں　تمہارا کچھ　نہیں بگاڑ　سکتے　اللہ نے　تم پر　کتاب　اور علم

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ

کی باتیں　نازل فرمادی ہیں　اور جو باتیں　تم کو معلوم　نہ تھیں وہ تم کو سکھادی ہیں　تم پر　اللہ　کا

عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝

بڑا　فضل　ہے

تفسیر وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ اے محمدؐ! آپ پر خدا کی عنایت اور مہربانی ہے کہ اس نے آپ کو گناہوں سے معصوم کر دیا ہے۔ اگر خدا کا فضل و رحمت آپ پر نہ ہوتا لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ تو ان میں سے ایک گروہ تو آپ کو بہکانے اور راہ حق سے پھیرنے کا پختہ ارادہ کر ہی چکا تھا۔ ابیرق والوں نے آکر بے گناہ کو قصوروار بنانے میں تو کوئی کمی نہیں کی تھی۔ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ مگر وہ آپ کو نہیں بہکا سکتے۔ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ نہ آپ کو کچھ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ کیونکہ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ خدا نے آپ پر قرآن اور احکام حلت و حرمت نازل کئے ہیں۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ اور جو احکام شرعی اور امور غیبی آپ نہ جانتے تھے اور جن ہدایت کے طریقوں سے آپ ناواقف تھے وہ خدا نے آپ کو سکھا دیئے ہیں۔ پھر وہ آپ کو کس طرح گمراہ کر سکتے ہیں حالانکہ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ خدا کا آپ پر بڑا فضل ہے۔ اس نے آپ کو طریق ہدایت بتایا۔ احکام حلت و حرمت نازل فرمائے۔ قرآن و حکمت عطا کی۔ وحی بھیجی اور امور غیبی کا علم مرحمت فرمایا۔

مقصود بیان:۔ عہد نبوت میں بھی کچھ لوگ نبی کو دھوکا دینا چاہتے تھے۔ نبی کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا۔ خدا اپنے خاص بندوں پر فضل و مہربان

toobaafoundation.com

کرتا اور ہر طرح سے اُن کی امداد کرتا ہے۔

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ

اُن کی بہت سی سرگوشیاں بے خیر ہیں ہاں جو شخص خیرات دینے یا نیک کام کرنے یا لوگوں میں ملاپ کرانے کا مشورہ دے

بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا

اس میں بہتری ہے) جو شخص خوشنودیٔ خدا حاصل کرنے کے لئے ایسا کرے گا ہم اس کو بڑا ثواب دیں گے۔

تفسیر یہ گزشتہ آیات کا تتمہ ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ یعنی یہ کہ جو لوگ آپس میں چپکے چپکے سرگوشیاں کرتے ہیں ان میں سے اکثر بھلائی سے خالی ہوتی ہیں۔ نہ اُن میں مخلوق کا رُوحانی فائدہ ہوتا ہے، نہ جسمانی، نہ کسی کو نفع رسانی کا مشورہ نہ دفع ضرر کی ہدایت۔ اس لئے لوگوں کی سرگوشیاں عام طور پر خیر پر مبنی نہیں ہوتیں۔ ہاں جو سرگوشیاں نیکوکار بندوں کی ہیں اور مجالسِ شوریٰ میں خدا کے خاص بندے کارِ خیر کا مشورہ کرتے ہیں، مثلاً دوسروں کی ہمدردی کرتے اور خیرات کرنے کی ہدایت کرتے ہیں یا لوگوں سے حسنِ سلوک اور نیکوکاری کرنے کا حکم دیتے ہیں یا دنیا میں شر و فساد کو مٹانا چاہتے ہیں اور فتنہ کو دور کر کے لوگوں میں اصلاح کرانی چاہتے ہیں ایسی سرگوشیاں اور مجلسیں ضرور بہتری اور خیر پر مبنی ہیں۔ لیکن ان تمام کارہائے خیر میں بھی نفسانیت اور خواہشِ مادّی اور مطلبِ دنیوی کی آمیزش نہ ہونی چاہیئے بلکہ ہر نیک کام میں بھی خوشنودیٔ الٰہی کو مدِ نظر رکھنا چاہیئے کیونکہ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا جو شخص جسمانی یا روحانی نیکیاں محض خوشنودیٔ خدا حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے ہم اس کو کچھ مدت کے بعد اس کے اعمال کی عظیم الشان جزا عطا کریں گے اور اس کی نیکیوں کو ضائع نہیں کریں گے۔ مگر خلوصِ نیت اور طلبِ رضائے مولیٰ شرط ہے۔

مقصودِ بیان مجالسِ شر کے انعقاد کی ممانعت اور ایسے مجالس میں شرکت کرنے سے باز داشت، کارِ خیر کی سرانجام دہی کے لئے مجالسِ شوریٰ منعقد کرنے کی اجازت بلکہ ضمنی امر۔ اس امر کی صراحت کہ مسلمانوں کے پیشِ نظر تین مقاصد میں سے ایک مقصد ضرور ہونا چاہیئے یا تو لوگوں کی مالی ہمدردی کی جائے اور بقدرِ حاجت ان کو خیرات اور صدقات دے کر امکانی امداد کی جائے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو اور خیرات صدقات کی قابلیت نہ ہو تو کم از کم حسنِ معاملہ اور نیک سلوک اور بہی خواہی اور میٹھی باتوں سے ہی لوگوں کی خاطر داری اور دلجوئی کی جائے اور کوشش کی جائے کہ خدا اور خدا کے بندوں کے حقوق تلف نہ ہوں۔ یہ دو مقصد تو تحصیلِ خیر اور حصولِ نفع کے لحاظ سے ہیں۔ تیسرا مقصد یہ ہے کہ عالم سے فتنہ و فساد کی بیخ کنی کر دی جائے۔ اگر لوگوں میں نفاق اور پھوٹ ہو تو شرعی طور پر ان میں اصلاح کرا دی جائے۔ آیت مذکورہ کے آخری فقرہ سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ دنیا میں ہر نیک عمل شہرت، نام آوری یا طلبِ جاہ و عزت اور حصولِ دولت کے لئے نہ کیا جائے بلکہ نفسانی مقصد کو نظر انداز کرتے ہوئے مرضیٔ مولیٰ کی طلب لازم ہے۔ وغیرہ

وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ

اور جو شخص راہِ ہدایت کھل چکنے کے بعد بھی رسول کی مخالفت کرے گا اور مسلمانوں کی راہ چھوڑ کر دوسری راہ پر چلے گا

الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۱۱۵ ع ۱۷

ہم اس کو اسی راہ پر چلائیں گے جس پر وہ چلے گا اور جہنم میں داخل کر دیں گے اور وہ بُری جگہ ہے

toobaafoundation.com

تفسیر

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ بشیر کی چوری جب کھل گئی اور مالِ مسروقہ برآمد ہوگیا تو وہ مرتد ہوکر مکہ کو بھاگ گیا اور وہاں سلافہ بنت سعد بن سمیہ کے گھر ٹھہر گیا اور پھر رسول اللہ صلعم کی اور آپ کے صحابہ کی ہجو گوئی شروع کی جس کا جواب حضرت حسانؓ نے دیا اس وقت آیت ذیل نازل ہوئی۔ جب حضرت حسان کے وہ اشعار جن میں سلافہ کی ہجو تھی سلافہ کو پہنچے تو اس نے بشیر کا سامان اپنے سر پر لاد کر مقام ابطح میں جا پھینکا اور کہنے لگا کہ تجھ سے مجھے کبھی خیر نصیب نہ ہوگی۔ (رواہ الترمذی و ابوالشیخ و الحاکم)

آیت کا شانِ نزول اگرچہ خاص ہے لیکن حکم عمومی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ جو شخص باوجود ظہورِ ہدایت اور نزولِ قرآن اور حقانیتِ اسلام کے رسول اللہ صلعم کی مخالفت کرے گا اور راہِ اسلام چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرے گا اور خود گمراہی پسند کرے گا تو نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى ہم بھی اس کو اسی طرف پھیر دیں گے جو اس نے اختیار کیا ہے۔ یعنی اسی گمراہی میں ہم اس کو چھوڑ دیں گے جو اپنے واسطے اس نے پسند کی اور بالآخر قیامت کے دن وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے جو اس کے اعمال کی پاداش ہوگی۔ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا اور دوزخ برا ٹھکانا ہے۔ آیت مذکورہ کا مطلب بعض مفسرین نے اس طرح بیان کیا ہے کہ جو شخص رسولِ پاکؐ کی مخالفت کرتا ہے باوجودیکہ معجزات کے ذریعہ سے اظہارِ حق ہوچکا ہے اور ہدایت واضح ہو جانے کے باوجود وہ باطل کی پیروی کرتا ہے اور اسلام چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے تو دنیا میں ہم اس کی مرغوب چیز یعنی گمراہی اس کو دیتے ہیں لیکن آخرت میں جہنم میں ڈال دیں گے۔ (بیضاوی وغیرہ)

مقصودِ بیان

رسولِ پاکؐ کی مخالفت اگرچہ ہر حالت میں جرم ہے مگر معجزات دیکھنے اور حقیقتِ حال کھل جانے کے بعد تو یہ بدترین گناہ ہے۔ اگر ظہورِ حق کے بعد انسان خود گمراہی اختیار کرتا ہے اور مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ بھی اس کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور ڈھیل دینے کے لئے اس گمراہی کی خوبی و زینت اس پر ظاہر کر دیتا ہے جو اس کے زیادتیٔ کفر کا باعث ہو جاتی ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ

اللہ مشرک کو معاف نہیں کرے گا اس کے علاوہ جس کو چاہے گا معاف کر دے گا جو شخص

يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۝

اللہ کا شریک قرار دیتا ہے وہ راہِ ہدایت سے دور بھٹک جاتا ہے

تفسیر

ایک بڈھے شخص نے خدمتِ گرامی میں حاضر ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ میری ساری عمر گناہوں میں برباد ہوئی لیکن میں نے شرک کبھی نہیں کیا اب قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہوں خدا جانے میرا کیا حشر ہوگا معلوم نہیں مغفرت ہوتی ہے یا مواخذہ ہوگا؟ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (رواہ الثعلبی) مطلب یہ ہے کہ خدا مشرک کو تو معاف نہیں فرمائے گا اور مشرک کے علاوہ جس کو چاہے گا بخش دے گا کیونکہ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرنے والا اور ذات و صفات الٰہی میں شرک کرنے والا انتہائی گمراہ ہے جو کسی طرح قابلِ مغفرت نہیں۔

آیت إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ پہلے بھی آ گئی ہے مگر وہاں آیت کا اختتام فَقَدِ افْتَرٰٓى إِثْمًا عَظِيْمًا پر تھا اور یہاں آخری فقرہ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ہے۔ بات یہ ہے کہ پہلی آیت اُن سرکش اہلِ کتاب کے حق میں نازل ہوئی تھی جو حضورؐ والا کی نبوت کی صداقت اور آپ کی شریعت کی جامعیت اپنی کتابوں میں پڑھتے تھے اور جانتے تھے مگر اس کے باوجود محض عناد اور تعصب سے انکار کرتے تھے اور خدا تعالیٰ پر جھوٹے بہتان باندھتے تھے جو باوجود علم کے انکارِ حق کرنا افترا بندی اور بہتان تراشی ہے اس لئے وہاں آیت کو فَقَدِ افْتَرٰٓى إِثْمًا عَظِيْمًا پر ختم کیا گیا اور یہاں اُن مشرکوں کے

toobaafoundation.com

حق میں آیت کا نزول ہوا۔ جو بالکل جاہل تھے۔ علم و کتاب سے کوئی حصہ ان کو حاصل نہ تھا اس لئے ضلالاً بعیداً پر آیت کو ختم کیا گیا۔

مقصودِ بیان

مشرک بہرصورت ناقابلِ مغفرت ہے۔ مشرک کے علاوہ ہر گناہ گار خواہ قاتل ہو یا دانی یا اور کچھ قابلِ بخشش ہے۔ اس کی مغفرت ہو سکتی ہے مگر مشیتِ الٰہی پر موقوف ہے۔ وہ چاہے تو بغیر سزا دیئے معاف کر دے۔ چاہے سزا میں تخفیف کر دے چاہے پوری سزا دینے کے بعد جنت میں داخل کرے۔

إِن يَدْعُونَ مِن دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا وَإِن يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَّرِيدًا ۝ لَّعَنَهُ

یہ مشرک　اللہ کو　چھوڑ کر عورتوں ہی کو پکارتے ہیں　اور صرف　شیطان سرکش　ہی کی عبادت کرتے　ہیں　اُن پر

اللَّهُ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۝ وَلَأُضِلَّنَّهُمْ

خدا کی پھٹکار　شیطان تو کہہ چکا ہے　کہ میں تیرے　بندوں میں　سے ایک مقررہ تعداد　ضرور لیا کروں گا　اور گمراہ　کرتا رہوں گا

وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ

اور اُن کو لالچ دیتا رہوں گا　اور ان کو تعلیم دوں گا　جس کی وجہ سے وہ چوپایوں کے کان چیرا کریں گے　اور اُن کو مشورہ دوں گا　تو وہ ضرور اللہ کی

خَلْقَ اللَّهِ وَمَن يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّن دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا

بنائی ہوئی صورت بگاڑ دیں گے　جو شخص خدا کو　چھوڑ کر　شیطان کو　دوست بنائے گا　تو وہ کھلا ہوا　نقصان　اٹھائے گا

مُّبِينًا ۝ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ۝ أُولَٰئِكَ

وہ اُن کو وعدے دیتا ہے　اور آرزوئیں دلاتا ہے　حالانکہ شیطان اُن سے جو کچھ وعدے کرتا ہے　وہ بڑا دھوکہ ہوتے ہیں　ان سب کا

مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

ٹھکانا　جہنم ہے　وہاں سے　ان کو بھاگنے کی کوئی جگہ　نہ ملے گی　اور جو لوگ　ایمان لائے　اور　نیک کام کئے

سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا وَعْدَ

ہم عنقریب　اُن کو　ایسے باغوں میں　داخل کریں گے　جن کے اندر نہریں بہتی　ہوں گی　ان میں وہ ہمیشہ　رہیں گے　یہ اللہ کا

اللَّهِ حَقًّا وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا ۝

وعدہ برحق ہے　اور اللہ سے زیادہ　کس کی بات　سچی　ہوگی

تفسیر

اس آیت کا اور اس کے بعد والی تمام آیات کا عَسَى اللَّهُ أَن يَعْفُوَ تک گزشتہ آیات سے ارتباط ہے۔ ان تمام آیات میں خدا تعالیٰ کافروں کی جہالت اور شیطان کی پیروی کرنے کی مذمت فرماتا ہے اور مومنوں کی عقلِ نورانی کی تعریف کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ مکہ کے رہنے والے

toobaafoundation.com

بہت ہی نادان جاہل ہیں۔ پرستش کے لئے خدا کو چھوڑ کر مؤنث ناموں کو پکارتے ہیں۔ یہ تمام نام مؤنث ہیں اور جن لوگوں کے یہ نام انھوں نے رکھ چھوڑے ہیں وہ بھی عورتیں تھیں (معالم) ابی بن کعب ام المؤمنین صدیقہ، ابوسلمہ، عروہ، ابو مالک اور سدی سے یہی مطلب مروی ہے۔ ابن جریر نے بروایت ضحاک بیان کیا ہے کہ مشرکین جہالت اور نادانی سے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے اور اُن کی عورتوں کی شکل بنا کر ملائکہ کی تصویر خیال کرکے پرستش کرتے تھے۔ بعض لوگ قائل ہیں کہ اناث سے بے جان اور بے روح چیز کو کہتے ہیں۔ مثلاً لکڑی پتھر وغیرہ۔

ارشاد ہوتا ہے کہ اِنۡ يَّدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا‌ۚ مطلب یہ کہ یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر لکڑی پتھر وغیرہ بے جان چیزوں کی پرستش کرتے ہیں (رواہ ابن ابی حاتم عن ابن عباس والحسن البصری) ابی بن کعب کہتے ہیں کہ ہر بت کے ساتھ ایک شیطان یا دیوی ہوتی تھی۔ بت پرست اسی شیطانی کی پرستش کیا کرتے تھے۔ اسی واسطے ارشاد ہوتا ہے وَاِنۡ يَّدۡعُوۡنَ اِلَّا شَيۡـطٰنًا مَّرِيۡدًا ۙ درحقیقت یہ لوگ سرکش شیطان کی پرستش کرتے ہیں۔ لَّعَنَهُ اللّٰهُ‌ۘ جس پر خدا نے اپنی لعنت فرمادی ہے اور اس کو اپنی رحمت سے خارج کردیا ہے۔ لیکن باوجود ملعون ہونے کے اس نے کچھ آدمیوں کو اپنا ساتھی بنا کر استحقاقِ لعنت میں شریک کرلیا۔ وَقَالَ لَاَ تَّخِذَنَّ مِنۡ عِبَادِكَ نَصِيۡبًا مَّفۡرُوۡضًا ۙ جب رحمت سے دُھتکار کے اس کو جنت سے نکالا گیا تو کہنے لگا کہ میں تیرے بندوں میں سے اپنے واسطے ایک حصہ ضرور علیحدہ کرلوں گا یعنی اُن کو اپنی فرماں پذیری کی دعوت دوں گا۔ جو بدبخت ہیں وہ ضرور میری پیروی کریں گے۔ حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ نصیب مفروض بہت بڑا حصہ ہے اور ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے آدمی مراد ہیں جو دوزخی ہوں گے صرف ایک جنتی ہوگا۔ وَّلَاُضِلَّـنَّهُمۡ اور اُن کے دلوں میں وسوسے ڈال کر حق بات سے ان کو پھیر دوں گا جو ان وسوسوں میں پڑ جائے گا وہ میرا تابع ہوجائے گا۔ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمۡ اور طرح طرح کی آرزوئیں اور لالچ اُن کو دوں گا۔ مثلاً یہ کہوں گا کہ تم دنیا کے مزے اڑاؤ۔ خدا جانے آخرت ہو یا نہ ہو اور اگر ہوئی بھی تو ابھی عمر بہت باقی ہے۔ دنیا کے عیش کرلو پھر توبہ کرلینا۔ وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُبَـتِّكُنَّ اٰذَانَ الۡاَنۡعَامِ اور ان کو مشورہ دوں گا تو وہ چوپایوں کے کان کاٹیں گے۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ بت پرست بتوں کے نام پر چوپایوں کے کان کاٹ کر سانڈ بنا کر چھوڑا کرتے تھے۔ وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلۡقَ اللّٰهِ‌ؕ اور میں اُن کو مشورہ دوں گا تو وہ دینِ الٰہی کو بگاڑ دیں گے۔ اللہ نے جو چیزیں حرام کی ہیں اُن کو حلال کرلیں گے اور جو چیزیں حلال کی ہیں ان کو حرام قرار دے لیں گے (کذا روی عن ابن عباس وھو قول مجاہد وعکرمہ والنخعی والحسن وقتادہ والحکم والسدی والضحاک والعطار الخراسانی)

حسن بصریؒ کے ایک قول میں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ لعنت کرتا ہے گودنے والے پر، گدوانے والی پر، مصنوعی بال لگانے والی اور لگوانے والی پر اور خوبصورتی کے لئے دانتوں میں جھرّیاں بنانے والی اور بنوانے والی پر۔ یہ سب خلقِ الٰہی کو بگاڑنے والیاں ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت میں ہے کہ تغییر خلق سے مراد چوپایوں کا خصّی کرنا ہے۔ ابن عمرؓ، انس، سعید بن مسیب، عکرمہ، ابو عیاض، ابو صالح اور ثوری کا بھی یہی قول ہے۔ صاحب بیضاوی کے نزدیک عام معنی مراد لینا بہتر ہے۔ مثلاً غلاموں کو یا جانوروں کو خصّی کرنا گودنا گدوانا، مصنوعی بال جوڑنا اور جڑوانا، دانتوں میں جھرّیاں بنوانا اور بنانا، لواطت کرنا، غیر اللہ کی پرستش کرنا، اپنی جسمانی اور روحانی قوتوں کو ایسے کام میں استعمال کرنا جو نہ باعثِ ثواب ہیں نہ نفس میں روشنی پیدا کرنے والے۔

تمام آیات کا خلاصہ مطلب یہ نکلا کہ شیطان مرید میں دو خرابیاں ہیں۔ اول تو خدا کی اس پر لعنت ہے۔ دوسرے وہ آدمیوں کا سخت دشمن ہے۔ اس لئے شیطان کی پیروی کرنی اور خدا کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی پرستش کرنی جو خود دوسری چیزوں سے اثر پذیر ہیں سخت حماقت ہے۔ اور جو کھلم کھلا دشمن ہو اور دشمنی کا بیڑا اٹھا چکا ہو اس کی تابعداری کرنی غیر مفید ہی نہیں بلکہ سخت ضرر رساں ہے۔ اسی لئے آگے ارشاد ہوتا ہے کہ وَمَنۡ يَّتَّخِذِ الشَّيۡـطٰنَ وَلِيًّا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَقَدۡ خَسِرَ خُسۡرَانًا مُّبِيۡنًا ؕ جو شخص شیطان کو اپنا دوست اور مقتدا بنائے گا اور اس کی پیروی کرے گا اور خدا کو چھوڑ دے گا، خدا اور رسولؐ کے فرمان کو نہ مانے گا اُس کو کھلا ہوا نقصان اٹھانا پڑے گا اور دنیا و دین میں اس کو تباہی نصیب ہوگی۔ کیونکہ يَعِدُهُمۡ وَيُمَنِّيۡهِمۡ‌ؕ شیطان اُس کو امیدیں تو دلاتا ہے اور اُن سے کامیابی اور فلاح کے وعدے بھی طرح طرح کے کرتا ہے مگر وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيۡطٰنُ اِلَّا غُرُوۡرًا‏ ؕ اس کے وعدے محض دھوکہ اور فریب ہیں۔ قیامت کے دن صاف انکار کر جائے گا اور

toobaafoundation.com

کہدے گا کہ میرا تم پر کچھ زور نہ تھا تم نے میرا کہنا کیوں مانا۔ لہٰذا شیطان کی پیروی کرنا اور اس کے باطل طمع آمیز وعدوں پر بھروسہ کرنا بے وقوفی اور گمراہی ہے۔ جو لوگ ایسا کریں گے اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۡ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ان کا دائمی ٹھکانا دوزخ ہے کبھی دوزخ سے چھٹکارا نصیب نہ ہوگا۔ ہاں وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا جو لوگ خدا و رسول کے احکام پر ایمان لے آئے اور حکم شرع کے مطابق نیک اعمال کئے اُن کو راحت بخش جنت میں داخل کیا جائے گا اور جس طرح کافروں کو کبھی دوزخ سے رہائی نصیب نہ ہوگی اسی طرح اہلِ جنت کو جنت سے کبھی نہ نکالا جائے گا۔ راحت و عیش اور بقائے دوامی نعیمہ بنے گی۔ اور خدا تعالیٰ نے جو اپنے نیک بندوں سے یہ وعدہ کیا ہے وہ غلط نہیں ہے کیونکہ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا خدا نے یہ بالکل برحق اور سچا وعدہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ خدا کا جھوٹا ہونا ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا خدا سے زیادہ اور کون صادق القول ہو سکتا ہے۔

مقصود بیان

خلافِ فطرت تمام افعال گمراہی اور حماقت ہیں آیت میں نہایت مدلل طور پر اتباعِ شیطان کی ممانعت کی گئی ہے اور اس بات کی وضاحت کردی گئی ہے کہ شیطان آدمیوں کو گمراہ کرنے کا ذمہ لے چکا ہے اس لئے اس کا پیرو جو شخص ہوگا وہ گمراہ ہوگا۔ پھر شیطان خدا کی رحمت سے دور کردیا گیا ہے جو شخص اس کا ساتھ دے گا وہ بھی خدا کی رحمت سے خارج کردیا جائے گا۔ آیات میں لطیف اور بلیغ اشارات اس طرف بھی ہیں کہ احکامِ اسلامی فطرتِ انسانی کے مطابق ہیں اور جو قوانین نیچرل نہیں وہ اسلام اور اسلامیات سے خارج ہیں۔ آخر میں اس بات کی بھی صراحت ہے کہ وعدۂ الٰہی میں کذب محال ہے۔ خدا کا قول جھوٹا ہونا ممکن نہیں۔

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۭ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا

نہ تمہاری آرزوؤں سے کام چل سکتا ہے نہ اہلِ کتاب کی آرزوؤں سے جو شخص بُرا کام کرے گا وہ اس کی سزا پائے گا اور وہ اللہ

يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ

کے سوا اس کو نہ اُس کا کوئی حمایتی ملے گا نہ مددگار اور جو مرد یا عورتیں کچھ نیک کام کریں گی

ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ۝

بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں تو وہ جنت میں جائیں گے اور تل برابر اُن پر ظلم نہ ہوگا

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَھُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ

اُس سے بہتر کس کا دین ہوسکتا ہے جس نے خلوص کے ساتھ اللہ کے سامنے سر جھکا دیا ہو اور ابراہیم کے مذہب پر چل رہا ہے جو ایک اللہ کے

حَنِيْفًا ۭ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

ہو رہے تھے اور اللہ نے ابراہیم کو خالص دوست بنا لیا تھا جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اللہ ہی

الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ۝ ع ۱۸ ۱۱ ۱۵

کا ہے اور ہر چیز اللہ کے قابو میں ہے

toobaafoundation.com

تفسیر یہ آیات وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا تک ایک ہی قصہ کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ ابن عباسؓ اور ایک جماعت تابعین نے آیات مذکورہ کی شانِ نزول اس طرح بیان کی ہے کہ ایک بار چند یہودی اور چند عیسائی اور چند مسلمان ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ یہودی بولے ہمارے نبی سب سے افضل تھے اور ہم انبیاء کی اولاد ہیں۔ اس لئے صرف ہم ہی جنت میں جائیں گے۔ عیسائی بولے جنت میں تو صرف ہم ہی جائیں گے کیونکہ ہمارے عیسیٰ خدا کے بیٹے ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو کر سولی پر چڑھ چکے جس سے ہمارے سب گناہ معاف کر دیئے گئے۔ اب ہم گناہوں سے پاک ہیں۔ ہم پر کسی قسم کا عذاب نہ ہوگا۔ مسلمان کہنے لگے ہمارے نبی اور پیشوا محمدؐ ہیں جو خاتم الانبیاء اور تمام رسولوں کے آقا ہیں اس لئے ہم ہی جنت میں جائیں گے کیونکہ ہم ان کے ماننے والے ہیں۔ اسی باہمی اور فخر کی مخاصمت میں یہ آیات نازل ہوئیں (رواہ ابن جریر عن طریق مسروق)۔ بِأَمَانِيِّكُمْ میں خطاب مسلمانوں کو ہے (مسروق، قتادہ ضحاک) مجاہد کہتے ہیں کہ مشرکوں کو خطاب ہے جو سزا جزا، عذاب ثواب کسی بات کے قائل نہ تھے اور جو لوگ قائل تھے وہ بتوں کو سفارشی جانتے تھے (مدارک) بیضاوی نے اسی معنی کو ترجیح دی ہے اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے مگر میرے نزدیک مسلمانوں کو خطاب ہے اور اسی مطلب کو پیشِ نظر رکھ کر تفسیر کی جائے گی۔

ارشادِ باری ہے کہ لَيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَا أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتَابِ یعنی جنت میں داخلہ کا ہونا اور عذاب سے نجات پانا مسلمانوں نہ تمہارے خیالات اور آرزوؤں کا پابند ہے نہ اہلِ کتاب کی خواہشات اور تمناؤں کے موافق ہے بلکہ نجاتِ اخروی کا دارومدار ایک عام قاعدہ پر ہے جو شخص اس قاعدہ کا پابند ہوگا وہ نجات پائے گا اور جنت میں داخل ہوگا۔ جو اس قانون کی خلاف ورزی کرے گا وہ سزا پائے گا اور جہنم میں جائے گا۔ عام قانون یہ ہے کہ مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ وَلَا يَجِدْ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا جو شخص بدی کرے گا یعنی شرک و کفر کرے گا وہ ضرور اس کی سزا پائے گا اور خدا کو چھوڑ کر قیامت کے دن اُس کو عذاب سے بچانے والا اور مددگار کے جنت میں پہنچانے والا نہ ملے گا (یہ تفسیری معنی ابن عباس، ضحاک اور سعید بن جبیر کے اقوال کے موافق ہیں۔ کیونکہ ان اصحاب کے نزدیک سُوء سے مراد شرک اور کفر ہے) لیکن عام مفسرین نے سُوء سے مراد عام معنی لئے ہیں۔ خواہ شرک و کفر ہو یا اور کوئی گناہ۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص بدی کرے گا اس کی سزا پائے گا اور وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا ۝ جو لوگ ایمان کے ساتھ نیک اعمال کریں گے خواہ وہ مرد ہوں یا عورت بہر صورت جنت میں داخل ہونگے اور ذرہ برابر اُن کی حق تلفی نہ کی جائے گی۔ وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۝ جب اوپر کی آیت نازل ہوئی کہ مسلمانو! فلاحِ آخرت نہ تمہاری آرزوؤں پر موقوف ہے اور نہ اہلِ کتاب کی اُمیدوں پر بلکہ ہر شخص کو بدی کی سزا دی جائے گی اور جو نیکوکار مومن ہوگا اُسی کو نجات ملے گی تو اہلِ کتاب نے کہا مسلمانو! اب تو ہم تم سب برابر ہو گئے۔ اب تمہارے نبی کے ماننے کی کیا ضرورت ہے۔ اس وقت اہلِ کتاب کے اعتراض کے ازالہ کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔

حاصلِ ارشاد یہ ہے کہ جس شخص نے اپنا تن من دھن راہِ مولا میں قربان کر دیا اور خالص دل سے رضائے الٰہی کا طلبگار ہو گیا اور خدائے قدوس کی ذات و صفات پر صحیح ایمان لے آیا اور اس کے احکام کو مان لیا اور خدا کو ہر وقت حاضر ناظر تسلیم کر لیا اور پھر عملی احکام میں حق پرست ابراہیم کی اس نے پیروی کی یعنی دینِ محمدی کا پابند ہو گیا تو اس سے بہتر اور کون مذہب والا ہو سکتا ہے۔ یہودی اور عیسائی کیوں حقانیت کے مدعی ہیں۔ نہ اُن کا عقیدہ صحیح نہ اعمال درست، نہ ملتِ ابراہیمی کے پیرو اور عقائد و اعمال کے لحاظ سے حق پر ہیں۔ اب رہی یہ بات کہ ملتِ ابراہیمی کی پیروی کیوں ضروری ہے؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ابراہیمؑ نے باطل سے منہ موڑ کر حق کی طرف رجوع کر لیا تھا اور ہر قسم کے باطل خوف و طمع کو اپنے دل سے نکال دیا تھا۔ اسی وجہ سے وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ۝ خدا نے ابراہیم کو اپنا خالص دوست بنا لیا جس کی محبت میں کوئی رخنہ اور خلل نہیں تھا۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ابراہیمؑ کا خدا سے کوئی رشتہ تھا یا ابراہیمؑ خدا کے بیٹے تھے یا خدا کو ابراہیمؑ کی احتیاج تھی کیونکہ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ آسمانوں اور زمین کی تمام موجودات اور کائنات خدا کی مملوک مخلوق اور عبادت گزار ہے۔ عالم میں ہر جاندار اور بے جان، ذی عقل اور بے عقل چیز خدا کی پیدا کی ہوئی ہے اُسی کی ملک اور اسی کے تصرف میں ہے۔ وہی سب کا معبود ہے۔ اس لئے ابراہیمؑ بھی نہ خدا کے بیٹے تھے، نہ شریکِ کار، نہ ذکی، نہ رشتہ دار بلکہ اس کے خالص بندے اور مخصوص عبادت گذار تھے۔ کیونکہ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطًا خدا کے علم و قدرت کے دائرہ سے کوئی چیز خارج نہیں۔ اس کا جلال و عظمت اور حکمت و علم سب چیزوں کو محیط ہے۔

toobaafoundation.com

مقصود بیان جنت کا کوئی ٹھیکہ دار نہیں، نہ خدا سے کسی کا کوئی خاص رشتہ ہے۔ نہ کسی کی آرزو اور اُمید سے جنت کا داخلہ ممکن ہے بلکہ جو شخص قانونِ فطرت پر کاربند ہوگا وہ سعید ہوگا۔ دخولِ جنت کے لئے ایمان اور عمل صالح ہونا ضروری ہے۔ ابراہیم دینِ فطرت پر تھے اور مذہب اسلامیہ اُنہی کی ملت ہے۔ آیات مذکورہ میں نہایت بلاغت آمیز اور لطافت آمیز طرز میں حقانیت اسلام کی دو دلیلیں بیان کی گئی ہیں:۔

(۱) ہر مذہب کی حقانیت اور الہامی ہونے کی بنیاد دو چیزیں ہیں۔ صحیح عقائد اور نیک اعمال اور یہ دونوں چیزیں سوائے اسلام کے اور کسی مذہب میں موجود نہیں۔

(۲) یہ مسلّم امر ہے کہ دینِ ابراہیمی حق تھا۔ چنانچہ یہودی اور عیسائی اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ لہٰذا جو مذہب دینِ ابراہیمی کے موافق ہوگا وہی حق ہوگا۔ اسلام ملتِ ابراہیمی کے موافق ہے اس لئے حق ہے۔ وغیرہ

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ ۖ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فِي

(اے محمدؐ) تم سے وہ عورتوں کے متعلق حکم پوچھتے ہیں کہہ دو کہ اللہ تم کو اُن کے بارے میں اجازت دیتا ہے اور جو حکم تم کو کتاب میں پڑھ کر سنایا جاتا ہے

الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ

وہ ان یتیم عورتوں کے حق میں ہے جن کو تم اُن کا فرض کردہ حق نہیں دیتے اور (بجز) اُن سے نکاح کرنا

تَنْكِحُوهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَأَنْ تَقُومُوا لِلْيَتَامَىٰ بِالْقِسْطِ ۚ

چاہتے ہو اور کمزور بچوں کے بارے میں بھی تم کو حکم دیتا ہے وہ حکم یہ ہے کہ تم یتیموں کے حقوق ادا کرنے میں انصاف

وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا ۝

کے ساتھ قائم رہو تم جو کچھ نیکی کرو گے اللہ اس کو خوب جانتا ہے

تفسیر حضرت مجاہد کی روایت ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں عورتوں اور بچوں کو میراث میں حصہ نہ دیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ فرقہ دشمن سے لڑتا نہیں ہے اور نہ قوم سے مضرتِ اعداء کو دفع کرتا ہے اس لئے میراث میں حصہ لینے کا ان کو کوئی استحقاق نہیں۔ لیکن جب اسلام آیا تو خدا تعالیٰ نے عورتوں اور بچوں کو بھی میراث دینے کا حکم دیا اور آیتِ میراث نازل ہوئی۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آیتِ میراث کے نزول کے بعد کبھی ایسا بھی ہوجاتا تھا کہ کوئی لڑکی یتیم ہوئی اور کسی مرد کے زیرِ سرپرستی ہوتی اور وہ لڑکی مع اپنے سرپرست کے میت کے مال کی وارث ہوتی۔ اب یہ لڑکی حسین ہوتی تو یہ سرپرست قلیل مہر پر اس سے خود نکاح کر لیتا اور اگر بدصورت ہوتی یا اور کوئی وجہ مانع ہوتی تو نہ خود اس سے نکاح کرتا نہ کسی غیر کے ساتھ نکاح ہونے دیتا تاکہ کوئی دوسرا لڑکی کے مال کا مالک نہ بن جائے (بخاری و مسلم) اس لئے قرآن میں اس کی ممانعت آگئی۔ ایک مرتبہ حضرت جابرؓ کی چچازاد بہن یتیم ہوگئی تھیں اور باپ کی میراث میں سے بہت سا مال و اسباب بھی اُن کو ملا تھا لیکن حضرت جابرؓ اُن کے بدصورت ہونے کی وجہ سے اُن سے نکاح کرنا پسند نہ کرتے تھے اور دوسرے شخص سے بھی نکاح کرنا نہ چاہتے تھے تاکہ چچا کے ترکہ میں کوئی اجنبی شخص شریک نہ ہوجائے۔ اُن کو اُمید تھی کہ شاید پہلا حکم منسوخ ہوجائے یا اس میں کچھ ترمیم و اصلاح ہوجائے یا کوئی تخفیف کی صورت نکل آئے۔ یہ اُمید لے کر رسول پاکؐ سے سوال کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور صاف حکم دے دیا گیا کہ پہلے ہی ہدایت کر دی گئی ہے کہ یتیم عورتوں کی حق تلفی نہ کرو۔ اور ضعیف و بچوں کو بھی میراث میں شریک کرو۔ پھر اب بھی دوبارہ اسی حکم کی تاکید کی جاتی ہے۔ اس میں کمی ہرگز نہیں ہونی چاہیئے۔ ورنہ شریعتِ الٰہیہ کے مجرم قرار پاؤ گے۔

toobaafoundation.com

بعض مفسرین نے سببِ نزول یہ بیان کیا ہے کہ عینیہ بن حصن نے ایک بار خدمتِ گرامی میں عرض کیا۔ یارسول اللہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ بیٹی کو نصف اور بہن کو نصف میراث دلاتے ہیں اور جاہلیت کے زمانہ میں ہمارا یہ دستور تھا کہ میراث میں اسی شخص کو شریک کیا کرتے تھے جو لڑائی میں شریک ہوتا اور مالِ غنیمت حاصل کرتا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا ہی حکم دیا ہے اور آیت یَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ پڑھ کر سنائی۔

مطلب یہ ہے کہ اے نبی آپ سے لوگ عورتوں کے بعض حالات کے متعلق فتویٰ طلب کرتے ہیں۔ یتیم کے نکاح اور میراث کے بارے میں فیصلہ دریافت کرتے ہیں۔ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ - آپ اُن سے کہہ دیجئے کہ جن یتیم لڑکیوں کو تم مالِ میراث میں سے اُن کا مفروضہ حصہ نہ دیتے تھے اور کسی دوسرے سے نکاح نہ ہونے دیتے تھے اور نہ خود اُن سے نکاح کرنا چاہتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن میں اُن کے متعلق جو حکم سُنا دیا ہے وہ اب بھی سُناتا ہے کہ تم اُن کی حق تلفی نہ کرو اور عدل و انصاف سے کام کرو۔ جو ہدایت گزشتہ آیات میں تم کو کردی گئی ہے وہی ہدایت اب بھی خدا تعالیٰ تم کو کرتا ہے کہ اُن کے حقوق کا لحاظ رکھو اور اُن پر ظلم نہ کرو۔

وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ اور بیکس بچوں کے متعلق بھی وہی حکم دیتا ہے جو پہلے سُنایا جا چکا ہے اور یہ بھی ہدایت کرتا ہے کہ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ تم یتیموں کے معاملہ میں انصاف کو کام میں لاؤ۔ ان کا مہر اور میراثی حصہ بغیر حق تلفی کے پورا پورا اُن کو دو اور اس ادائے حقوق کے علاوہ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ۝ جو کچھ تم اُن کے ساتھ نیکی اور اچھا سلوک کروگے خدا کو اس کا علم ہوگا اور ہے اور تھا خدا اس کی تم کو جزا دے گا۔

نتیجۂ ارشاد یہ ہے کہ یتیم لڑکیوں اور بچوں کی میراث اور نکاح وغیرہ کے جو احکام سورۂ نساء وغیرہ میں بیان کردیئے گئے وہ ناقابلِ ترمیم ہیں اب بھی انہی پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے بلکہ علاوہ حقوق مفروضہ کی ادائیگی کے یتیم بچیوں کی حالت تو اس قابل ہے کہ اُن کے ساتھ ہر قسم کا اچھا برتاؤ اور نیک سلوک کیا جائے۔

مقصودِ بیان رسمِ جاہلیت کا ابطال۔ یتیم بچوں اور بچیوں پر رحم کرنے اور اُن کے صحیح حقوق ادا کرنے کی ہدایت۔ عورتوں کے ساتھ ہر ممکن مراعات اور نیک سلوک کی تعلیم۔

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ

اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی طرف سے ناخوشی یا بے رغبتی کا اندیشہ کرے تو کوئی حرج نہیں اگر

يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ۭ

باہمی صلح کرلیں صلح کرنا بہتر ہے مگر لوگوں کی طبیعتیں حرص سے نزدیک کردی گئی ہیں

وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ وَلَنْ

اور اگر تم نیکی کروگے اور پرہیزگار رہوگے تو جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے تم سے کبھی

تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ

نہ ہوسکے گا کہ سب بیبیوں میں برابری رکھو خواہ کتنا ہی چاہو لہٰذا ایک کی طرف بالکل مائل ہوکر

toobaafoundation.com

فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا

دوسری کو ادھر میں لٹکتا نہ چھوڑدو اگر صلح کرلو اور پرہیزگاری رکھو تو اللہ غفور رحیم

رَّحِيْمًا ۝ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا

ہے اور اگر میاں بیوی جدا ہوجائیں تو اللہ ہر ایک کو اپنی طرف کشائش دے کر بے نیاز کردیگا اللہ بڑا ہی وسعت

حَكِيْمًا ۝

والا صاحب تدبیر ہے۔

تفسیر وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ ام المؤمنین حضرت سودہ رضؓ کو طلاق دیدیں۔ حضرت سودہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ قیامت کے دن میں زوجیتِ نبی کا افتخار حاصل کرنا چاہتی ہوں آپ مجھ کو طلاق نہ دیں، البتہ اپنی باری کا دن میں حضرت عائشہؓ کو ہبہ کرتی ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (ترمذی، بیہقی، طبرانی ابن منذر حاکم ابوداؤد وغیرہم) لیکن حضرت عائشہؓ نے آیتِ مذکورہ کی تفسیر میں بیان کیا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک عورت سے اس کے شوہر کی اولاد نہ ہوتی اور شوہر دوسرا نکاح کرلیتا اور پہلی بیوی کو طلاق دینا چاہتا تو عورت کہتی کہ میں تجھ کو اپنے حقوق سے سبکدوش کرتی ہوں دل چاہے تو مجھ کو مہر وغیرہ دینا دل چاہے نہ دینا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی (بخاری)

حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے بھی اسی قسم کی روایات منقول ہیں۔ ان روایتوں کے بموجب شانِ نزول میں عموم ہے، کوئی خاص واقعہ سببِ نزول نہیں۔ بہر تقدیر حکم ضرور عام ہے۔

حاصلِ ارشاد یہ ہے کہ اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے لڑائی جھگڑے اور بے رُخی کا خوف ہو اور علامات سے اس کو معلوم ہوجائے کہ شوہر میری طرف مائل نہیں۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا تو زوجین کے واسطے اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ کسی طرح باہم صلح کرلیں۔ عورت اپنے پورے حق یا جزءِ حق سے دست بردار ہوجائے اور شوہر اس کی طرف مائل ہوجائے۔ عورت کا حق عام ہے خواہ نان نفقہ ہو یا مہر واجب یا حقوق صنفی یا باری وغیرہ۔ بہرحال اپنے حقوق معاف کرسکتی ہے اور رضامندی کے ساتھ معاف کرانے میں شوہر پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ اور صلح بات بھی اچھی ہے (بیضاوی) یا مراد یہ کہ صلح جنگ اور بے رُخی سے بہتر ہے۔ خواہ اس میں اپنے بعض حقوق سے دست بردار ہونا پڑے۔ اگرچہ عام قاعدہ اور سرشتِ انسانی یہ ہے کہ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ انسانی طبائع میں لالچ اور بخل کا خمیر ہے۔ کوئی اپنے حقوق سے دست بردار ہونا اور اپنے مرغوبِ طبع کو ترک کرنا نہیں چاہتا۔ عورت اپنے حقوق مرد کو معاف کرنا نہیں چاہتی اور مرد کا دل جب دوسری عورت کی طرف مائل ہوگیا تو پہلی بیوی کی طرف راغب نہیں ہوتا۔ مگر صلح بہرصورت اچھی بات ہے جنسی معاملات و تعلقات میں حُسنِ سلوک بہتر ہے۔ وَاِنْ تُحْسِنُوْا اگر ایک دوسرے سے حُسنِ سلوک کروگے۔ مرد عورت سے اور عورت مرد سے اگر اچھا برتاؤ کرے گی وَتَتَّقُوْا اور ایک دوسرے کی حق تلفی سے پرہیز رکھوگے تو تمہارے لئے موجبِ ثواب ہوگا۔ کیونکہ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ خدا تعالیٰ کو تمہارے اعمال و افعال کی پوری پوری اطلاع ہے وہ تمہارے اعمال کی ضرور جزا دے گا۔ اس میں خصوصیت کے ساتھ مردوں کو خطاب کیا گیا ہے۔ اگرچہ حکم خطاب میں عورتیں بھی داخل ہیں۔ کیونکہ عموماً زیادتی اور جبر مرد کی طرف سے ہوتا ہے۔ عورت کی طرف سے زیادتی کا احتمال کم ہے۔ اب آگے خصوصیت کے ساتھ مردوں کو ہدایت کی جاتی ہے اور عورتوں کے متعدد ہونے کی صورت میں چونکہ بعض بیویوں کی حق تلفی کا زیادہ قوی احتمال ہے اس لئے تعددِ ازواج کے خصوصی احکام بیان کئے

toobaafoundation.com

جانتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاۗءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ اگرچہ یہ یقینی بات ہے کہ تم محبت میں سب بیویوں میں مساوات اور تعادل قائم نہیں کر سکتے خواہ تم اس مساوات کی دل سے خواہش اور حرص کرو۔ انسان کی طبیعت کا میلان اس کے اختیار سے خارج ہے لیکن فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ باری اور نان نفقہ میں ایک کی طرف بالکل نہ جھک پڑو کہ ہمیشہ شب، و روز اسی کے پاس رہو اور اسی کو پورا خرچ دو اور فَتَذَرُوْھَا كَالْمُعَلَّقَةِ دوسری عورت کو ادھر بیچ میں لٹکا کر چھوڑ دو کہ وہ غریب نہ مطلقہ ہو نہ سہاگن، نہ اُس کے پاس آنا نہ جانا، نہ نان نہ نفقہ اور نہ خرچ دینا (ابن ابی ملیکہ کی روایت کے موافق آیت وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا کا نزول حضرت عائشہؓ کے بارے میں ہوا ہے) وَاِنْ تُصْلِحُوْا تو اگرچہ میلانِ خاطر اور قلبی محبت بے اختیاری چیز ہے مگر معاملات میں مساوات رکھنی ضروری چیز ہے۔ اگر اپنی اصلاح رکھو گے اور معاملات میں عدل قائم کرو گے۔ وَتَتَّقُوْا اور عورتوں پر زیادتی کرنے اور اُن کی حق تلفی کرنے سے پرہیز رکھو گے اور نان نفقہ خرچ اور باری وغیرہ میں برابری سے کام لو گے فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ تو خدا بھی غفور رحیم ہے وہ قلبی محبت میں عدم مساوات کو معاف فرمادے گا اور تم میں جو میلانِ خاطر کا تفاوت ہے اس کو اپنی رحمت سے بخش دے گا۔ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ زوجین کی دو حالتیں اوپر بیان کر دی گئیں ایک تو وہ حالت جب مرد کو عورت سے نفرت ہو۔ دوسری وہ حالت جب بیوی سے اتفاق کرنے اب یہاں تیسری حالت بیان کی جاتی ہے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ اگر میاں بیوی میں صلح کی کوئی صورت ممکن نہ ہو اور دونوں علیحدہ علیحدہ ہو جائیں اور مرد عورت کو طلاق دیدے تو پھر دونوں کا خدا کارساز ہے۔ ہر ایک کو دوسرے سے مستغنی کر دے گا۔ مرد کو دوسری عورت اور عورت کو دوسرا مرد نصیب کر دے گا اور اپنے فضل سے دونوں کی حالت بہتر کر دے گا۔ کیونکہ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ۝ خدا کا فضل وسیع ہے اور وہ ہر چیز کی مصلحت اور حکمت سے واقف ہے۔ ہر شخص کے لئے ضروری اسباب اپنے فضل و حکمت سے مہیا کر سکتا ہے۔

مقصود بیان میاں بیوی کو باہم صلح کر لینے کی ترغیب۔ اس بات کی صراحت کہ انسان فطرتاً اپنے حق سے زائد لینے کا خواہشمند ہوتا ہے اور بشری خمیر میں لالچ اور بخل مدفون ہے۔ لیکن جو لوگ قانون تعادل و مساوات پر کاربند ہیں وہی منصف مزاج اور مستحق ثواب ہیں۔ آیات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان اپنی قلبی کیفیات اور دماغی توارد خیالات اور اندرونی جذبات پر اختیار نہیں رکھتا۔ لیکن اگر اختیاری افعال و حرکات میں وہ قانونِ عدالت کا پابند رہے گا اور حقوقِ صنفی برابری کے ساتھ ادا کرتا رہے گا تو خدا تعالیٰ غیر اختیاری جذبات کی کمی بیشی کو معاف فرمادے گا۔ آیت میں اس امر کی بھی توضیح ہے کہ عورت کی کسی طرح حق تلفی نہ کی جائے، اُس کو ادھر بیچ میں لٹکا کر نہ چھوڑ دیا جائے۔ اس کے نان نفقہ اور ضروری مصارف کی خبر گیری رکھی جائے اور معاشرتِ زوجی کے فرائض باحسن اسلوب انجام دیئے جائیں۔ لیکن عورت بھی مرد پر زیادتی کرنے کا ارادہ نہ کرے اور نہ اپنے حق سے زیادہ کی طالب ہو۔ خصوصیت کے ساتھ زوج و زوجہ کو اس بات کی بھی ہدایت ہے کہ کوئی دوسرے کو اپنا محتاج خیال نہ کرے اور یہ نہ سمجھے کہ میری کفالت کے بغیر دوسرے کا کام نہ چلے گا۔ خدا تعالیٰ ہر ایک کے کام بناتا ہے۔ وغیرہ

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے گزشتہ اہل کتاب سے اور تم سے ہم نے کہہ رکھا ہے

مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

کہ اللہ سے ڈرتے رہو اگر نہ مانو گے تو جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے

toobaafoundation.com

وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيدًا ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

اللہ ہی کا ہے اللہ بے نیاز اللہ خوبیوں بھرا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے خدا ہی

الْأَرْضِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ وَكِيلًا ۝ إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ وَيَأْتِ

کا ہے اور اللہ ہی کارساز کافی ہے اگر وہ چاہے تو تم سب کو عدم میں لے جائے اور دوسرے لوگوں

بِآخَرِينَ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلَىٰ ذٰلِكَ قَدِيرًا ۝ مَنْ كَانَ يُرِيدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا

کو لے آئے اللہ سب کچھ کر سکتا ہے جو شخص دنیوی انعام کا خواستگار ہو

فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝ ع ۱۹

تو اللہ کے پاس دنیا دین کا انعام موجود ہے اور اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے

تفسیر وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ یہ سابق آیت کا تتمہ اور اس کی علت ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کا فضل وسیع اور حکمت بالغہ ہے۔ کیونکہ آسمان و زمین کی تمام کائنات اس کی مملوک مقبوض اور مخلوق ہے۔ کوئی چیز اس کی طاقت و حکمت کے دائرہ سے خارج نہیں۔ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ۚ یہاں سے اطاعتِ الٰہی اور اتباعِ شریعت کی ترہیب آمیز ترغیب دینی مقصود ہے۔

حاصلِ ارشاد یہ ہے کہ ہم نے گزشتہ اہلِ کتاب یعنی یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی کہہ دیا تھا اور تم کو نصیحت کر دی ہے کہ خدا سے ڈرو، اس کی اطاعت اور فرماں پذیری کرو اور یہ بھی نصیحت کر دی ہے کہ إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ اگر احکامِ الٰہی کا انکار کرو گے اور نصیحت نہ مانو گے تو تمہارا ہی نقصان ہو گا اُس کا کچھ ضرر نہ ہو گا۔ اس لئے کہ خدا مالک الملک ہے۔ تمہارا کفر اس کی بادشاہت کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ سب عالم اس کا مخلوق مملوک اور مقبوض ہے۔ مخلوق کے کفر سے خالق کو کیا ضرر پہنچ سکتا ہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيدًا ۝ یہی وجہ ہے کہ وہ تمام کائناتِ عالم اور مخلوق کی نافرمانی و فرماں پذیری سے لاپرواہ ہے۔ نہ کسی کی اطاعت سے اس کو فائدہ اور نہ کسی کی نافرمانی سے اس کا نقصان۔ وہ بہرحال قابلِ حمد اور لائقِ ستائش ہے۔ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وہی مالک الملک، خلاقِ عالم اور معبودِ مطلق ہے۔ اُس کا خزانہ لازوال ہے اور طاقت غیر محدود۔ وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ وَكِيلًا ۝ وہی آسمان و زمین کا نگہبان محافظ اور نگراں ہے اور اپنی خلاقی اور ربوبیت کا خود ہی کافی شاہد ہے۔ إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ اے گروہِ کافرین و منافقین تمہاری فرماں پذیری سے خدا کی کوئی خاص غرض و الغرض نہیں ہے بلکہ اُس نے محض اپنے رحم و کرم سے تم کو اطاعت و اتقا کی نصیحت کی ہے ورنہ اگر اُس کی مشیت ہوگی تو وہ تم سب کو یکدم فنا کر کے وَيَأْتِ بِآخَرِينَ دوسرے لوگوں کو لے آئے گا اور تمہاری بجائے ایسے لوگوں کو پیدا کر دے گا (جو اس کے پرستار اور اطاعت شعار ہوں گے)، وَكَانَ اللّٰهُ عَلَىٰ ذٰلِكَ قَدِيرًا اور یہ فعل اس کی طاقت و قدرت سے خارج نہیں ہے وہ ایسا کر سکتا ہے (امام ابن عباسؓ کی روایت کے بموجب أَيُّهَا النَّاسُ سے کافر و منافق مراد لئے ہیں۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ مسلمانوں کو خطاب ہے اور آخرین سے مراد علمائے متاخرین اور فقہاء و محدثین اور صوفیائے کرام اور ائمہ امت ہیں جنہوں نے صحابہ کرام کے بعد اُن قدم بقدم چل کر سنتِ محمدیہ کو زندہ کیا اور اعلانِ کلمۃ اللہ کے لئے جان مال قربان کر دیا۔ واللہ اعلم)۔

پھر بھی خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ خدا کی فرماں پذیری اور اطاعت کا ثمرہ صرف دنیا کی بھلائی اور یہ فانی نعمتیں ہی نہیں ہیں بلکہ مَنْ كَانَ يُرِيدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا

toobaafoundation.com

فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۔ جو شخص دنیوی جزا کا طالب ہے تو خدا کے پاس دنیا و آخرت دونوں کا ثواب موجود ہے ۔ وہ دنیا میں بھی اعمال کی جزا دے سکتا ہے اور آخرت میں بھی ۔ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ اور وہ ہر شخص کی دعا سنتا اور ہر ایک کی حالت کو دیکھتا بھی ہے ۔ تمام احوال سے بخوبی واقف ہے ۔ پھر کیوں صرف ثوابِ دنیا کی خواہشوں پر اکتفا کیا جائے اور ثوابِ آخرت کا طلب نہ کیا جائے ۔

مقصود بیان خدائے قدوس کی عظمت و کبریائی کا مظاہرہ اس امر کی صراحت کہ قانونِ شریعت صرف لوگوں کی روحانی اور جسمانی حالت کی درستگی کے لئے بنایا ہے ۔ خدا کی کوئی خاص غرض اس سے وابستہ نہیں ہے ۔ خدا مالک الملک ، قادرِ مطلق اور خلاقِ عالم ہے ۔ وہ ذات و صفات میں کسی کا محتاج نہیں ۔

کسی کو یہ غرور نہ کرنا چاہیئے کہ ہم پر ہی خدا کی تقدیس و تسبیح کا دار و مدار ہے ۔ خدا اپنی پرستار اور اطاعت شعار دوسری مخلوق پیدا کر سکتا ہے اور پیدا کرتا رہتا ہے ۔ تمام اعمال میں نیت صحیح رکھنی چاہیئے ۔ ثمرۂ دنیوی ہی پیشِ نظر نہ رکھا جائے بلکہ ثوابِ آخرت بھی ملحوظ ہونا چاہیئے ۔ قانونِ شریعت پر عمل کرنے کی نہایت مؤثر ترغیب جس کی تین صورتیں قائم کی گئی ہیں ۔ (۱) اپنی ذات کا استغناء اور نفع نقصان سے برارت (۲) عدول حکمی کا بد ثمرہ (۳) عمل کرنے کا نیک نتیجہ ، وغیرہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ

مسلمانو ! انصاف پر قائم رہنے والے اور خوشنودیٔ خدا کے لئے گواہی دینے والے بنو خواہ شہادت تمہاری اپنی ذات کے خلاف ہو

اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ فَلَا

یا والدین کے خلاف یا رشتہ داروں کے خلاف کوئی مال دار ہو یا محتاج اللہ دونوں کا سب سے بڑھ کر خیر خواہ ہے اور

تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا

خواہشِ نفس کے پیچھے پڑ کر کہیں عدل نہ کھو بیٹھو ! اگر تم بیچ سے بات کرو گے یا پہلو تہی کرو گے تو اللہ تمہارے اعمال سے

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝

باخبر ہے

تفسیر سابق میں کچھ احکام شریعت اور اُن پر کاربند ہونے کی ہدایت تھی ۔ ان آیات میں شریعتِ الٰہیہ کا مغز اصل قانونِ الٰہی کے سنگِ بنیاد کا اظہار کرنا مقصود ہے ۔ عقل و نقل سے یہ بات ثابت ہے کہ انسان کی تمام رُوحانی اور جسمانی ترقیات کا دار و مدار صرف دو باتوں پر ہے (۱) اعتدال و توسط (۲) صداقت و خلوص ۔ پہلی بات کو آیتِ مذکورہ میں بیان کیا گیا ہے اور دوسری بات کو اس کے بعد والے جملہ میں ظاہر کیا جائے گا ۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ مسلمانو ! عدالت کو نہایت پختگی کے ساتھ قائم رکھو ، عقائد میں اعتدال رکھو اور علم کا مرتبہ حاصل کرو ۔ اخلاق میں اعتدال رکھو اور شجاعت و عفت کا درجہ حاصل کرو ۔ دنیوی معاملات خانہ داری یگانہ و بیگانہ کے ساتھ برتاؤ ، کافر و مومن کے ساتھ تعلقات انسان و حیوان کے ساتھ ربط ، دینی عبادات ، جود و سخا ، صبر و رضا اور تمام وجدانیات میں اعتدال ملحوظ رکھو ۔ صحتِ جسمانی اور اکل و شرب میں بھی توسط اختیار کرو غرض یہ کہ عدل کو ہر کام میں پختگی کے ساتھ برقرار رکھو ۔

شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ یہ دوسری بات کا بیان ہے یعنی صداقت و خلوصِ للّٰہیت اور بے مرمتّا ہر

toobaafoundation.com

بات میں ملحوظ رکھو۔ تمام دینی اور دنیوی معاملات میں شہادتِ الٰہی ادا کرو۔ اچھے اور اچھا بُرے کو بُرا، حرام کو حرام اور حلال کو حلال کہو۔ سچی بات کے ظاہر کرنے میں کسی کی پرواہ نہ کرو۔ خواہ اس میں تمہارا ذاتی نقصان ہو یا تمہارے ماں باپ کا یا عزیزوں اور رشتہ داروں کا۔ مگر تم ادائے شہادت اور اظہارِ صداقت میں کسی کی پرواہ نہ کرو۔ یہ خیال نہ کرو کہ اگر امیر کے خلاف ہم شہادت دیں گے تو وہ ہم سے ناراض ہو جائے گا اور اس سے فائدہ کی اُمید منقطع ہو کر نقصان یا بی کا خطرہ پیدا ہو جائے گا یا اُس کی عزت پر دھبہ آئے گا اور یہ بھی خیال نہ کرو کہ اگر ہم بیچارے غریب کے خلاف شہادت دیں گے تو اس کی حالت تباہ ہو جائے گی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ان دونوں طبقوں کے آدمیوں کی حالت خود خوب جانتا ہے اور اُن کے مصالح سے تم سے زیادہ واقف ہے اور خود دونوں گروہوں کا ذمہ دار ہے۔ تم کو اظہارِ حق میں چون و چرا نہ کرنا چاہیئے اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ادائے شہادت میں خواہشاتِ نفس کی پیروی نہ کرنی چاہیئے۔ نہ کسی کا خوف ادائے شہادت میں مانع ہو نہ لالچ نہ کسی کی عزت نہ افلاس و ناداری، نہ قرابت و رشتہ داری، نہ اپنا ذاتی نفع و نقصان بلکہ حکمِ الٰہی کی رعایت اور اقامتِ عدل ہر حالت میں ضروری ہے فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا اگر تم زبان موڑ کر صداقت سے پھر جاؤ گے اور دبی زبان سے خلافِ واقعہ شہادت دو گے یا شہادت دینے سے پہلو تہی کرو گے اور اظہارِ حق نہ کرو گے تو تم کو تمہارے کرتوت کا بدلہ ملے گا۔ جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے کیونکہ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ خدا کو تمہارے اعمال کی پوری اطلاع ہے۔ اسی لئے وہ تمہاری نیکی کا ثواب اور بدی کا عذاب دے گا۔

مقصود بیان اصولِ تمدن، قانونِ فطرت اور ضابطۂ الٰہیہ کا بیان۔ تمام مذاہب کی بنیادی پتھر کی صراحت۔ اظہارِ صداقت اور رعایتِ اعتدال کی ہر معاملہ میں ہدایت۔ کتمانِ شہادت اور شہادتِ کاذبہ کی وعید آمیز ممانعت۔ وغیرہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ

ایمان والو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور اُس کتاب پر بھی جو اللہ نے اپنے رسول پر تھوڑی تھوڑی کر کے اتاری

وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَ

ہے اور اُن کتابوں پر بھی جو وہ اس سے پہلے اُتار چکا ہے جو شخص اللہ کا اس کے فرشتوں کا اُس کی کتابوں کا اس

رُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

کے پیغمبروں کا اور روزِ قیامت کا وہ راہِ حق سے دُور بھٹک جائے گا جو لوگ ایمان لانے کے بعد منکر ہو گئے

ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ

اور پھر ایمان لائے اور پھر کافر ہو گئے اور کفر میں بڑھتے گئے تو اللہ اُن کی مغفرت ہرگز نہ کریگا

وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ۝

اور نہ اُن کو راہ دکھائے گا

تفسیر عبداللہ بن سلام، اسد، اسید، ثعلبہ بن قیس، سلام ابن رخت، سلمہ بن لقیف یامین بن یامین مسلمانان اہلِ کتاب نے خدمتِ گرامی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم آپ پر اور قرآن پاک پر اور حضرت موسیٰ پر اور حضرت عزیر پر اور توریت پر تو ایمان لائے۔ اس کے علاوہ اور کسی کو (یعنی حضرت عیسیٰ اور انجیل کو) نہیں مانتے اس وقت آیت يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ نازل ہوئی کہ تمام نبیوں اور کتابوں اور

toobaafoundation.com

فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے کسی کی تفریق نہیں (معالم) بعض مفسرین کہتے ہیں کہ الکتٰب سے خطاب منافقوں کو ہے۔ بعض نے کہا اہل کتب مراد ہیں۔ مگر صحیح یہ ہے کہ مسلمانوں کو خطاب ہے۔ ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ مسلمانو! تم خدا رسول پر پختہ ایمان رکھو۔ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ اور قرآن اور تمام گزشتہ آسمانی کتابوں پر کامل ایمان و یقین رکھو۔ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ؁ کیونکہ جس کا ایمان خدا پر یا اُس کے فرشتوں پر یا اُس کی کتابوں میں سے کسی کتاب پر یا رسولوں میں سے کسی رسول پر یا روزِ قیامت پر نہ ہو وہ بہت زیادہ گمراہ ہے اُس کو راہ ہدایت پر نہیں کہا جا سکتا۔ ایک نبی یا ایک کتاب یا ایک فرشتہ کا انکار سب کے انکار کو مستلزم ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ؀ یہ گزشتہ مضمون کا تکملہ ہے اور تفریقِ ایمانی کے نتیجۂ بد سے ڈرانا مقصود ہے۔ اس آیت کے متعلق مختلف روایات ہیں۔

پہلی روایت یہ ہے کہ آیت میں یہودیوں کا بیان ہے۔ یہودی شروع میں حضرت موسیٰ پر ایمان لائے۔ پھر گوسالہ پرستی کر کے کافر ہو گئے۔ پھر توریت پر ایمان لے آئے۔ پھر عزیز کو خدا کا بیٹا کہنے لگے اور انبیاء کا یکے بعد دیگرے انکار کر کے مغفرتِ الٰہی سے قطعاً محروم ہو گئے۔ یا یہ صورت ہوئی کہ پہلے توریت اور موسیٰ پر ایمان لے آئے۔ پھر ملک کنعان میں بت پرستی اور فسق و فجور میں پڑ کر کافر ہو گئے۔ پھر حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں توحید پر قائم ہو گئے۔ پھر عزیر کے بعد سے لے کر مسیح تک کفر میں پڑے رہے اور بالآخر رسولِ گرامی کا انکار کر کے اور زیادہ کفر میں پڑ گئے۔

دوسری روایت ہے کہ یہ آیت منافقوں کے حق میں نازل ہوئی جو شروع میں کمزور طور پر ایمان لے آئے پھر بھائی برادروں میں مل کر کافر ہو گئے۔ پھر جہاں شوکتِ اسلامی اور فتوحات کا سلسلہ دیکھا مسلمان ہو گئے اور جب کوئی شکست دیکھی یا مسلمانوں کو کسی مصیبت میں دیکھا تو اسلام سے پھر گئے۔

بہرحال کچھ بھی ہو آیت میں وہ لوگ مراد ہیں جو مذبذب اور ڈھلمل یقین ہیں جو خود ایمان سے محروم ہیں۔ ایمان و کفر، اقرار و انکار اُن کے نزدیک ہنسی کی چیز ہے۔ کبھی اِدھر ہو جاتے ہیں کبھی اُدھر۔ کبھی مسلمان کبھی کافر۔ خلاصۂ مدعا یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لانے کے بعد کسی غرض سے کافر ہو گئے۔ پھر کسی مصلحت سے مسلمان ہو گئے۔ پھر کچھ مدت کے بعد کسی فائدہ کے لئے کافروں میں جا ملے اور کفر میں ترقی کرتے گئے۔ خدا تعالیٰ ان کو ہرگز معاف نہیں فرمائے گا۔ کبھی ان کو توبہ کی توفیق مرحمت نہیں فرمائے گا۔ اسی وجہ سے وہ کبھی توبہ ہی نہیں کریں گے اور نہ کبھی خدا تعالیٰ ان کو راہِ حق دکھائے گا اسی لئے کبھی اُن کو ہدایت نصیب نہ ہوگی۔ یونہی اِدھر اُدھر بھٹکتے رہیں گے۔ ایمان و اطمینان نورِ ازلی اور روشنیٔ قلب میسر نہ آئے گی۔

مقصودِ بیان اصولِ عقائد کی صراحت۔ ایمان پر ثابت قدم رہنے کی ہدایت۔ اس بات کی وضاحت کہ روزِ قیامت کا انکار کر دینا یا کسی نبی کو نہ ماننا یا کسی کتاب کو تسلیم نہ کرنا یا خدا کے کسی فرشتہ پر ایمان نہ لانا موجبِ کفر ہے۔ ایک کا انکار سب کے انکار کو مستلزم ہے۔ آیت میں اس امر کی بھی توضیح ہے کہ ایمان کو ہنسی مذاق سمجھنے والے اور ایمان کی عظمت نہ کرنے والے ازلی شقی ہیں۔ توفیق توبہ ان کو حاصل نہیں ہوتی اور نورِ ہدایت کبھی اُن کو میسر نہیں آ سکتا۔

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا ۝ۙ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ

(اے نبی!) ان منافقوں کو خوشخبری سنا دو کہ اُن کے لئے دردناک سزا ہے جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو

مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَھُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۝

دوست بناتے ہیں۔ کیا وہ کافروں کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں عزت تو ساری اللہ ہی کی ہے

toobaafoundation.com

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَ

وہی تم پر قرآن میں یہ حکم اُتار چکا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جارہا ہے اور اُن کا مذاق اُڑایا

ءُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۭ

جارہا ہے تو اُن کے ساتھ نہ بیٹھو تاوقتیکہ وہ اس کو چھوڑ کر کسی دوسری بات میں نہ لگ جاویں ورنہ تم بھی انہی جیسے ہوگے

اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ۙ

بلاشبہ جہنم کے اندر اللہ کافروں کو اور اُن منافقوں کو اکٹھا کرے گا

تفسیر بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا ۙ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ یہ آیت گزشتہ آیت کی تفصیل اور اس کا تکملہ ہے۔ مدینہ کے منافق یہودیوں کے پاس جاکر اسلام سے نفرت کا اظہار کرتے تھے اور مسلمانوں کا مذاق اُڑاتے تھے تاکہ وہ لوگ نجوانں کی طرف سے بدگمان ہوگئے تھے پھر اُن کو اپنا دوست سمجھنے لگیں اور جس طرح پہلے عزت کرتے تھے ویسی ہی عزت کرنے لگیں۔ اس خیال کے ازالہ کے لئے اس آیت کا نزول ہوا۔

حاصلِ مطلب یہ ہے کہ جو دوغلے منافق کافروں اور مشرکوں کی ظاہری شان وشوکت دیکھ کر ان کو اپنا دوست بنانا چاہتے ہیں اور مسلمانوں کی دوستی سے دستبردار ہوتے ہیں۔ وہ درحقیقت کافروں ہی کے ساتھ ہوں گے۔ جو کافروں کا حال ہوگا وہی ان کا حال ہوگا۔ جس طرح کافر قابلِ مغفرت نہیں اسی طرح اُن کے لئے دُکھ کی مار موجود ہے۔ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ ۔ کیا کافروں سے دوستی کرنے سے مقصود ان کا یہ ہے کہ اُن کی نظروں میں اور اُن کے پاس پہنچ کر لوگوں کی نظروں میں اُن کو عزت حاصل ہو جائے تو یہ ناممکن ہے۔ جب کافروں کے پاس خود ہی عزت نہیں تو ان کو کہاں سے ملے گی۔ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۭ عزت تو دنیا دین کی سب خدا کے ہاتھ ہے اور یہ عزت صرف خدا کے دوستوں کے ساتھ مخصوص ہے کافروں کو اور کافروں کے دوستوں کو نہیں مل سکتی۔ کافروں کی یہ ظاہری شان وشوکت خاک میں مل جائے گی۔

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۔ ہجرت سے قبل جب رسولِ پاکؐ مکہ میں تھے تو مشرکینِ مکہ اپنے جلسوں میں قرآن کا مذاق اُڑایا کرتے تھے تو خدا تعالیٰ نے سورۂ انعام میں حکم دیا تھا کہ جب یہ لوگ آیاتِ قرآنی کا مذاق اُڑا رہے ہوں تو تم اُن کے ساتھ نہ بیٹھو تاوقتیکہ وہ کوئی اور تذکرہ نہ چھیڑ دیں۔ اسی حکم کی یاد دہانی اس آیت میں کی جارہی ہے۔ کیونکہ مدینہ میں بھی علمائے یہود اور بہت سے جاہل اپنی مجالس میں قرآن کی تضحیک کیا کرتے تھے اور منافق بطورِ خوشامد اُن کے ٹھٹھوں میں شریک ہوا کرتے تھے۔

حاصلِ مدعا یہ ہے کہ ہم نے پہلے بھی سورۂ انعام میں یہ حکم نازل کر دیا تھا کہ جب کہیں آیاتِ الٰہی کا کفر و انکار کیا جارہا ہو اور قرآن کی توہین کرنے اس کا مذاق اُڑایا جارہا ہو تو تم ان کے پاس نہ بیٹھو تاوقتیکہ وہ دوسری باتیں نہ شروع کر دیں۔ اگر آیاتِ قرآنی کی تضحیک کے وقت تم ان کے پاس (بغیر مجبوری کے) بیٹھو گے۔ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ تو تم بھی انہی کے حکم میں داخل ہو جاؤ گے اور گناہ میں ان کی برابر ہو جاؤ گے اور بالآخر نتیجہ یہ ہوگا کہ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا ۔ خدا تعالیٰ منافقوں اور کافروں کو جہنم میں جمع کر دے گا اور دونوں فرقے جہنم میں داخل ہوں گے۔ بیضاوی کا قول ہے بیٹھنے کے متعلق جو ممانعت ہے وہ اس وقت ہے جب اہلِ مجلس عناد اور دشمنی سے قرآن کا مذاق اُڑا رہے ہوں اور یہ امید نہ ہو کہ کسی قسم کی فہمائش سے یہ اس نازیبا حرکت کو ترک کر دیں گے اور وہاں روکنے کا قابو بھی نہ ہو اور آدمی وہاں پر بیٹھا رہنے پر مجبور اور بے بس بھی نہ ہو۔ اگر بے بسی سے اُٹھ نہ سکے تو وہ معذور ہے مگر

toobaafoundation.com

دل میں ناراض ہونا شرط ہے۔

مقصودِ بیان منافقوں کے دورُخے پن کا اظہار، شریعت واسلام کے خلاف مجالس میں شریک ہونے سے ممانعت۔ آیت میں اس بات پر بھی تلقین ہے کہ جو لوگ راہِ توحید پر مستقیم ہوں اُن کو شریعت پر قائم رہنے کی وجہ سے دنیا و دین میں عزت اور غلبہ حاصل ہوتا ہے اور جب توحید کامل اور ایمانِ واثق نہ ہو تو یہ استحقاق نہیں ہوتا عزت وہی ہے جو خدا و رسول کے نزدیک عزت ہو۔ دنیوی مال و دولت، جاہ و حشم، سلطنت و حکومت وغیرہ حقیقت میں عزت نہیں۔ گویا بارگاہ الٰہی سے عزت حاصل کرنے کی طرف مسلمانوں کو ضمنی ترغیب دی گئی ہے اور کفر پرست بندگانِ دنیا کی نظروں میں معزز ہونے کو بے وقعت قرار دیا ہے۔

الَّذِينَ يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللَّهِ قَالُوا أَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ

جو تمہاری تاک میں لگے رہتے ہیں اگر تم کو اللہ کی طرف سے فتح نصیب ہوتی ہے تو کہتے ہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے

وَإِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِينَ نَصِيبٌ قَالُوا أَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ

اور اگر کافروں کو کچھ حصہ ملتا ہے تو کہتے ہیں کیا ہم نے تم پر زبردستی نہ کی تھی اور کیا مسلمانوں سے تم

الْمُؤْمِنِينَ فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكٰفِرِينَ

کو نہیں بچایا تھا قیامت کے دن اللہ تمہارا باہمی فیصلہ کر دے گا اور اللہ مسلمانوں پر کافروں کو

عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ع

ہرگز راہ نہ دے گا

تفسیر الَّذِينَ يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ یہ بھی گزشتہ آیت کا تکملہ اور اسی مضمون کی ایک شاخ ہے۔ اس میں منافقوں کی دوسری حالت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ حاصلِ ارشاد یہ ہے کہ مسلمانو! یہ دو رُخے منافق تمہارے اندرونی دشمن ہیں۔ تم پر حوادثِ زمانہ کے نازل ہونے کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللَّهِ اگر مسلمانوں کو جنگ میں بحکم الٰہی فتح حاصل ہوئی اور مسلمان کامیاب ہوتے ہیں تو قَالُوا أَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ منافق کہنے لگتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے۔ کیا دین اور جہاد میں ہم تمہارے شریک نہیں ہیں لہٰذا ہم کو بھی مالِ غنیمت میں سے حصہ دو۔ وَإِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِينَ نَصِيبٌ اور اگر کافروں کو کسی قدر فتح حاصل ہو جاتی ہے تو قَالُوا أَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ اُدھر جا کر کہنے لگتے ہیں کہ کیا ہم کو تم پر بالکل قابو حاصل نہ تھا اگر ہم چاہتے تو تم کو گرفتار کر لیتے یا قتل کر ڈالتے اور وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ کیا ہم نے مومنوں کے ہاتھوں سے تم کو نہیں بچایا۔ یعنی کیا ہم نے مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ کر تمہاری امداد نہیں کی۔ تم کو مسلمانوں کی خبریں لا کر دیں، اور طرح طرح سے ان کو بہکایا لہٰذا ہم کو بھی مال میں شریک کرو۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ہم ان تمام باتوں کا قیامت کے دن فیصلہ کریں گے۔ لہٰذا اے مسلمانو! تم کو ان کی ریشہ دوانیوں سے بددل نہ ہونا چاہئے۔ اور اے منافقو! تم کو اپنی حرکات پر مغرور نہ ہونا چاہئے اور اس بات کا گھمنڈ نہ کرنا چاہئے کہ تم مسلمانوں کو دھوکہ میں رکھتے ہو اور ان کو ضرر پہنچاتے ہو۔ قیامت کے دن اس کی سزا تم کو ملے گی اور تم اپنی ان حرکات سے مسلمانوں کی بیخ کنی ہرگز نہ کر سکو گے۔ کیونکہ وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكٰفِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا خدا تعالیٰ کافروں کے لئے مسلمانوں پر کوئی راہ فتح ہرگز نہ نکالے گا اور کافروں کو کبھی ایسی کامیابی حاصل نہ ہو سکے گی جس سے مسلمانوں کی بیخ کنی ہو جائے۔

toobaafoundation.com

سدی کا قول ہے کہ سَبِیۡلًا سے مراد حجت و دلیل ہے۔ یعنی دلیل و حجت کے لحاظ سے مسلمانوں پر کافروں کو کبھی غلبہ نصیب نہ ہوگا۔ ابن عطیہ کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن کافروں کو مسلمانوں پر کوئی کامیابی کی راہ نہ ملے گی (کذا روی عن ابن عباس وکذا رواہ السدی عن ابی مالک) ابن عربی نے یہ مطلب بیان کیا کہ جب مومن مومن رہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر قائم رہیں۔ آپس میں اتحاد قائم رکھیں اور شریعت اسلامیہ کے موافق عمل کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ کافروں کو مسلمانوں پر کبھی فتح نصیب نہ کرے گا۔

مقصود بیان منافقوں کے نفاق کا بیان اس بات کی طرف اشارہ کہ کبھی کبھی کسی مصلحت شرعی کی بنا پر مسلمانوں کے مقابلہ میں کافروں کو بھی کسی قدر کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ اس امر کی بھی صراحت ہے کہ جب تک مسلمان مسلمان رہیں گے کافروں کو ان پر غلبہ حاصل نہیں ہو سکتا اور کبھی ایسا موقع نہیں آسکتا کہ کافر مسلمانوں کی بیخ کنی کر سکیں۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ

واقعی منافق اللہ سے دغا بازی کرتے ہیں مگر وہ بھی اُن کی تدبیر کر رہا ہے جب یہ نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو

قَامُوا كُسَالَىٰ يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا

اکساتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں دکھاوٹ کرتے ہیں اور اللہ کی یاد بہت کم کرتے ہیں

مُذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَٰلِكَ لَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ وَلَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ وَمَنْ

دونوں کے بیچ ادھر میں لٹکے ہوئے ہیں نہ ان کی طرف ہیں نہ اُن کی طرف اور جس کو

يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا

اللہ گمراہ چھوڑ دے تم کو اس کے لئے ہدایت کی راہ نہ ملے گی

تفسیر إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ منافقوں کی دو حالتیں اوپر بیان کردی گئی تھیں۔ یہاں سے تو مزید حالات کا اظہار مطلوب ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ منافق صرف زبان سے ظاہر میں اسلام کا اقرار کرتے ہیں اور نماز روزہ اور دیگر اسلامی احکام کی پابندی امید ثواب کے لئے نہیں کرتے۔ کیونکہ معرفت الٰہی اور ایمان کا اُن کے دلوں میں نور موجود نہیں ہے بلکہ صرف ظاہرداری کے لئے اور اسلامی احکام سے فائدہ اُٹھانے کے لئے کرتے ہیں۔ گویا اپنے ظاہری عمل سے مسلمانوں کو رسول اللہ کو اور خدا کو دھوکے میں رکھنا چاہتے ہیں اور سب کو فریب دے کر اپنا اُلو سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں اس فریب کاری اور دغا بازی کا وبال انہی پر پڑنے والا ہے اور آخرت میں یہ نفاق اُن کے لئے موجب عذاب ہوگا۔ اس کے علاوہ خدا نے باوجود علام الغیوب ہونے کے ان کی پردہ دری نہ کی اور اُن کے راز کو فاش نہ کیا اور وہ اسی دھوکہ میں پڑے ہیں کہ خدا کو ہماری اندرونی حالت کا علم ہی نہیں ہے۔

وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَىٰ۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب نماز پڑھنے کھڑے ہوتے ہیں تو چونکہ اُن کو نہ ثواب ملنے کی امید ہوتی ہے نہ عذاب کا خوف۔ اسی لئے سستی سے ادا کرتے ہیں۔ نہ وقت کی پابندی کرتے ہیں نہ جماعت کی، نہ ارکان کی، نہ شرائط کی۔ نہ حضور قلب ہوتا ہے نہ خشوع نہ خضوع بلکہ دفع الوقتی کرنے اور اپنے اوپر سے ظاہری وبال اُتارنے کے لئے مسلمانوں کا ساتھ دے کر شریک ہو جاتے ہیں۔۔۔

يُرَاءُونَ النَّاسَ ان کا مقصود تمام عبادات سے ریاکاری اور دکھاوٹ ہوتی ہے۔ لوگوں کے دکھانے کو نماز پڑھتے ہیں۔ خلوص و محویت اور حضور قلب کا کہیں

toobaafoundation.com

نام ونشان نہیں ہوتا۔ وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا نماز میں خدا کی یاد نہیں کرتے۔ اُن کو علم نہیں ہوتا کہ ہم منہ سے کیا کہہ رہے ہیں۔ اصلی مقصد کی طرف سے غافل ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تکبیرات تو کہہ لیتے ہیں پھر چپ چاپ کھڑے رہتے ہیں اور دنیوی خیالات میں غرق اور خدا کی طرف سے غافل ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی معنا ہے کہ نماز کم پڑھتے ہیں۔ کہیں مجبور ہو گئے تو پڑھ لی تاکہ لوگ مسلمان سمجھیں اور تنہائی میں ہوئے تو نہیں پڑھتے۔ مُّذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ تیسری بات یہ ہے کہ منافق حیرت اور تردد میں پڑے ہوئے ہیں۔ نہ کفر کی طرف بالکل مائل نہ اسلام کی طرف۔ نہ تو مومنوں کے ظاہر و باطن میں شریک نہ کافروں کے بلکہ ظاہر میں مومنوں کے ساتھ تھے اور باطن میں کافروں کے ساتھ تھے اور بعض لوگوں کی یہ حالت تھی کہ ڈھلمل یقین تھے۔ ذرا سی اسلام کی چمک دکھائی دے جاتی تو ادھر متوجہ ہو جاتے اور اگر کوئی مصیبت نظر آتی تو کافروں میں جا ملتے۔ خدا نے اُن کو گمراہی کی حالت میں چھوڑ رکھا ہے۔ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِیْلًا اور جس کو خدا گمراہی میں چھوڑ رکھتا ہے اور بھٹکتا پھرتا چھوڑ دیتا ہے اُس کو پھر کہاں راہ ہدایت مل سکتی ہے اور کس میں طاقت ہے کہ اس کو راہ راست پر لا سکے۔

مقصود بیان نفاق کے خصوصی علامات کا بیان۔ نفاق کسی شخص یا قوم کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ جس کے ایمان میں تردد اور ظاہر باطن کے خلاف ہو۔ عقائد شرعی پر اس کو وثوق نہ ہو صرف مسلمانوں کی فہرست میں نام لکھانے کے لئے مسلمان ہو۔ بس ایسا ہی شخص منافق ہے۔ خواہ کوئی ہو۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ

مسلمانوں ایمانداروں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ

اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا ۝ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی

کیا تم اپنے اوپر اللہ کا کھلا ہوا الزام لینا چاہتے ہو بلاشبہ منافق دوزخ کے

الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِیْرًا ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا

سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور تم ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پاؤ گے ہاں جن لوگوں نے توبہ کرلی

وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِیْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ

اور اپنی حالت درست کرلی اور اللہ (کے دین) کو مضبوط پکڑ لیا اور خوشنودی خدا کے لئے اپنے دین کو خالص کرلیا تو وہ ایمان والوں کے ساتھ ہوں گے

وَسَوْفَ یُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝ مَا یَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ

اور عنقریب مومنوں کو خدا اجر عظیم دے گا اگر تم شکر کرو اور ایمان قائم رکھو تو

اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِیْمًا ۝

اللہ تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا اور اللہ قدردان و دانا ہے

toobaafoundation.com

تفسیر يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ جب اوپر کی آیات میں منافقوں کے اوصاف بیان کر دیئے تو اب مسلمانوں کو اُن کے اوصاف اختیار کرنے سے ممانعت کی جاتی ہے۔ کیونکہ اوصاف نفاق بیان کرنے سے مقصود ہی یہ تھا کہ مسلمان ان باتوں کو اختیار نہ کریں۔

حاصلِ ہدایت یہ ہے کہ مسلمانو تم اہلِ ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو دلی دوست نہ بناؤ۔ یعنی تم منافقوں کی طرح نہ بن جاؤ۔ کافروں سے صحبت اور دوستی نہ رکھو۔ اُن سے اپنے حق میں دل سوزی اور خیر خواہی کے خواستگار نہ ہو۔ درپردہ دل سے اُن کے دوست نہ ہو۔ مومنوں کے پوشیدہ ارادوں کو اُن پہ ظاہر نہ کرو (اگر کفار کی دست برد سے بچنے کے لئے صرف زبان سے کچھ نازیبا کلمات ادا کر دیئے جائیں تو بصورت خوف جائز ہے۔ (جلالین) اگر ایسا کرو گے تو خدائی جرم تم پر عائد ہوگا۔

اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا تو کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا کھلا ہوا الزام اپنے اوپر لے لو۔ یعنی کیا خدا کا مستحق الزام اپنے سر لینا چاہتے ہو اور کافروں سے موالات کر کے منافقوں میں داخل ہو کر جہنم میں جانا چاہتے ہو (ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ کے نزدیک قرآن میں ہر جگہ سلطان کے معنی حجت والزام ہیں۔ مجاہد، عکرمہ، ابن جبیر، محمد بن کعب اور ضحاک وغیرہ کا بھی یہی قول ہے)۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ یعنی تم کو کافروں سے موالات کر کے منافق نہ بن جانا چاہیئے کیونکہ منافقوں پر عذاب تو کافروں سے بھی سخت ہوگا۔ دوزخ کی تہ میں سب سے نچلے طبقہ میں اُن کو ڈالا جائے گا (دوزخ کے سات طبقے ہیں۔ جہنم، لظیٰ، حطمہ، سعیر، سقر، جحیم، ہاویہ، اسفل نار سے مراد ہاویہ ہے)

وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا اور کوئی مددگار عذاب سے رہائی دلانے والا اُن کو کبھی نہ ملے گا۔ یہاں تک منافقوں کی حالت کا اظہار اُن کے عذاب کا بیان اور مسلمانوں کو کافروں سے موالات نہ کرنے کی ہدایت تھی۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ نفاق و شک اور تردد فی الایمان کوئی ایسا جرم نہیں جس کی اصلاح ناممکن ہو یا جس سے توبہ کرنی قابلِ قبول نہ ہو۔ بلکہ اگر منافق اپنے حرکات کو چھوڑ دیں گے تو وہ بھی خالص مومن شمار کئے جائیں گے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا یعنی جو لوگ اپنے نفاق سے توبہ کر کے توحید و ایمان پہ سچے دل سے قائم ہو گئے اور شک و تردد کو انہوں نے اپنے دل سے بالکل دور کر دیا۔

وَاَصْلَحُوْا اور اپنے اعمال کی اصلاح کر لی اور مسلمانوں کو ایذا رسانی چھوڑ کر امداد کرنی شروع کر دی۔ وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ اور پہلے جو کفار سے موالات رکھتے تھے کہ اُن کی ایذا رسانی سے بچ جائیں اور ان کی نظروں میں عزت حاصل ہو جائے اس خیال کو چھوڑ کر محض حق تعالیٰ پر وثوق و اعتماد کر لیا۔ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ اور ریاکاری چھوڑ کر اخلاص کو پسند کر لیا اور تمام عبادات و معاملات کا اصل مطمح نظر باری تعالیٰ کی رضاجوئی کو بنا لیا۔ غرض عقائد، اعمال، معاملات اور اخلاق سب کی درستی کر لی اور پہلے جن باتوں کو اختیار کئے ہوئے تھے اُن کو ترک کر دیا۔ تردد و شک کی بجائے ایقان، مسلمانوں کی ایذا رسانی کی بجائے اُن کی امداد، کفار کی عزت پر بھروسہ رکھنے کی بجائے ذاتِ الٰہی پر اعتماد اور ریاکاری کو چھوڑ کر خلوص طاعت اختیار کر لیا۔ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ تو ایسے لوگوں کا شمار سچے مومنوں کے ساتھ ہوگا اور وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ خالص مومنوں کو خدا کچھ مدت کے بعد اجرِ عظیم عطا فرمائے گا تو وہی ایمان کو عطا فرمائے گا۔

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ کیونکہ اس کو تمہاری ذات سے کوئی خصوصی دشمنی تو ہے نہیں۔ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ اگر تم حق مانو گے اور خالص ایمان رکھو گے تو پھر وہ تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا۔ عذاب دینے سے اس کی غرض یہ نہیں ہے کہ اپنا انتقام لے یا ضرر کو دفع کرے یا نفع کو حاصل کرے اور جب اُس کی کوئی خاص غرض تم کو عذاب دینے سے وابستہ نہیں ہے تو پھر اگر تم اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو گے اور خالص صحیح ایمان لے آؤ گے تو اپنے اعمالِ بد کے نتیجہ سے بچ جاؤ گے اور خدا تعالیٰ تم کو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ اس لئے کہ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا۔ خدا قدردان بھی ہے۔ ہر ایک کے اعمال اور کوششوں کی قدر کرتا ہے بلکہ قدر افزائی کرتا ہے۔ اور علیم بھی ہے۔ ہر شخص کی حالت سے بخوبی واقف ہے لہٰذا خدا کی ناقدردانی یعنی لاعلمی کی وجہ سے تمہارے کسی عمل کا ثواب رائیگاں نہ جائے گا۔

toobaafoundation.com

مقصود بیان مسلمانوں کو کفار کی موالات سے باز داشت اس امر کی صراحت کہ جب تک چار باتیں اختیار نہ کی جائیں کوئی خالص مومن نہیں بن سکتا (۱) پختہ ایمان (۲) مسلمانوں کی امداد اور خیر خواہی اور ان کو ایذا پہنچانے سے دست برداری (۳) کفار سے نفرت (۴) ذات الٰہی پر اعتماد (۴) طاعت، عبادت اور تمام معاملات میں صفائی اور خلوص اور نیک نیتی اور سچائی۔

ضروری اعلان

دین حق کی اشاعت و تبلیغ کیلئے عظیم الشان پروگرام

اظہار تشکر:۔ ہم خدائے برتر و توانا اور اپنے مخلص معاونین کے صمیم قلب سے ممنون و مشکور ہیں اور ساتھ ہی مسرت کے ساتھ یہ اعلان کر رہے ہیں کہ تفسیر بیان السبحان بعون اللہ تکمیل کو پہونچی جو کہ ۴۲ جزو پر مشتمل ہے اگر مخلص معاونین حضرات اپنا تعاون جاری نہ فرماتے تو اس پریشانی کن دور میں شاید ہمارے ارادے حوصلہ شکن ہو جاتے کاغذ کی گرانی بحرانی حد تک پہونچ چکی ہے۔ اور اس پر بھی دستیاب نہیں ہوتا۔ لہٰذا مجبوراً قدرے ہدیہ میں اضافہ کرنا یعنی فی پارہ -/5 روپیہ امید کہ ہمارے معاونین حضرات ہماری مجبوریوں کو دیکھتے ہوئے درگذر فرمائیں گے۔

چند گذارشات

(۱) مکمل سیٹ تفسیر بیان السبحان مجلد 230/- روپیہ جو کہ ۴۲ جزوں پر مشتمل ہے پچاس فیصدی کمیشن کاٹ کر 15/- روپیہ ہے علاوہ محصول ڈاک

(۲) مکمل سیٹ تفسیر بیان السبحان غیر مجلدہ 210/- روپیہ جو کہ ۴۲ جزوں میں ہے لیکن یہ قیمت علاوہ محصول ڈاک ہے چار جلدوں میں مکمل ہوا ہے۔ ایک جزو کا ہدیہ یعنی فی جزو -/5 روپیہ ہے لیکن ممبران و تاجران کو اس پر پچاس فیصدی کمیشن کاٹ کر دیا جاوے گا یعنی فی جزو کمیشن کاٹ کر 2/50 روپیہ فی پارہ دیا جائے گا لیکن علاوہ محصول ڈاک کے یعنی ایک پارہ کی وی پی جو جاوے گی وہ 4/0 روپیہ میں بھیجی جاوے گی مع محصول ڈاک کے دو پارہ کی وی، پی 7/0 روپیہ اور تین پاروں کی وی پی 10/0 روپیہ اور چار پاروں کی وی پی 13/0 روپیہ اور پانچ پاروں کی وی، پی 15/0 روپیہ میں بھیجی جائیگی یہ غیر مجلد کی قیمت ہے اور مع محصول کے ہے اور اب مجلد کی قیمت یعنی ۱۰ پاروں کی 31/0 روپیہ مع محصول ڈاک کے بھیجی جائے گی مجلد پانچ پاروں کی وی، پی 17/50 کی ہوگی بیس پاروں تک ایک ایک ہی پارہ ہے اور اکیس ۲۱ سے انتیس ۲۹ پاروں تک ہر پارے کے دو جزو ہیں اور تیس پارہ کے چار جزو ہیں اس لئے ۳۶ تا ۴۲ تک ۱۲ جزوں کی جلد بنا دی جائے گی آخری جلد ہدیہ 77/50 روپیہ ہے

نوٹ

بحمد اللہ فتاویٰ عالمگیری کے ۲۲ جزو طبع ہو چکے ہیں ان کا ہدیہ بھی حسب بالا ہوگا جو رعایت ممبران و تاجران کو مندرجہ بالا دی گئی ہے۔ وہ پیش کی جاوے گی۔ فی جزو فتاویٰ عالمگیری کا 5/0 روپیہ کمیشن کاٹ کر ممبران و تاجران کو پچاس فیصدی کمیشن کاٹ کر 2/50 روپیہ علاوہ محصول ڈاک کے دیا جاوے گا۔ وی پی 4/0 روپیہ مع محصول ڈاک بھیجی جاوے گی دو پاروں کی وی پی 7/0 روپیہ مع محصول ڈاک کے جاوے گی دو پاروں کی وی، پی -/7 تین پاروں کی چار جزوں کی 13/0 اور پانچ جزوں کی وی پی 16/0 روپیہ غیر مجلد کا ہے۔

toobaafoundation.com